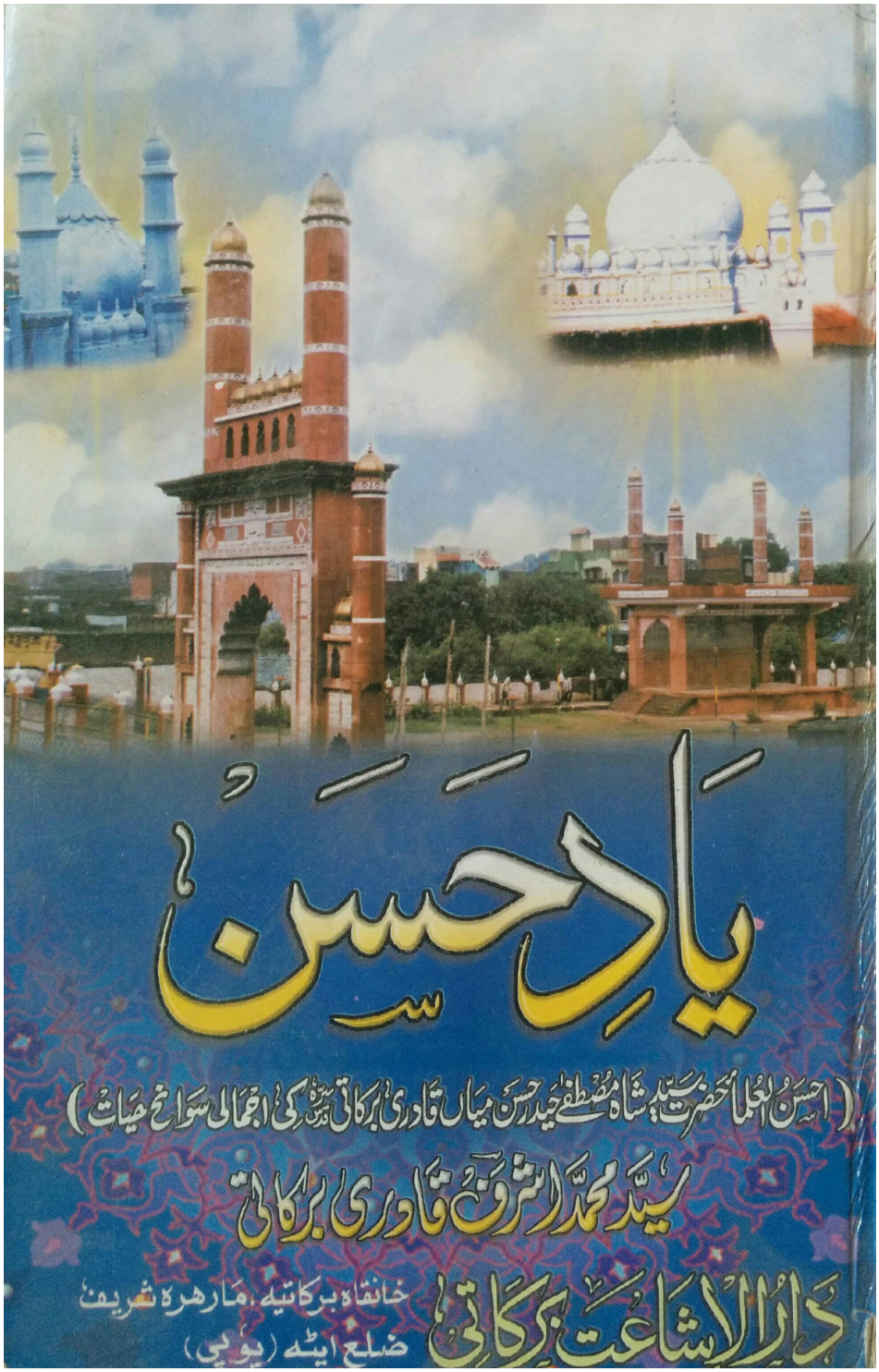

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ

www.mushahidrazvi.wordpress.com

© بہ حقِ مصنف

نام کتاب	:	یادِ حسن (سوانح حیات)
مصنف	:	سید محمد اشرف قادری برکاتی
کمپوزنگ	:	مشکوٰۃ کمپیوٹرس، نزد سلیمان ہال، اے.ایم. یو. علی گڑھ
سالِ اشاعت	:	۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء
ناشر	:	دارالاشاعت برکاتی خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ، ضلع ایٹہ، یو. پی
تعداد	:	۱۰۰۰
قیمت	:	-/۱۰۰

ملنے کے پتے

۱- دارالاشاعت برکاتی، بڑی سرکار، خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ (ایٹہ)
۲- کتب خانہ امجدیہ، 425، اُردو بازار، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی-۶
۳- فاروقیہ بُک ڈپو، 423، اُردو بازار، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی-۶

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

انتساب

*عَمّہ اور **ماں

کے

نام

سید محمد اشرف قادری برکاتی

* پھوپھی محترمہ حافظہ سیدہ زاہدہ خاتون مدظلہا

** والدہ ماجدہ سیدہ محبوب فاطمہ نقوی مدظلہا

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

اجمالی فہرست

۱- یادحسن (سوانح حیات)

۲- کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا۔نظم میں (مناقب)

۳- کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا۔نثر میں (تاثرات)

۴- خلفائے کرام

۵- روداد چہلم حضرت احسن العلما اور رسم سجادہ نشینی حضرت امین ملت مدظلہٗ

۶- پہلا سالانہ فاتحہ (عرس احسن العلما)

۷- آثار احسن العلما (تحریر،تقریر اور شاعری کے آئینے میں)

☆ تفصیلی فہرست مرکزی عناوین سے منسلک ہے۔وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

سید محمد اشرف

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ

www.mushahidrazvi.wordpress.com

عرضِ اشرف

پھر غرقِ مئے رنج و محن ہونے کو ہے دل
پھر یادِ حسنؔ آئی ہے پھر رونے کو ہے دل

''یادِ حسن'' کے عنوان سے والد ماجد حضور احسن العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت وسیرت کے چند نمایاں پہلو مختصر انداز میں پیش خدمت ہیں۔

مرشد اعظم ہند اپنے مریدین کے لیے ''حضرت صاحب'' علمائے کرام کے لیے ''احسن العلماء'' اور قصبے والوں کے لیے ''میاں'' تھے۔

وہ بیک وقت صاحب سجادہ مارہرہ مطہرہ، امام وخطیب جامع مسجد برکاتی اور درگاہ حضور صاحب البرکات کی انتظامیہ کمیٹی کے صدر تھے۔ ان مناصب کے علاوہ ان کی ایک جداگانہ علمی شخصیت تھی۔ قرآن کریم کے متن اور مفہوم پر ان کا استحضار ان کے معاصرین میں بے مثال تھا۔ پیرِ طریقت کی حیثیت سے ان کے چاہنے والے لاکھوں مریدین برصغیر اور یورپ وافریقہ سے آگے امریکہ تک پھیلے ہوئے ہیں اور انہیں بہت چاہتے ہیں۔

وہ ایک شفیق باپ، محبت کرنے والے شوہر اور بھائیوں بہنوں پر جان نثار کرنے والے بھائی تھے۔ وہ اپنے ہر مرید سے بہت خصوصیت برتتے تھے۔ اپنے حلقے کے مریدین ومتوسلین سے انھیں قلبی لگاؤ تھا۔ وہ اپنے مریدین کو مریدین نہیں، احباب کے نام سے یاد کرتے تھے۔ کسی کی پریشانی کی خبر سنتے تو فوراً دستِ دعا بلند فرما دیتے تھے اور جب تک خیریت کی اطلاع نہ آجاتی، بے سکون رہتے تھے۔

وہ مساجد، خانقاہ اور مدارس کی خدمت کو ہمیشہ اولیت دیتے تھے۔ اپنے جیتے جی انہوں نے پڑوس کا کوئی چولہا بجھنے نہیں دیا۔ وہ حقوق اللہ کی پابندی کے شانہ بہ شانہ حقوق العباد کو بھی بہت ذمہ داری کے ساتھ نبھاتے تھے۔ ان کی علم وعلما نوازی دنیائے سنیت میں ضرب الامثال کی طرح استعمال ہوتی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ذاتی ملازمین سے اتنی محبت وشفقت کا سلوک کرتے تھے کہ ان کے ملازمین ان کی شخصیت

میں اپنے باپ کو دیکھا کرتے تھے۔

تعظیم رسول اور حُبِّ رسول کے معاملے میں وہ کسی سمجھوتے کے قایل نہیں تھے۔ غالبًا یہی سبب تھا کہ وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کو صرف چاہتے ہی نہیں تھے بلکہ اپنے وقت کے معتبر ترین شارح ''رضویات'' تھے۔ ''حدایقِ بخشش'' انھیں زبانی یاد تھی اور میں نے انھیں کبھی اس کتاب کو ہاتھ میں لے کر پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت سے ان کا لگاؤ اس قدر گہرا تھا کہ اپنے وصال سے کچھ دن پہلے انھوں نے اپنے بیٹوں کو اپنی جائداد کے بارے میں نہیں، بلکہ مسلک اعلیٰ حضرت کے تحفظ اور ترویج کی وصیت کی۔ وہ مسلک اعلیٰ حضرت کو اسوۂ صحابہ، ارشادات امامِ اعظم، طرز غوثِ پاک اور طریقۂ صاحب البرکات سے جدا تصور نہیں کرتے تھے۔

حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر سے انہیں والہانہ محبت تھی۔ اپنے خانوادے کے بزرگوں کی شخصیات کے مختلف پہلو انھیں ازبر تھے اور ان کی نصیحتوں پر ہمیشہ عامل رہتے تھے۔ حضور صاحب البرکات قدس سرہٗ کے ذکر پر ان کی زبان سے ''برکاتیت'' کا دریا موجزن ہو جاتا تھا۔ اپنے خالِ محترم تاج العلما سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قدس سرہٗ سے، جنھیں اہلِ خاندان ''ببّا'' کہتے ہیں، انھیں غایت درجے کی محبت تھی۔ وہ اپنے برادر بزرگ حضور سید العلما قدس سرہٗ کو بھی بہت چاہتے تھے۔ ان دونوں بھائیوں کے درمیان محبت دل جوئی اور خیر خواہی کا جذبہ موجزن تھا۔ مارہرہ کے ''سیدین'' کے درمیان مسابقت، مقابلے یا حسد کی کوئی زیریں رو بھی نہ تھی۔ خدا تعالیٰ ان دونوں کی اولاد در اولاد میں بھی ایسا ہی جذبۂ محبت و اتحاد رکھے اور سب کو ایک دوسرے کی دل جوئی اور خیر خواہی کا سامان بنا کر رکھے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

وہ ایک اعلیٰ درجے کے مقرر اور نثر نگار تھے۔ ان کی تقریر علمی ہوتی تھی لیکن وہ اسے عوام کے لیے سہل اور دلچسپ بنا کر بیان کرتے تھے۔ انہوں نے چوّن سال تک برکاتی مسجد کے منبر سے عوام کے ذہن کی تربیت فرمائی۔

غرض یہ کہ ؎

حافظ و قاری و عالم، صوفی و واعظ، امام

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

کیا مہکتے پھول رکھتا تھا تری ہستی کا باغ

حضور احسن العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کی تقاریر کا مجموعہ زیر طباعت ہے۔ ان کے روز نامچے میں بھی خاندانی حالات، خاص خاص واقعات اور روزمرہ کی خانقاہی زندگی کے گل ولالہ بکھرے ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہم میں سے کسی کو ان کی ترتیب واشاعت کی طاقت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

مندرجہ بالا صفات کے علاوہ بھی ان کی شخصیت اور سیرت کے بہت سے خوبصورت پہلو ایسے ہیں جو پہلی بار منظر عام پر آ رہے ہیں۔

ان کی شخصیت کے مختلف گوشوں پر اکابرین نے جو منثور ومنظوم خراجِ عقیدت پیش کیا ہے، اس کے کچھ حصے بھی اس کتاب میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ حضور احسن العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کی تقریر، شاعری اور نثر کے کچھ نمونے بھی کتاب کے آخر میں شامل ہیں تا کہ اختصار میں بھی جامعیت کا کچھ لطف آ سکے۔

بچپن کے حالات تحریر کرنے میں اپنی چھوٹی پھوپی حافظہ سیدہ زاہدہ خاتون مدظلہا اور بعد کی زندگی کے واقعات کی تصدیق کے سلسلے میں والدہ ماجدہ مدظلہا سے مدد ملی۔ خدا تعالیٰ ان دونوں اور عمِ محترم سید شاہ حسین میاں صاحب مدظلہٗ کا سایہ صحت وعافیت کے ساتھ تادیر قایم رکھے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔ راقم حروف نے اپنی بساط بھر برکاتی مے خانے کا یہ جام بھر کے پیش کر دیا ہے۔ تشنگانِ شرابِ معرفتِ حسن آئیں اور اپنی پیاس بجھائیں۔

بشری تقاضے کے تحت کوئی سہو ہو گیا ہو تو غلطی پر مطلع فرمائیں۔ یہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ اگر کہیں کہیں سے پسند آ جائیں تو دعا دے دیں۔

دُعا خواہ
خاک پائے حسن
سید محمد اشرف قادری برکاتی

امینِ ملت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی
صاحبِ سجادہ، خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

تقریظ

''یادِ حسن'' احسن العلما سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسنؔ قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق یادوں کا ایک ایسا گلدستہ ہے جس کا ہر پھول جداگانہ خوشبو اور رنگت کا مالک ہے۔

اس مجموعے میں حضور احسن العلما سے متعلق سید محمد اشرفؔ کا طویل سوانحی مضمون ہے جس میں اجمالاً حضرت والا کی پوری زندگی پیش کی گئی ہے۔

حضور احسن العلما سے متعلق مختلف علمائے کرام، مشائخ عظام، بوریہ نشینوں، مفتیان ذوی الاحترام اور دیگر احباب کے تاثرات ایک جگہ جمع کر دیئے ہیں تاکہ ان کی شخصیت کے مختلف پہلو روشن ہو جائیں۔

حضرت والا فقید المثال مقرر تھے ہزار ہا ہزار کے مجمع کو گھنٹوں خطاب کرنا ان کا طرہ امتیاز تھا۔ ان کی ایک مفید تقریر بھی اس مجموعے میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ حضور احسن العلماء کے نمونۂ کلام کو بھی پیش کیا گیا ہے۔

مختلف شعرا نے حضور احسن العلما کو اپنے اپنے انداز سے منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا جو اس مجموعے میں شامل ہے۔

میں اس مجموعے کے مرتب کو دل کی گہرائیوں سے دعا دیتا ہوں کہ انہوں نے اپنے دور کی ایک اہم مذہبی شخصیت کی، جو شریعت و طریقت و معرفت کا سنگم تھی، قلمی تصویر پیش کر دی۔

مجھے پوری امید ہے کہ وابستگان سلسلۂ قادریہ اس مجموعے کے مطالعے سے روحانی سرور حاصل کریں گے۔

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

فہرست

۱- خانقاہ برکاتیہ
۲- ولادت مبارکہ
۳- بیعت وخلافت
۴- بچپن
۵- تعلیم
۶- دینی اور علمی خدمات
۷- زبان وادب پر عبور
۸- اعلیٰ حضرت سے انس
۹- خلافت نامۂ خاندانی
۱۰- تاج العلما کا مرتب کردہ محضر سجادگی
۱۱- وقف نامہ
۱۲- سید العلما کا مرتب کردہ محضر سجادگی
۱۳- حضرت احسن العلما کی رسم سجادگی خود ان کی زبانی
۱۴- حضرت احسن العلما کی شفقتیں اور کریمانہ عادتیں
۱۵- عزیزہ قادریہ خاتون کا انتقال
۱۶- خرقہ پوشی کی شب
۱۷- علما کا اعزاز
۱۸- احسن العلما کے تبلیغی اسفار
۱۹- احسن العلما کے وجود با مسعود کی برکتیں

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

۲۰- انداز تربیت
۲۱- حضرت احسن العلما کا سلسلۂ نسب اور سلسلۂ ارادت
☆ حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ
☆ فضائل وسوانح
☆ فتح بلگرام
☆ تعریف بلگرام
☆ وجہ تسمیہ بلگرام
☆ اولاد امجاد
☆ وصال شریف
۲۲- شجرۂ پدری
۲۳- شجرۂ مادری
۲۴- حضرت احسن العلما کا رشتۂ ازدواج واولاد وامجاد
۲۵- حضرت کی اہلیہ محترمہ کا نسب نامہ
۲۶- اولاد
۲۷- احسن العلما کی دینی شوکت اور سیاسی بصیرت
۲۸- تدبر
۲۹- سیاست
۳۰- یاد الٰہی
۳۱- دل جوئی
۳۲- دانش مندی
۳۳- شیریں بیانی
۳۴- الفت رسول
۳۵- ہمت

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

۳۶- محبت اولیائے کرام
۳۷- صدور کشف وکرامات
۳۸- طریقۂ اجداد پر عمل
۳۹- فضلا کی عزت وتوقیر
۴۰- یگانگت
۴۱- حلم وانکسار
۴۲- یقین کی دولت
۴۳- دین کی خدمت
۴۴- حکمت کی باتیں کرنے کی عادت
۴۵- سرداری
۳۶- نعمتوں کی تقسیم
۴۷- مہمان نوازی
۴۸- انسان نوازی
۴۹- نمازوں کی کثرت
۵۰- قادری سلسلے سے عشق
۵۱- اعزہ پروری
۵۲- دریادلی
۵۳- ریا سے نفرت
۵۴- حضرت احسن العلما کی چند عادات مبارکہ
۵۵- کیفیت وصال

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا
(نظم میں)

۱- نور کی تفسیر سید ملت سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی
۲- حسن میاں کی بات کرو سید ملت سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی
۳- حسینی حسن سید جمال الدین احمد اسلم
۴- کیا خبر تھی آسمان زیر زمین سو جائے گا
سید محمد اکمل اجملی
۵- استقامت کا وہ کوہ محکم و بالا حسن
مفتی محمد اختر رضا قادری برکاتی ازہری
۶- مدحتِ حیدر حسن مفتی محمد اختر رضا قادری برکاتی ازہری
۷- عروج علم و عمل، امتزاج فقر و شہی
بحر العلوم مفتی عبد المنان مصباحی
۸- تاریخِ وصال حضرت احسن العلما
مفتی مظفر احمد قادری داتا گنجوی
۹- گلستانِ حسن مفتی مظفر احمد قادری داتا گنجوی
۱۰- شمعِ قادریت پدم شری الحاج بیل اتساہی
۱۱- نوری گھرانہ پدم شری الحاج بیل اتساہی
۱۲- نیر اعظم علامہ غلام ربانی فائق علیہ الرحمہ
۱۳- نور کے مظہر مفتی احمد میاں حافظ برکاتی

۱۴-	آرزوئے دل	مفتی احمد میاں حافظؔ برکاتی
۱۵-	اے جانِ من مارہروی	مفتی احمد میاں حافظؔ برکاتی
۱۶-	رنگ حجابِ حسن	حضرت حق بنارسی علیہ الرحمہ
۱۷-	فخرِ خانداں	ڈاکٹر فضل الرحمٰن شررؔ مصباحی
۱۸-	عارفِ کامل	مولانا محمد قاسم حبیبی
۱۹-	چراغِ رہِ تسلیم ورضا	مولانا محمد قاسم حبیبی
۲۰-	لطفِ غائبانہ	مولانا محمد قاسم حبیبی
۲۱-	مرامد عا حسن ہے	مولانا محمد قاسم حبیبی
۲۲-	بحرِ عرفاں کے شناور	مولانا محمد قاسم حبیبی
۲۳-	دھوپ میں سائباں	مولانا محمد قاسم حبیبی
۲۴-	چاند ستارے	مولانا محمد قاسم حبیبی
۲۵-	کوئے کرم	مولانا محمد قاسم حبیبی
۲۶-	موجۂ بہار	یاور وارثی
۲۷-	رحمتوں کا استعارہ	یاور وارثی
۲۸-	غمگسارِ حسن	مولانا محمد قاسم حبیبی
۲۹-	سائبانِ شفقت	مولانا محمد قاسم حبیبی
۳۰-	فقیہِ اہل سنت	مولانا قاری محمد میکائیل ضیائی
۳۱-	ترا گھر ہے فیضِ رساں حسن	مولانا قاری محمد میکائیل ضیائی
۳۲-	گلستانِ شاہ برکت	مولانا سخاوت علی قادری
۳۳-	سنیت کے تاجور	سید احترام الحسن ساغر رضوی برکاتی
۳۴-	عظمت کے نقیب	احمد مجتبیٰ صدیقی
۳۵-	عکسِ کردارِ علی	علی احمد سیوانی
۳۶-	برکات کے روشن چراغ	مفتی محمود احمد کامل برکاتی

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

۳۷- شانِ مارہرہ	عبدالعلی عزیزی
۳۸- نوری کرن	مولانا محمد ابرار حسین رضوی
۳۹- بہارِ جاں فزا	ماسٹر محمد لعل قادری
۴۰- میرِ کارواں	ماسٹر غلام احمد برکاتی
۴۱- برکاتی گھرانہ	محمد عنایت اللہ برکاتی
۴۲- لطفِ حسن	محمد عنایت اللہ برکاتی
۴۳- ہم شبیہِ غوث اعظم	محمد عنایت اللہ برکاتی
۴۴- یادِ حسن	ساحلؔ شہسرامی
۴۵- ذکرِ حسن	ساحلؔ شہسرامی
۴۶- میری منزل	ساحلؔ شہسرامی
۴۷- حَسن حَسن	ساحلؔ شہسرامی
۴۸- سیدی مغفور آہ	سید محمد اشرف قادری برکاتی
۴۹- لوگ ہمیں اب بھاتے کب ہیں	سید محمد اشرف قادری برکاتی
۵۰- وہ مہرباں نگاہیں	سید محمد اشرف قادری برکاتی
۵۱- حسین نگینہ	سید محمد اشرف قادری برکاتی
۵۲- زینتِ اہل سنت	سید محمد اشرف قادری برکاتی
۵۳- رہبرِ کامل، مرشدِ اعظم	سید محمد اشرف قادری برکاتی
۵۴- سروِ گلستاں	سید محمد اشرف قادری برکاتی
۵۵- یادِ حسن	سید محمد اشرف قادری برکاتی
۵۶- بے ریا، باوفا	سید محمد اشرف قادری برکاتی
۵۷- برکاتی دیپک	سید محمد اشرف قادری برکاتی

کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

(نثر میں)

۱- صبر واستقامت کے پیکر مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ
۲- اعزازِ علما اور عشق رضا علامہ ارشد القادری
۳- روایاتِ اسلاف کے امین مفتی جلال الدین احمد امجدی
۴- پیکرِ اخلاق پروفیسر سید محمد امین قادری
۵- جہانِ شفقت وانبساط سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی
۶- خطابتِ احسن العلما کے اجزائے ترکیبی
ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم قادری برکاتی
۷- مرشد اجازت کا فیض صوفی نظام الدین قادری
۸- احسن العلما-لسّان عصر سید شاہ محمد اکمل اجملی
۹- عطائے احسن مفتی لطف اللہ قادری برکاتی
۱۰- کرم نواز شخصیت مفتی مظفر احمد داتا گنجوی
۱۱- محتاط بزرگ علامہ محمد احمد مصباحی
۱۲- علم کے قدرداں علامہ یٰسین اختر مصباحی
۱۳- سلف کی سچی یادگار علامہ محمد عبدالمبین نعمانی
۱۴- دوراندیش اور خوددار انسان سید دلشاد احمد قادری برکاتی
۱۵- فکر وخیال کا اعلیٰ معیار ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم
۱۶- احسن العلما کی نصیحتیں مولانا سخاوت علی قادری

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

۱۷- فیضِ حسن مولانا شہاب الدین قادری برکاتی
۱۸- احسن العلما کے ممتاز اوصاف کریمانہ
مولانا ارشاد احمد رضوی
۱۹- حافظ ملتِ اور جامعہ اشرفیہ سے والہانہ لگاؤ
مولانا مبارک حسین مصباحی
۲۰- احسن العلما کی اصاغر نوزی اور تصلب فی الدین
مفتی عبدالقدیر خاں برکاتی
۲۱- احسن العلما کا اسلوب خطابت
نوشاد عالم چشتی
۲۲- شفیق مربی محمد اکبر قادری برکاتی
☆ خلفائے کرام
☆ روداد چہلم حضور احسن العلما و رسم سجادہ نشینی حضرت امین ملت
☆ پہلا سالانہ فاتحہ (عرس احسن العلما)

آثار احسن العلما

۱- حقیقی کامیابی کا راز (مقالہ) حضرت احسن العلما قدس سرہٗ
۲- نمونۂ کلام حضرت احسن العلما قدس سرہٗ
☆ محمد آبروئے مومناں ہیں
☆ مقدر سے اگر سرکار میں جانا میسر ہو
☆ المدد یا غوث اعظم المدد
☆ گاگر
☆ گاگر
☆ آئینۂ حق نما
۳- ذکر سید الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (تقریر

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قدیم صوبہ متحدہ کے دارالسلطنت اکبرآباد سے ملحق ضلع ایٹہ کے مغربی حصے میں واقع صوفیائے کرام کی مشہور و معروف بستی مارہرہ شریف میں خاص شاہراہ کے شمالی حصے میں وہ عظیم الشان درگاہ ہے جہاں بڑے بڑوں نے اپنے سرِ عقیدت فخر کے ساتھ جھکائے ہیں۔

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

(امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

یہ درگاہ شریف، درگاہ شاہ برکت اللہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام نامی سے موسوم ہے اور سنّی دنیا کا کوئی ذی علم شخص ایسا نہیں جو اس درگاہ اور درگاہ سے وابستہ خانقاہ کی دینی و علمی خدمات کا معترف نہ ہو۔ ہندوستان میں ہی نہیں برصغیر ہندو پاک میں یہ سب سے بڑی قادریہ سلسلے کی درگاہ ہے۔ وہ اس لیے بھی کہ سلسلہ قادریہ کا اجرا اس خانقاہ کے مرشدانِ کرام اور خلفاے عظام کے ہاتھوں جس قدر عمل میں آیا، کسی دوسری خانقاہ کے مرشدانِ کرام اور خلفاے عظام کے ہاتھوں عمل میں نہیں آیا۔ الحمد للہ۔ لیکن اس امر کو اہلِ خانقاہ نے رب تعالیٰ کا عطا کردہ انعام سمجھا، بے جا تفاخر کا تمغہ نہیں۔

خانقاہ برکاتیہ:

عہد شاہ جہانی کے مشہور و معروف صوفی شاعر صاحب البرکات سلطان العاشقین حضرت سیّد شاہ برکت اللہ عشقی پیمی بلگرامی ثم مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس درگاہ کے جنوبی رخ کی خانقاہ میں ان کے پوتے حضرت سید شاہ حقانی ابن سیّد شاہ آل محمد علیہ الرحمۃ والرضوان کا دیوان خانہ تھا۔ یہ وہی شاہ حقانی ہیں جن کا ترجمۂ قرآن اور تفسیر قرآن ''نعت رسول کی'' اور ''

عنایت رسول کی'' اردو تراجم وتفاسیر میں تقریباً اولیت کا شرف رکھتے ہیں اور جو اس وقت حضرت امین ملّت سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ کے کتب خانے میں بفضلہٖ تعالیٰ محفوظ ہیں۔ امینِ ملت پروفیسر سید محمد امین قادری برکاتی، مولانا ارشاد احمد رضوی ساحلؔ شہسرامی کے اشتراک عمل سے ان دونوں نادر و نایاب تصانیف پر تحقیقی کام کر چکے ہیں۔ (یہ کتاب ''شاہ حقانی کا اردو ترجمہ وتفسیر قرآن''، بفضلہٖ تعالیٰ شائع ہو چکی ہے۔) ان کے دیوان خانے کے قدیمی مقام پر خاتم الاسلاف، افتخار الاخلاف حضرت سیّد شاہ میر محمد صادق قدس سرہٗ نے خانقاہ میں عالی شان محل سرا و حویلی سجادہ نشینی از سرِ نو تعمیر فرمائی۔

خانقاہ شریف کی یہ عمارت قصبے کے ہر گوشے سے نظر آتی ہے۔ یہ ایک سہ منزلہ لکھوری اینٹ کی بنی ہوئی وسیع وعریض حویلی ہے۔ طویل دالانوں، وسیع آنگن، برآمدوں، صحنچیوں اور مختلف بلندیوں کی چھتوں پر مشتمل اس حویلی کا صافہ کھجور کا وہ بابرکت درخت ہے جس کا بیج بقیۃ السلف، حجۃ الخلف زینتِ سجادہ برکاتیہ، حاملِ مسند احمدیہ حضرت ابوالقاسم سیّدنا شاہ محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان ۱۳۰۰ھ میں حج وزیارت سے مشرف ہوتے وقت اپنے ساتھ مارہرہ شریف لے کر آئے تھے۔ حویلی محل سرا کے صدر دروازہ کی پانچ سیڑھیاں چڑھ کر ڈیوڑھی اور تین دروازے پار کرنے کے بعد ایک وسیع آنگن نظر آتا ہے۔ حویلی محل سرا کے مغربی گوشے میں ایک اقامتی حصہ ہے جو ''کوٹھی'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس محل سرا کے اقامتی حصے مختلف ناموں سے جانے جاتے ہیں مثلاً ایک تو یہی مندرجہ بالا ''کوٹھی'' ہے اس سے ملحق ''محمد میاں کا مکان (حضرت تاج العلماء کے نام سے موسوم) پھر صدر دالان، اندرونی دالان، آنگن والی کوٹھی، کبوتروں کا دالان، صحنچی، تہ خانہ وغیرہ وغیرہ۔ پوری محل سرا لکھوری اینٹ اور چونے کے مسالے سے بنی تھی۔ بعد میں اس کے کچھ حصے حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان اور حضرت امین ملّت مدظلہ العالی نے بڑی اینٹ کے پختہ فرش میں تبدیل کر دیے۔ حضور احسن العلماء نے اس محل سرا سے ملحق مہمان خانہ عرس قاسمی تعمیر کرایا جو قصبے میں اپنی نوعیت کی واحد تعمیر ہے۔ ان کے وصال کے بعد اپنے والد گرامی علیہ الرحمۃ والرضوان کی

ایما اور ہدایت پر حضرت امین ملّت نے سید نجیب حیدر سلمہٗ کی نگرانی میں ''مکان محمد میاں'' کی ظاہری شکستگی کے پیش نظر ایک جدید عمارت پختہ تعمیر کرائی جو عرس کے زمانے میں مہمان خانے کا کام دیتی ہے۔ حضور احسن العلماء کی تعمیراتی سرگرمیوں کا ذکر آگے اپنے مقام پر آئے گا، ہم پھر پیچھے کی طرف چلتے ہیں۔

ولادتِ مبارکہ:

آنگن کے مغربی حصّے میں ''کوٹھی'' کے نام سے موسوم اقامتی حصّے کے اندرونی دالان میں ۱۳۴۵ھ بروز اتوار نبیرۂ سیّد شاہ آلِ رسول علیہ الرحمۃ والرضوان یعنی حضرت شاہ آل عبا زیدی الواسطی ابن سیّد حسین حیدر زیدی کے گھر میں یعنی سیّدہ شہر بانو صاحبہ بنت حضرت ابوالقاسم سید محمد اسماعیل حسن زینت سجادہ برکاتیہ کے یہاں اولاد نرینہ کی پیدائش ہوئی۔ پیدائش کے وقت نومولود سر سے پیر تک ایک قدرتی غلاف میں لپٹے ہوئے تھے اور اس غلاف کے اوپری حصّے پر تاج کی شکل بنی ہوئی تھی۔ میری پھوپھی صاحبہ الحاج حافظہ سیّدہ زاہدہ خاتون مدظلہا کا بیان ہے کہ دایہ نے زمین پر ہاتھ مار کر اپنا لاکھ کا کڑا توڑا اور اس کی نوک سے غلاف کو قطع کیا۔ معاً ایسا لگا کہ اس نیم تاریک اقامتی حصّے میں ایک اجالا سا پھیل گیا ہو۔ نومولود کا چہرہ مہرِ درخشاں اور ماہِ تاباں کی طرح روشن تھا۔ یہی وہ نومولود ہیں جنھیں دنیائے سنیت شیخ المشائخ، احسن العلماء، مولانا مفتی حافظ قاری سیّد شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام نامی اسمِ گرامی سے جانتی ہے۔ اسلامی کلنڈر کے حساب سے اس مہرِ درخشاں نے ۷۱ برس تک اپنی روشنی سے خانوادے، مریدین، متعلقین، معتقدین کے دلوں کو منور کیا اور اس ماہِ تاباں نے اپنی ٹھنڈی ٹھنڈی دل خوش کن چمک سے ہر اس شخص کو راحت دی جس نے ایک لمحے کے لیے بھی ان کا چہرہ دیکھا۔

ان کی پیدائش پر ان کے نانا حضرت سیّد شاہ اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے بہت خوشیاں منائیں اور ان کے دادا حضرت سیّد شاہ حسین حیدر زیدی الواسطی خلیفہ حضرت شاہ آلِ رسول احمدی نے سجدۂ شکر ادا کیا۔

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

بیعت وخلافت:

پھوپھی صاحبہ سیدہ حافظہ زاہدہ خاتون مدظلہا کا بیان ہے کہ ان کے دونوں بھائی اور دونوں بہنیں (سید شاہ حسین میاں اس وقت پیدا نہیں ہوئے تھے) ایک ساتھ حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے۔ واقعہ یوں تھا کہ حضرت شاہ جی میاں کی علالت بڑھ گئی تھی۔ سب سے بڑے بھائی حضرت سیّد شاہ آل مصطفیٰ میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے والد ماجد حضرت سید شاہ آل عبا علیہ الرحمۃ والرضوان کو حیدرآباد خط لکھا جو ان دنوں بسلسلۂ ملازمت وہاں مقیم تھے کہ حضرت ممدوح کی علالت بڑھ گئی ہے، ہم لوگ نابالغ ہیں، بیعت کے لیے آپ کی اجازت چاہتے ہیں۔ حیدرآباد سے وہ اجازت نامہ بشکل خط آیا تھا۔ وہ خط لے کر حضرت سیّد العلماء (وہ اس وقت ۱۲-۱۳/ برس کے تھے) حضور تاج العلماء سید شاہ محمد میاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے پاس گئے اور انہیں خط پڑھ کر سنایا۔ تاج العلماء علیہ الرحمۃ دونوں بھائیوں اور دونوں بہنوں کو لے کر مجدد برکاتیت حضرت سیّد شاہ اسماعیل حسن علیہ الرحمۃ والرضوان کے پاس پہنچے جو اس وقت ہری کوٹھی کے اندرونی دالان میں جنوباً شمالاً آرام فرما رہے تھے۔ حضرت نے چاروں کو بیعت فرمایا اور حضور احسن العلماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ ومجاز بنا کر اعلان فرمایا کہ یہ میرا جانشین ہوگا۔ حضور احسن العلماء کی والدہ محترمہ نے فرمایا کہ بھیا (حضور تاج العلماء) موجود ہیں تو یہ کیسے آپ کے سجادہ نشین ہوں گے۔ فرمایا کہ بیٹی محمد میاں (تاج العلماء) میری نسل کے سجادہ نشین ہیں اور حسن میاں میری ذات کے سجادہ نشین ہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ آلِ مصطفیٰ (حضور سید العلماء) تم حسن میاں کا رشک نہ کرنا۔ تم کو تمہارا حصہ بڑے گھر سے ملے گا۔

راقمِ تحریر عرض کرنا چاہتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں علیہ الرحمۃ کی چشم بصیرت کی یہ کرامت ہی تو تھی کہ انھوں نے دیکھ لیا تھا کہ حضور تاج العلماء کی اولاد زندہ نہ رہے گی اور حضرت احسن العلماء ان کی ذات کے سجادہ نشین بھی ہوں گے اور ان

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

کی نسل کے بھی سجادہ نشین ہوں گے۔ان کی چشم بصیرت نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ آج سے ۱۴؍ برس بعد حضور سید العلماء کو بڑے گھر یعنی سیّد شاہ مہدی حسن میاں صاحب کے گھر سے سجادگی ملے گی۔

بچپن:

پھوپھی صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ حسن میاں کو بچپن اور لڑکپن میں کسی کھیل سے کوئی رغبت نہیں تھی۔یعنی بچپن سے ہی جب کہ شعور پوری طرح بیدار نہیں ہوتا ہے، انھوں نے سرورِ کائنات صلی اللہ ولیہ وسلم کے نقشِ قدم کو اپنی حیات کی منزل بنالیا تھا۔ پھوپھی صاحبہ کا بیان ہے کہ حسن میاں بچپن میں چھوٹی مہری کا پاجامہ، روئی کا دگلہ اور بڑی سی ٹوپی پہنتے تھے۔صدر دالان کے نزدیک کبوتر کی کابکیں رکھی ہوئی تھیں۔گھر کے بڑے افراد ان کو وہیں جا کر تلاش کرتے تھے۔وہ کبوتروں کو ہاتھ میں لے کر ان کے پوٹوں کو چوم رہے ہوتے تھے۔حضور احسن العلماء نے کبوتروں سے اپنی محبت زندگی بھر نباہی۔انھوں نے کبھی کبوتر نہیں اڑائے لیکن ان کے دانے پانی اور وقت پر کھولنے بند کرنے کا بہت اہتمام کرتے تھے اور ان پرندوں سے بہت شغف ومحبت روا رکھتے تھے اور اکثر انہیں آزاد رکھتے تھے۔بلّی کے حملے کے ڈر سے صرف رات میں کابک میں بند کرتے تھے۔ان کی خوراک کے بارے میں ہم بچوں کو نصیحت کرتے کہ ان پرندوں کو دن میں ستر بار دانہ دکھانا چاہئے۔

بچپن میں حضور احسن العلماء کا یہ بھی معمول تھا کہ چونکہ کہ رات کو ان کی والدہ کو بہت پیاس لگتی تھی، اس لیے وہ ان کے پلنگ کی پٹی کے نیچے کنویں سے تازہ پانی کھینچ کر لوٹے میں رکھ کر اسے ڈھک دیتے تھے اور لوٹے کی ٹونٹی میں کاغذ کی گلوری لگا دیتے تھے تاکہ کوئی کیڑا مکوڑہ اندر نہ جاسکے۔ان کی اس عادت پر ان کی والدہ ان کو بہت دعائیں دیتی تھیں اور یہ سب دعائیں خوب خوب قبول ہوئیں۔

پھوپھی صاحبہ کا بیان ہے کہ ایک بار حضور احسن العلماء کو ان کی والدہ نے بچپن

کی کسی بات پر تادیب کی خاطر مونڈھے کو الٹا کر کے اس میں کھڑے رہنے کا حکم دیا اور پھر بھول گئیں۔ بہت وقت گزر جانے کے بعد جب ان کا گھر کے اس حصّے سے گزر ہوا تو دیکھا کہ بیٹا اسی طرح کھڑا تھا۔ انھوں نے پوچھا یہاں کیوں کھڑے ہوئے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ آپ ہی کا تو حکم تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ وہ تو اس وقت کے لیے تھا۔ بیٹے نے فرمایا کہ آپ نے مونڈھا چھوڑنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اس لیے وہ وہیں کھڑا رہا۔ فی زمانہ والدین کی نافرمانی کرنے والوں کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

تعلیم:

پھوپھی صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ حسن میاں کو قرآن عظیم ان کی والدہ محترمہ نے شروع کرایا تھا۔ سوا دو پارے والدہ سے پڑھنے کے بعد قصبے کے مشہور حافظ سلام الدین قریشی مرحوم سے قرآن عظیم حفظ کیا۔ ان کے انتقال کے بعد باقی حصہ حافظ عبدالرحمٰن عرف حافظ کلو صاحب مرحوم سے پڑھا۔ لگ بھگ گیارہ برس کی عمر میں قرآن عظیم حفظ فرمایا۔ بڑے پیمانے پر الم نشرح کی تقریب ہوئی۔ شیر بیشہ؟ سنت مولانا حشمت علی خاں صاحب علیہ الرحمۃ نے اصرار کر کے اپنی طرف سے دولہا بنایا۔ دولہا بنے، سہرے گائے گئے اور اعزہ کی دعوت ہوئی۔ یہ اسی حفظ قرآن کی برکت ہے کہ حضور احسن العلماء نے اپنی حیاتِ مقدسہ میں بے شمار محرابیں سنائیں۔ بمبئی میں دو تاریخی شبینے سنائے جس کا ذکر آگے آئے گا اور قرآن عظیم کی برکت تھی کہ آخری ایّام میں فرمانے لگے تھے کہ دنیاوی معاملات میں سہو ہو جاتا ہے لیکن بفضلہٖ تعالیٰ قرآن عظیم سینے میں جوں کا توں محفوظ ہے۔ حضور احسن العلماء صرف رمضان میں نہیں بلکہ پورے برس قرآن عظیم کی تلاوت فرماتے تھے۔ تلاوت کرتے وقت قرآن عظیم سامنے ہوتا تھا لیکن وہ روانی کے ساتھ پڑھتے چلے جاتے تھے اور بعد میں کئی کئی صفحہ ایک ساتھ پلٹ دیتے تھے۔ رمضان شریف کے ایام میں وہ دیگر حفاظ کا قرآن مجید بھی سنتے تھے۔

پھوپھی صاحبہ اور دیگر بزرگانِ خاندان کا بیان ہے کہ حسن میاں کی ایک بہت بڑی

خوبی یہ تھی کہ وہ کسی کا حسد تو حسد، رشک بھی نہیں کرتے تھے اور اس بات کا ایک عالم شاہد ہے۔ ان کی اس خوبی کا بڑے بڑوں نے اعتراف کیا ہے۔ بہت بچپن سے ہی حقیقی ماموں نے انہیں اپنی تحویل میں لے لیا تھا اور ان کی تعلیم و تربیت اپنے آغوشِ محبت میں کی۔

ان کے اساتذۂ کرام میں حضور تاج العلماء، حضرت شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی علیہ الرحمۃ گھوسوی، مفتی سندھ، خلیل العلماء حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قادری برکاتی، حضرت شیر بیشۂ سنت مولانا حشمت علی صاحب علیہ الرحمۃ جیسے نامی گرامی اساتذہ کرام تھے۔ اردو کے استاد منشی سعید الدین صاحب تھے۔ انگریزی کے کچھ سبق قبلہ ماسٹر سمیع الدین صاحب مدظلہ سے پڑھے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا، قرآن عظیم کے درس کے اساتذہ میں والدہ محترمہ حضرت سیدہ شہر بانو رحمۃ اللہ علیہا اور حافظ سلام الدین اور حافظ عبدالرحمٰن عرف حافظ کلو رحمۃ اللہ علیہم تھے۔ حضرت خلیل العلماء کا معاملہ یہ تھا کہ وہ مستقلاً مارہرہ شریف میں رہ کر حضرت احسن العلماء کو درس دیتے تھے۔ اس دوران اگر حضور تاج العلماء کو کہیں بیرونی سفر پر جانا ہوتا اور حضور احسن العلماء ان کے ساتھ ہوتے تو حضرت خلیل العلماء مولانا خلیل احمد صاحب بھی سفر میں بغرضِ درس و تدریس شریک رہتے تاکہ ناغہ نہ ہو۔ اس بات کا نقشہ برادر عزیز مولانا احمد میاں بن حضرت خلیل العلماء نے اپنی کتاب میں بڑے خوبصورت انداز میں کھینچا ہے۔

بقول پھوپھی صاحبہ، حضور تاج العلماء فرماتے تھے کہ حسن میاں کی ذہانت کا کیا پوچھتی ہو۔ میں ایک صفحہ سبق پڑھاتا ہوں اور وہ اسے فوراً یاد کر لیتے ہیں اور زیادہ سبق کی فرمائش کرتے ہیں۔ اللہ اللہ کیسے استاد تھے اور کیسے شاگرد تھے۔

درس کی تکمیل کے بعد حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے دست و قلم سے سند عطا فرمائی۔

دینی اور علمی خدمات:

حضور احسن العلماء کو خانقاہی کاموں سے جب جب فرصت ملتی وہ خانقاہ کے

مدرسے ''مدرسہ قاسم البرکات'' میں درس وتدریس کا کام بھی انجام دیتے۔اسی مدرسے میں ۱۹۶۲ء میں انھوں نے میرا امتحان سورۂ قل اعوذ برب الناس پڑھوا کر اور نماز کی امامت کی مشق دیکھ کر لیا تھا۔ بزرگ بتاتے ہیں کہ حضور احسن العلماء نے باقاعدہ سجادہ نشین اور صدر کمیٹی درگاہ شاہ برکت اللہ اور متولی مسجد برکاتی ہونے سے بہت پہلے خانقاہ کی مسجد برکاتی کا مصلیٰ سنبھال لیا تھا اور سلسلہ وعظ بھی شروع کر دیا تھا۔حضرت تاج العلماء نے شروع میں حضرت احسن العلماء کو وعظ کہنے کے داب وآداب سکھائے اور پھر مسجد برکاتی کے منبر سے حضور احسن العلماء نے زندگی کے آخری ایام تک جمعہ کی نماز سے پہلے آدھ گھنٹے کا بیان کا سلسلہ جاری رکھا۔اس آدھے گھنٹے کے بیان میں قرآن عظیم، حدیث پاک فقہی مسائل کا بیان دینی اور دنیوی مسائل سے مقتدیوں کو آگاہ کرانے کا سلسلہ ۵۴ربرس تک یعنی ان کی حیات طیبہ تک چلا۔

چوّن سال اسی منبر سے درس دیا تھا دینِ حق کا
ان کی فصاحت،ان کی بلاغت حسن میاں کی بات کرو
(حضرت نظمی مارہروی)

درگاہ ومسجد سے لے کر خانقہ ومہماں خانہ
چوّن سال کی محنتِ پیہم حسن میاں پھر یاد آئے
(سید محمد اشرف)

غالباً یہ بھی ایک ریکارڈ ہوگا کہ کسی ایک عالمِ دین نے بیرونی اسفار کی مدت کے علاوہ کسی ایک جگہ مستقل طور پر ۵۴رسال تک وعظ وہدایت کا سلسلہ جاری رکھا ہو۔ جمعہ کے وعظ میں نہایت سادہ انداز میں موقع ومحل کے اعتبار سے تقریر کرتے۔کیوں کہ سامعین میں قصبے کے نیم خواندہ لوگوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔قصبے کے لوگوں میں آج جو دین کی فہم اور مسائل سے آگاہی ہے، وہ بڑی حد تک حضور احسن العلماء کے انہیں آدھ گھنٹے کے بیانات کا ثمرہ ہے۔ برادر طریقت حافظ شریف احمد صاحب نے حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے بیانات کو ان کی زندگی میں ٹیپ کرنا شروع کر دیا تھا۔ان کے پاس

ان کیسٹوں کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ ان کو سنا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ حضور احسن العلماء کی تقریروں میں علم ومعرفت کے کیسے چمک دار موتی بکھرے پڑے ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ ان سیکڑوں کیسٹوں میں بند تقریروں کو ''ملفوظات احسن العلماء'' کے عنوان سے یکجا کر دیا جائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

زبان وادب پر عبور:

والد ماجد علیہ الرحمۃ کو عربی فارسی گرامر پر بڑا عبور حاصل تھا۔ عربی وفارسی کے عالم ہونے کے باوجود وہ اردو کو اس کے اصل لہجے کے ساتھ بولتے تھے اور اسی کو فصیح جانتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اصل لفظ عربی میں محبت بفتح میم ہے، لیکن اردو میں محبت کے میم پر پیش لگا کر پڑھنا اور بولنا ہی فصیح ہے وہ اردو بولنے میں عربی مخارج کے استعمال کو روا نہیں سمجھتے تھے۔ وہ اپنی گھریلو بولی میں بلکہ وعظ وتلقین کی محفلوں میں بھی ہندی کھڑی بولی، برج اور اودھی کے بول بے تکلفی کے ساتھ بلا تصنع استعمال کرتے تھے جو ان کے منھ پر بہت بھلے لگتے تھے۔ وہ اردو بہت تیز لکھتے تھے اتنی تیز کہ انگریزی کا عام شارٹ ہینڈ رائٹر اتنی تیزی سے انگریزی شارٹ ہینڈ بھی نہیں لکھ سکتا۔ جب وہ ہاتھ سنبھال کر لکھتے تھے، بہت خوشخط لکھتے تھے۔ ان کے والد کریم حضرت آل عبا زیدی الواسطی قادری برکاتی بھی بہت خوشخط تھے۔

اعلیٰ حضرت سے انس:

والد معظم اکثر گھر میں اہلِ خاندان کے درمیان بیٹھ کر گفتگو کے بیچ بیچ میں، انوری، خاقانی، سودا، میر، اور میر درد اور مارہرہ کے شعراء کے شعر بھی حسب موقع پڑھا کرتے تھے۔ میر تقی میر کے اشعار انہیں بہت پسند تھے۔ لیکن شاعروں میں انہیں سب سے زیادہ کلام امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کا یاد تھا۔ ان کا شعر سناتے وقت فرماتے: ''سنو! میرے اعلیٰ حضرت کیا فرماتے ہیں''۔ یہ کہہ کر وہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا کوئی شعر سناتے۔ کبھی کبھی یوں بھی فرماتے سنو! بریلی والا کیا کہہ رہا ہے'' اور یہ کہہ کر اعلیٰ حضرت علیہ

الرحمۃ کا شعر سناتے۔ اعلیٰ حضرت سے انہیں عشق کی حد تک محبت تھی اور اس کا اظہار وہ خلوت وجلوت، ظاہر و باطن، گفتگو ووعظ، غرض یہ کہ ہر مقام پر کرتے تھے۔ اپنے مریدوں کے درمیان بھی اور دوسروں کے درمیان بھی۔ وہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ذکر ضرورتاً نہیں، عادتاً کرتے تھے اور عادتاً بھی نہیں محبتاً کرتے تھے اور محبت پر کسی کا اجارہ نہیں۔ اعلیٰ حضرت کا نام لینے سے پہلے چشم چراغ خاندان برکات کا لقب اکثر استعمال فرماتے۔

اعلیٰ حضرت اور ان کی دینی خدمات پر، ان کی کتابوں اور ان کتابوں میں بیان کردہ مضامین پر اور اعلیٰ حضرت کی شاعری پر انہیں اتھارٹی کا درجہ حاصل تھا۔ دور دور سے اسکالر آتے اور ان سے چند گھنٹے گفتگو کرتے سیر ہو کر واپس جاتے اور اپنے مقالوں کا وزن بڑھاتے۔ ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم، سابق چیئر مین شعبۂ تاریخ جامعہ ملیہ نے حضور احسن العلماء کو ماہر رضویات ہی نہیں، شارح رضویات بھی کہا ہے (اہل سنت کی آواز ۱۹۹۵ء کا اداریہ) اور بالکل صحیح کہا ہے۔ وہ فاضل بریلوی کے خاندان کے معاملات، حالات اور واقعات کے گہرے رازداں تھے۔ بہت سے معاملات کے تو چشم دید گواہ تھے۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے بعد بریلی شریف میں حق حقوق کے سلسلے میں جب بھی کوئی معاملہ پیش آیا، وہاں کے صاحب زادگان بریلی سے فوراً مارہرہ شریف تشریف لاتے، چاہے دن کا وقت ہو یا آدھی رات کا وقت اور حضور احسن العلماء سے اپنے دل کی بات کہہ کر ان کا فیصلہ لے کر خوش خوش واپس جاتے۔ ایسے کئی واقعات مجھے یاد ہیں، میرے علم میں ہیں لیکن ہر بات کا ایک موقع ہوتا ہے۔

حضور احسن العلماء کے بارے میں یہ چند صفحات تمام واقعات کے اندراج کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ البتہ ایک عجیب لطف کی بات یہاں عرض کرنا ضروری ہے کہ ان کے سامنے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا ذکر کر کے ہم لوگ مطمئن ہو جاتے کہ اب والدِ معظم ہم لوگوں کو کوئی نیا نکتہ، کوئی نئی بات، کوئی نیا مسئلہ ضرور بتائیں گے اور یہی ہوتا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ذکر آتے ہی ان کا چہرہ کھل اٹھتا، پیشانی مزید چمکنے لگتی اور طبیعت خوش ہو جاتی۔ کبھی کبھی ہم بیٹے جب دیکھتے کہ حضور والد ماجد علیہ الرحمۃ کسی بات سے متفکر ہیں

تو اعلیٰ حضرت کا ذکر چھیڑ دیتے اور پھر دیکھتے کہ والد معظم کی فکر لمحہ بھر میں دور ہو جاتی اور وہ اعلیٰ حضرت کا کوئی واقعہ یا ان کی کسی کتاب کا ذکر یا ان کا کوئی شعر پڑھ رہے ہیں۔ وہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے اشعار حدائق بخشش سے کبھی نہیں پڑھتے تھے۔ اس مقصد کے لئے ان کے پاس ایک مضبوط تر وسیلہ تھا اور وہ تھی ان کی یادداشت۔ ایک ہی محفل میں اعلیٰ حضرت کی کئی کئی نعتیں اور منقبتیں اسی ترتیب سے سناتے چلے جاتے جیسی کتاب میں درج ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی جو مشہور نعتیں انہیں بہت پسند تھیں وہ یہ ہیں :

کعبے کے بدر الدجیٰ تم پہ کروروں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروروں درود

واہ کیا جود وکرم ہے شہِ بطحا تیرا
''نہیں'' سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے
گر ان کی رسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے

سب سے اولیٰ واعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا ووالا ہمارا نبی

آنکھیں رو رو کے سُجانے والے
جانے والے نہیں آنے والے

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے، یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

وہ سرور کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے

یہ قصیدہ تو وہ بہت ہی استغراق اور وجد کے عالم میں پڑھتے اور اس میں استعمال شدہ صفتوں کی تشریح ایسے دلکش انداز میں فرماتے کہ ہم بچوں کے ذہن میں بھی بات نقش ہو جاتی۔ اعلیٰ حضرت کا شعر اگر کوئی غلط پڑھتا تو نرم انداز میں ضرور ٹوک دیتے۔ اکثر فرماتے: ''حدائق بخشش سمجھنا تو الگ، پڑھنا بھی ہر ایرے غیرے کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس غلام قادری راقم الحروف نے بھی یہ قطعہ اپنے والد معظم کی اسی بات کی یاد کی چھاؤں میں بیٹھ کر لکھا ہے۔ (یہ قطعہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے حاسدین ومخالفین کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے۔)

منارِ قصر رضا تو بلند کافی ہے
تم اس کے پہلے ہی زینے پہ چڑھ کے دکھلا دو
فتاویٰ رضویہ تو اک کرامت ہے
ذرا حدائق بخشش ہی پڑھ کے دکھلا دو

خلافت نامۂ خاندانی:

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے نانا حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن علیہ الرحمۃ والرضوان کے مرید وخلیفہ وجانشین تھے۔ ان کے صاحب زادے میرے مرشد گرامی تاج العلماء ممدوح اعلیٰ حضرت سید فخر عالم اولاد رسول محمد میاں علیہ الرحمۃ والرضوان جنھیں سنی دنیا تاج العلماء کے لقب سے پہچانتی ہے، نے ۱۳۶۲ھ میں اپنی طرف سے بھی حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے لیے مفصل خلافت نامہ خاندانی تحریر

فرمایا۔ان کے دستِ مبارک کی تحریر کردہ دستاویز کو تبرکاً یہاں نقل کر رہا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن لرحیم

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم وعلی الہ واصحابہ ذوی الوصل العمیم وعلیٰ من تبعھم

چہار شنبہ بست ونہم محرم الحرام ۱۳۴۷ھ کو حضرت سیدی ومرشدی والد حضرت السید الشاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں قدس اللہ تعالیٰ باسرار ہم نے اپنے زنانہ مکان واقع خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ سے برخوردار نورالابصار حافظ سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں سلمہٗ اللہ تعالیٰ کو داخلِ سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ فرمایا جیسا کہ حضرت کے روزنامچہ ۲۹ر محرم ۱۳۴۷ھ میں تحریر اور فقیر اس واقعہ کا چشم دید شاہد ہے۔و کفیٰ باللہ شھیدا۔

اور قبل وصال چند روز پہلے حضرت والدی ومرشدی سیّد شاہ محمد اسمٰعیل قدس سرہٗ نے برخوردار حسن میاں سلمہٗ اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ میرا مرید وخلیفہ اور سجّادہ نشین ہے۔اور حسن میاں سلمہٗ کے بڑے بھائی برخوردار، نورالابصار مولوی حافظ سید آل مصطفیٰ سلمہٗ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ تم اس کا رشک نہ کرنا اور بعض چیزیں چھڑی وغیرہ کے متعلق بھی فرمایا تھا کہ حسن میاں سلمہٗ کو دوں گا۔اس پر کسی نے کہا کہ حضرت کے سجّادہ نشین تو محمد میاں ہیں۔اس پر فرمایا کہ وہ تو میرے نسلی سجادہ نشین ہیں اور اسے یعنی حسن میاں کو میں نے اپنی ذات خاص کا سجّادہ نشین بنایا ہے۔یہ واقعات فقیر راقم کے روزنامچے غرّۂ صفر ۱۳۴۷ھ میں تحریر ہیں:

''آج ۲۹ر محرم ۱۳۶۲ھ جمعۂ مبارکہ بعد نماز جمعہ حویلی سجادہ نشینی واقع خانقاہ عالیہ برکاتیہ میں میں نے یہ تحریر لکھی اور خود بھی برخوردار، نورالابصار سید حافظ مصطفیٰ حیدر حسن میاں سلمہٗ اللہ تعالیٰ کو جملہ سلاسل خاندانی قدیمہ وجدیدہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ ونقشبندیہ وبدیعیہ مداریہ ومنامیہ، وعلویہ

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

واویسیہ جلیلیہ و برکاتیہ ومنوریہ معمریہ، رزاقیہ حمزویہ وآل رسولیہ کی نیز جملہ اعمال واوراد واذکار واشغال واوفاق ومصافحات واحادیث کریمہ وقرآن عظیم ودلائل الخیرات وحزب البحر وحرز یمانی ودیگر ادعیۂ خاندان کی اُن سب طریقوں سے جوفقیر حقیر کو اپنے حضرت مرشد برحق امام المرشدین قبلہ وکعبہ والد ماجد اور اپنے حضرت نانا صاحب نورالعارفین قبلہ سیّد شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب اور حضرت امام اہلِ سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب قدست اسرارہم العزیزہ سے بفضلہٖ تعالیٰ حاصل ہیں، اجازت عامہ وخلافت عامہ وخاصہ دی اور ان سب سلاسل میں بیعت لینے کا مجاز وماذون کیا بشرائط المعلومة عند الائمة۔ اللہ تعالیٰ مبارک ومسعود فرمائے اور برخوردار موصوف کو اپنے اکابر کرام قدست اسرارہم کے برکات وفیوض کا حامل ووارث ظاہری وباطنی اور ان کے فیوض وانوار کا پھیلانے والا بنائے۔ آمین بجاه النبی الامین علیه الصلاة والسلام وعلیٰ اله واصحابه وعلینا معهم وبهم برحمتك یا ارحم الراحمین۔ لازم ہے کہ اللہ ورسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی اطاعت ومحبت جان ودل، قول وعمل، اعضاء وجوارح سے حتیٰ الوسع بطریق اکمل دائم بجالانے میں ساعی وداعی رہیں۔ نیت خالصہ پر استقامت اور دشمنان دین ومخالفین شرعِ متین سے حتیٰ الوسع دور اور ان کے مراتب کے مطابق ان سے بیزار ونفور رہیں۔ جملہ کفار ومشرکین ومرتدین ومبتدعین بالخصوص وہابیہ، ملاعنہ، دیوبندیہ ونجدیہ، نیچریہ، زنادقہ غرض جملہ فرقِ باطلہ پر رد وطرد کو اپنا شعار بنائیں اور اپنے ظاہر وباطن کو شریعت مطہرہ کے مطابق آراستہ اور آداب طریقت کے مطابق پیراستہ رکھیں اور عقائد قدیم مذہب مہذب اہل سنت پر جیسا کہ اس خاندان عالی کے اکابر کرام قدست اسرارہم کی کتب وتحریرات مثلاً سبع سنابل شریف

حضرت اقدس میرے جد اعلیٰ میر عبد الواحد بلگرامی وہجۃ الاسرار شریف مشتمل بہ ارشادات آقائے نعمت غوث اعظم سیّدی و مولائی عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما و دیگر تصانیف حضرات اہل سنت وتصانیف اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت مجدد دین وملت حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب و عقائد نامہ منظومہ حضرت اخ معظم سیّد شاہ غلام محی الدین فقیر عالم ومفاوضات طیبہ وشوکتِ اسلام وغیرہ تصانیف حضرت مرشد برحق قدوۃ المتشددین علیٰ اعداء رب العالمین حضرت الحاج الحافظ القاری السیّد شاہ محمد اسمٰعیل حسن قدس سرہم العزیز وخطبۂ صدارت جماعت انصار الاسلام وغلبہ فئۂ قلیلہ الٰہیہ وغیرہ تحریرات فقیر حقیر سے ظاہر وروشن ہیں، پوری مضبوطی اور یکسوئی سے قائم رہیں اور اسی پر اپنی اتباع والوں ومسترشدین کو قائم رکھنے میں حتی الوسع ساعی رہیں۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین وعلینا معھم وبھم ولھم برحمتك یا ارحم الراحمین۔"

فقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی ابوالقاسمی غفرلہ بقلمہ

(تمت بالخیر) (اصل تحریر خانقاہ برکاتیہ کے کتب خانے میں محفوظ ہے)

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان کی زندگی کے آخری پل تک ان نصیحتوں پر عمل کیا اور وصال سے چند روز قبل اپنے بیٹوں کو وصیت کی: ''میرا کوئی مرید اگر مسلک اعلیٰ حضرت سے ہٹ جائے تو پھر مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں''۔ وہ اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کو مذہب مہذب اہلِ سنت کے بزرگوں کی تعلیمات کا ایک روشن باب جانتے تھے اور وقتِ وصال بھی انہیں اندازہ تھا کہ ان کے مرید تک جب ان کی وصیت پہنچے گی تو وہ سمجھ لے گا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی تعلیمات خاندان برکات کی ہی تعلیمات ہیں۔

زندگی بھر وہ بدعقیدہ لوگوں کو وعظ کے ذریعہ تلقین کرتے رہے لیکن کبھی ان سے

ظاہری و باطنی قربت نہیں رکھی۔ فی زمانہ استقامتِ دین کی ایسی مثالیں ملنا مشکل ہیں۔

تاج العلماء کا مرتب کردہ محضرِ سجادگی:

حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے والد معظم حضرت سیّد ابوالقاسم شاہ جی میاں علیہ الرحمۃ کے تجویز کردہ سجادہ نشین یعنی حضور احسن العلماء کو اعزہ خاندان اور اکابرین علماء کی موجودگی میں سجّادہ عالیہ قادریہ برکاتیہ پر اپنے ساتھ اپنے ہاتھوں سے بٹھایا اور اپنے دست وقلم سے محضرِ سجادگی مرتب کیا، جس کی نقل مندرجہ ذیل ہے:

۷۸۶/۹۲

الحمد للہ و کفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ و لا سیما علیٰ سیدنا و مولانا محمد المصطفیٰ و الہ و صحبہ و الخلفاء و الغوث الاعظم و السادات الاکارم الشرفا۔ امابعد! فقیر اپنے جملہ برادران دینی سیّد العارفین، سیّد الواصلین، قدوۃ المتشددین علیٰ اعداء رب العالمین اسوۃ المتصلبین فی الدین، سیدی وسندی ومرشدی ووالدی حضرت عظیم البرکت مولانا مولوی حافظ حاجی شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن میاں صاحب الملقب بشاہ جی قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاجدار مسند سجادہ غوثیہ برکاتیہ آل احمدیہ سرکارِ کلاں مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ نے اپنی مبارک حیاتِ ظاہری میں اپنے وصال سے کئی روز قبل بحالتِ صحت ہوش وحواس ظاہری قرّۃ بصری وفلذۃ کبدی حافظ سیّد مصطفیٰ حیدر حسن میاں سلمہٗ ربہٗ تعالیٰ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ میری ذات کے سجّادہ نشین ہیں۔ اور فقیر سے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ یہ میری نسل کے سجادہ نشین ہیں اب چونکہ عزیز موصوف سلمہ ربہ تعالیٰ بفضلہٖ تعالیٰ عاقل وبالغ ہیں اور آثار رشد وصلاح وفلاح ان شاء اللہ تعالیٰ وبکرمہ وعم نوالہ اون سے ظاہر وواضح ہیں۔ لہٰذا آج شب پنجشنبہ شب ۲۲ رصفر ۱۳۶۳ھ کو عزیزی حافظ سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں

قادری قاسمی برکاتی سلمہ اللہ تعالیٰ کو حضرت سیدی ومرشدی ووالدی اقدس حضرت مولانا الشاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن میاں صاحب رضی اللہ عنہ کا خرقہ مبارکہ میں نے پہنایا اور سجادہ عالیہ غوثیہ برکاتیہ آل احمدیہ مارہرہ مطہرہ پر بٹھایا اور حضرت سیدی ومرشدی ووالدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور خود اپنا سجادہ نشین بنایا۔ آج سے عزیز موصوف سلمہٗ ربہٗ میری طرح حضرت سیدی ومرشدی ووالدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور خود میرے سجادہ نشین ہیں اور حضرت سیّدی ومرشدی ووالدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عزیز موصوف سلمہ اللہ تعالیٰ کو بیعت واجازت وخلافت سلسلہ عالیہ قادریہ ودیگر سلاسل برکاتیہ حاصل ہے۔ نیز اس فقیر نے بھی اون کو اپنے جملہ سلاسل عالیہ قادریہ وچشتیہ وسہروردیہ ونقشبندیہ وبدیعیہ مداریہ جدیدہ وقدیمہ وجملہ اوفاق واعمال واوراد واذکار ودیگر برکات اکابر کرام برکاتیہ قدست اسرارہم کی اجازت وخلافت عامہ وخاصہ اب سے پیشتر دے دی اور اس کا وثیقہ الگ سے تحریر کرکے دے دیا ہے۔ اللہ عزوجل عزیزی المکرم وح سلمہ ربہ تعالیٰ کو سجادہ علیہ غوثیہ احمدیہ برکاتیہ کی بہترین خدمتیں بجالانے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرات مشائخ کرام سلسلہ قدسیہ قادریہ برکاتیہ آل احمدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیوض وبرکات کے دریا اون سے جاری فرمائے۔ اور ظاہر وباطن، صورت وسیرت، عقائد واعمال میں ان حضرات کرام قدست اسرارہم کا کامل اور سچا مظہر بنائے۔ آمین بحرمة حبیبه الجواد وآله الامجاد وعلیه وعلیهم الصلاة والسلام الیٰ یوم التناد۔

فقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی قاسمی
سجادہ غوثیہ برکاتیہ آل احمدیہ قاسمیہ مارہرہ مطہرہ بقلم خود

دستخط کنندگان
فقیر آل مصطفےٰ سید میاں قادری، قاسمی، نوری

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

فقیر ابوالفتح عبیدالرضا
محمد حشمت علی خاں رضوی وقاسمی غفرلہ
فقیر ابوالمظفر محبّ رضا محمد محبوب علی قادری برکاتی
عبدالغفار کان پوری
سیّد مشتاق حسین غفرلہ
محمد شفیع کان پوری
فقیر قادری غفرلہ ولی حسنی لکھنوی
فقیر فتح علی قادری برکاتی
(ایک دستخط ہندی میں بھی ہیں جو پڑھے نہیں جاتے)
احتشام الدین (بدایوں)
محمد سمیع خاں قادری
لئیق اللہ قادری
ایوب علی قادری بقلم خود (بلرامی)
محمد عمر قادری عفی عنہ
اسمٰعیل حاجی عبداللہ بٹاٹے والے بمبئ
حاجی ابراہیم حاجی دادا
سلیمان بن آدم جی یعقوب گونڈل بقلم خود
العبد محمد خلیل القادری عفی عنہ (مولانا مارہروی)
حفیظ اللہ قادری عفی عنہ
محمد عبدالسلام رضوی فتح پوری
محمد عثمان بیگ قادری کانپوری
خواجہ محمد عمر صالح محمد قادری برکاتی گونڈل کاٹھیاواڑ

حضور تاج العلماء کی یہ تحریرات خانوادہ برکاتیہ کے بڑے کتب خانہ میں

حضرت امین ملت مدظلہ کے پاس محفوظ ہیں۔انھوں نے جو جو دعائیں دیں اللہ تعالیٰ نے سب کو شرفِ قبول عطا فرمایا۔الحمدللہ۔

حضور احسن العلماء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک کے صدقے طفیل میں اکابر خاندان برکات کا صورت وسیرت، اعمال واشغال وافعال وعادات وخدمات میں سچّا وارث بنایا۔اوران کے خود کے ہاتھوں، ان کی اولاد کے ہاتھوں اوران کے نامی گرامی ذی علم علمائے کرام ومفتیان عظام خلفا کے ہاتھوں سلسلے کا فروغ زمین کے اس کونے سے اُس کونے تک کرایا۔الحمدللہ۔

وقف نامہ:

حضور تاج العلماء نے ۱۹۵۰ء میں سیکڑوں روپے کے قیمتی اسٹامپ پیپر پر حضور احسن العلماء کو اپنی تمام جائداد کا متولی اور اپنے تمام عہدوں اور منصبوں کی جانشینی تفویض فرمائی جو ان کی حیات مقدسہ میں ان کے پاس تھے۔

وقف نامے کی یہ قانونی دستاویز بڑے سائز کے پچیس صفحات پر محیط ہے جسے قانونی فیس ادا کر کے مکمل ضوابط کے ساتھ رجسٹرڈ کرایا گیا۔رجسٹرڈ ۱۹۵۰ء میں ہوا۔ حضرت تاج العلماء کا وصال ۱۹۵۶ء ماہ فروری میں ہوا۔

وقف نامے کی عبارت میں بسم اللہ، حمد باری تعالیٰ اور صلوٰۃ وسلام کے بعد دفعہ نمبر۲ میں تحریر فرمایا:

> ’’چوں کہ میری کوئی اولاد اس وقت زندہ نہیں ہے اور میں نے برخوردار مولوی حافظ قاری سیّد مصطفیٰ حیدر عرف سیّد حسن میاں قادری سلمہ اللہ تعالیٰ کو جو میرے حقیقی بھانجے ہیں اور جن سے میری اور بھی قرابتیں اور قریبی رشتہ داریاں میرے والدین کی طرف سے ہیں اور جو اپنے آباء واجداد کی طرف سے میرے یک جدی بنی اعمام میں بھی ہیں، میں نے ان کو اولادِ صلبی کی طرح پالا اور تعلیم وتربیت کیا اور بفضلہٖ تعالیٰ ان کو علم وعمل

کے لحاظ سے مستحق دیکھ کر جملہ سلاسل خاندانی اور جملہ اذکار واوراد واعمال واشغال ومصافحات وغیرہا موجودہ بہ خانوادہ عالیہ قادریہ مارہرہ مطہرہ قولاً وعملاً تحریراً وتقریراً اجازت وخلافت دے دی اور قرآن مجید وحدیث پاک ودیگر ادعیہ کی سند مستند حسبِ دستور قدیم خاندانی عطا کردی ہے اور اپنے مرشد برحق والد ماجد حضرت مولانا مولوی حافظ حاجی قاری سیّد شاہ ابو القاسم محمد اسمٰعیل حسن صاحب قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاجدار مسند عالیہ غوثیہ برکاتیہ مارہرہ کے ارشاد کے مطابق ان کو حضرت قدس سرہٗ کا نیز خود اپنا بھی جانشین وولی عہد وسجادہ نشین مسند عالیہ غوثیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اس شرط پر مقرر کردیا ہے کہ میرے بعد برخوردار سیّد مصطفیٰ حیدر عرف حسن میاں قادری سلمہ اللہ تعالیٰ ابن برادر محترم سیّد آل عبا صاحب قادری میری طرح خانقاہ درگاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے سجّادہ نشین اور متولی اور منتظم اور کمیٹی انتظامی درگاہ معلیٰ برکاتیہ کی رکنیت منجانب سرکار کلاں اور چار سو چونتیس روپیہ چار آنہ (Rs 434.25) زر مقررہ جو خزانۂ حکومت وقت سے برابر مصارف درگاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ مقرر ہے، بہ حیثیت سجادہ نشین سرکار کلاں گورنمنٹ سے وصول کرکے مصارف معینہ درگاہ معلیٰ برکاتیہ میں صرف کرنے کے استحقاق رکھیں گے۔ اور آثار شریف متعلقہ سرکار کلاں جو حضور اقدس سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وحضرت مولیٰ علی وحضراتِ حسنین کریمین وحضور غوث اعظم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے متبرک بالوں، اور قدم مبارک کے نقش اور نعل شریف اور خرقوں وغیرہ کے تبرکات پر مشتمل ہیں، ان سب کے بھی بعد میرے مثل میرے متولی اور منتظم اور متصرف حسب عمل درآمد قدیم خاندان رہیں گے اور درگاہ برکاتیہ میں بشمول ان سب روضوں اور درگاہوں کے جو درگاہ موصوف کے احاطے میں واقع ہیں۔ نیز درگاہ حضرت سید شاہ عبدالجلیل ودرگاہ حضرت

شاہ بدر الدین شاہ ولایت ودرگاہ حضرت سید شاہ جلال الدین قدست اسرارہم جملہ واقع قصبہ مارہرہ ضلع ایٹہ میں نیز مسجد مقدس برکاتی واقع خانقاہ سرکار کلاں مارہرہ ومسجد شریف اندرون احاطہ درگاہ حضرت سیّد شاہ عبدالجلیل قدس سرہٗ مذکورہ بالا میں جو دونوں میرے اجداد کرام قدست اسرارہم کی اور خود میری تعمیر وتجدید کردہ ہیں۔ نیز قبرستان قدیم موسومہ تکیہ زیر دیوار احاطہ بستی پیرزادگان سرکار کلاں متصل پھاٹک کلاں خانقاہ سرکار کلاں میں جو حقوق تولیت ونظم ونسق وامامت وخطابت جمعہ وعیدین ونذر وچڑھاوا وغیرہ بہ حیثیت سجادہ نشین ومتولی ومنتظم مجھے حاصل ہیں، وہ بھی برخوردار سید مصطفےٰ حیدر عرف سیّد حسن میاں سلمہ کو بعد میرے حاصل رہیں گے۔ اور مسجد شریف واقع زمین موسومہ بہ گڑہی واقع مارہرہ نیز روضۂ مقدس حضرت سیّدی مرشدی والد ماجد قدس سرہ العزیز واقع اندرونِ احاطہ درگاہ برکاتیہ مارہرہ جو دونوں خود میرے بنا وتعمیر کردہ ہیں نیز مسجد شریف صادقی واقع محلّہ تاسین گنج شہر وضلع سیتاپور جو میرے حضرت جدامجد حضرت سیّد محمد صادق صاحب قادری برکاتی قدس سرہ العزیز نے تعمیر فرما کر میرے حضرت والد ماجد سید شاہ محمد اسمٰعیل حسن صاحب قدس سرہ العزیز کو اس کا متولی ومنتظم مقرر فرمادیا تھا اور حضرت والد ماجد قدس سرہٗ کے بعد میں تنہا اوس کا متولی ہوں۔ ان دونوں مسجدوں اور روضہ کے بھی برخوردار سید مصطفےٰ حیدر عرف سیّد حسن میاں سلمہ میرے بعد میری طرح تنہا متولی ومہتمم ومنتظم رہیں گے۔ غرض جملہ منصب اور عہدے اور حقوق دینی ودنیاوی ان اداروں میں اس وقت بحیثیت مہتمم وغیرہ مجھے حاصل ہیں وہ میری طرح میرے بعد برخوردار سیّد حسن میاں قادری موصوف کو حاصل رہیں گے اور یہی برخوردار سید مصطفےٰ حیدر عرف سید حسن میاں قادری سلمہٗ میری جائداد اور حقیتوں مذکور وقف نامہ ہذا مد الف شمار ایک تا تینتالیس کے بھی موقوف

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

علیہ ومتولی ومنتظم اور متصرف میرے بعد رہیں گے۔''

حضور احسن العلماء کے وصال کے بعد مندرجہ بالا تمام امور مناصب، عہدوں اور تولیتوں کا کیا انتظام ہوگا، اس کی صراحت حضور تاج العلماء نے اسی وقف نامہ ہٰذا کی دفعہ نمبر۳ میں بہت وضاحت کے ساتھ تحریر فرمادی ہے:

دفعہ نمبر۳ : برخوردار سیّد مصطفےٰ حیدر عرف سید حسن میاں سلمہم کے بعد میرا منصب سجادہ نشینی مع جملہ حقوق ومناصب وغیرہا مذکورہ دفعہ نمبر۲ وتولیت جائداد مذکورہ مد الف ایک تا تینتالیس (۴۳) برخوردار سید حسن میاں قادری سلمہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ذکور میں خلفِ اکبر کو جو سعید اور صالح اور دین دار ہوں، حاصل ہوں گے اور اسی طرح نسلاً بعد نسلٍ وبطناً بعد بطنٍ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

سید العلماء کا مرتب کردہ محضرِ سجادگی:

یہ وقف نامہ رجسٹرڈ ہوا اور حضرت تاج العلماء علیہ الرحمۃ کے بعد وصال ان کے چہلم کے موقع پر حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے برادرِ محترم حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ نے ان تمام دستاویزات کی روشنی میں ایک محضرِ سجّادگی ترتیب دیا جس پر اس وقت کے اہلِ خاندان اور علمائے کرام کے دستخط بوقت چہلم حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان ہوئے۔ رسم ورواج خاندانی کے مطابق اسی وقت جانشین سجادہ عالیہ پر متمکن ہوتا ہے۔ اس محضرِ سجادگی میں حضور احسن العلماء کے دیگر حقوق کا بھی اجمالاً ذکر کردیا گیا ہے۔

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس محضرِ سجادگی کی عبارت بھی جوں کی توں نقل کردی جائے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ وصحبہ

اما بعد! ہم دستخط کنندگان ذیل تصدیق کرتے ہیں کہ حضرت تاج العلماء سراج العرفاء مولانا مولوی مفتی حافظ اولادِ رسول فخر العالم سیّد شاہ محمد میاں قادری برکاتی سجادہ نشین ومتولی درگاہ برکاتیہ قدس سرہٗ العزیز نے اپنی

حیات مبارکہ میں ہی اپنے ہمشیر زادہ حضرت مولانا مولوی حافظ قاری مفتی سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی سلمہ اللہ تعالیٰ و بارک فی علمہ وعمرہ ودینہ کو اپنا جانشین وسجادہ نشین منتخب فرما کر مفصل خلافت نامہ تحریر فرمادیا تھا اور اپنے بعد طاسِ امر جانشینی کا حافظ سیّد شاہ حسن میاں صاحب کے لیے شرعاً وقانوناً اعلان عام وتام بھی فرمادیا تھا۔ چنانچہ حضرت سیّدنا تاج العلماء قدس سرہٗ العزیز کے وصال شریف کے بعد حسبِ دستور قدیم خاندان عالیہ برکاتیہ چہلم شریف کے دن بعد قل شریف، حافظ سیّد شاہ حسن میاں صاحب قادری کو ایک کثیر در کثیر مجمع اہالی خاندان وقرابت نیز خلفا ومریدین سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ واعیان شرفاء شہر وبیرونجات ہندوپاکستان شنبہ تین شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ کو مطابق ۱۷/ مارچ ۱۹۵۶ء وقت عصر جملہ ملبوسات اکابر کرام خانوادہ برکاتیہ قدست اسرارہم از قسم عمامہ وکلاہ وخرقہ جات وسبلی وتسابیح سے ملبوس ہوکر اپنے حضرت خالِ محترم سیّدی تاج العلماء قدس سرہ العزیز کی جگہ درگاہ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں سجادہ بزرگان عظام پر مسند نشین ہوکر متولی وسجادہ نشین درگاہ برکاتیہ ومتولی وخطیب جامع مسجد برکاتی سرکار کلاں قرار دیئے گئے اور خلفا ومریدین وشرفاء شہر وبیرونجات نے نذور گزرائیں اور سلسلۂ خلافت وبیعت کا اجرا عمل میں آیا۔ ہمارے اس بیان پر اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گواہ ہیں۔ وکفی باللہ شہیدا۔ والسلام

دستخط:

احقر حیات النبی آل عبا بشیر حیدر قادری برکاتی عفی عنہ

فقیر ابوالحسنین سید آلِ مصطفےٰ قادری برکاتی نوری وقاسمی سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ

سیّد جواد حسن میاں عفی عنہ

سیّد آلِ حبیب

سیّد سعادت علی زیدی قادری نوری قاسمی برکاتی، بقلم خود

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

سیّد مرتضیٰ حیدر حسین میاں قادری برکاتی اولاد رسولی، بقلم خود
اولاد نبی چھما میاں قادری نوری
سید ذکی حیدر قادری
سیّد محمد یحییٰ حسن قادری
شاہ قطب الدین احمد قادری ابوالعلائی سجادہ نشین درگاہ گالچی
(نام نہیں پڑھا جاتا) اجمیری خادم خواجہ صاحب
قیصر جہاں بقلم خود اہلیہ سید آلِ مصطفیٰ صاحب قادری
زاہدہ خاتون بقلم خود
عائشہ بقلم خود۔ ہر دو دختران سید آل عبا صاحب قادری
شوکت فاطمہ بقلم خود
بتول فاطمہ بقلم خود۔ بنت سیّد نور احمد صاحب مرحوم ومغفور
سیّد محمد زکریا
وجاہت فاطمہ بقلم خود
منظور فاطمہ دختر سید وجیہ الدین احمد مرحوم زوجہ سیّد شاہ محمد میاں صاحب مرحوم
فقیر محمد خلیل احمد قادری برکاتی ابوالقاسمی غفرلہ خلیفہ ومجاز حضرت تاج العلماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فقیر حقیر سنی حنفی شہر قاضی ابو محمد عبد الشکور ابن عبد الکریم میاں خلیفہ مجاز و ماذون حضرت تاج العلماء
ابوالبرکات عبد القادر قادری خلیفہ حضرت تاج العلماء
حافظ سیّد نور الحسن
العبد محمد خلیل خاں قادری البرکاتی المحمدی مجاز و ماذون حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ صدر المدرسین ومفتی مدرسہ احسن البرکات حیدرآباد سندھ
شفاعت حسین قوم کمبوہ ساکن مارہرہ ضلع ایٹہ

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

خادم اولیاء المنان محمد عبید الرحمٰن حسنی لکھنوی غفرلہ القوی۔ خلیفہ ومجاز حضرت والا درجت عظیم البرکت مرشدی تاج العلماء رضی اللہ عنہ

حفیظ اللہ قادری برکاتی قاسمی

محمد ایوب علی صدیقی قادری برکاتی ابوالقاسمی اولادِ رسولی۔ خادم قدیم حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ بقلم خود

حشمت اللہ خاں عرف امیر میاں خلف نواب نصرت اللہ خاں زبیری ساکن محلّہ کمبوہ مارہرہ ممبر کمیٹی انتظامی درگاہ حضرت سید شاہ برکت اللہ صاحب از شرفاء شہر بقلم خود

عاصی محمد الیاس

(نام) حسین

بشیر محمود زبیری پریسیڈنٹ نوٹی فائڈ ایریا، مارہرہ (انگریزی میں)

احتشام الدین دانشمندی سکریٹری نوٹی فائڈ ایریا مارہرہ (انگریزی میں)

ظہیر الدین قادری برکاتی قاسمی اولا درسولی۔ خادم خانقاہ برکاتیہ ومہتمم دارالاقامہ واقع خانقاہ برکاتیہ

اختر علی قادری برکاتی قاسمی محمدی۔ مؤذن جامع مسجد برکاتی مارہرہ ضلع ایٹہ

بعدہ وقف بورڈ نے اپنے پریسیڈنٹ کے حکم سے آرڈر مؤرخہ ۲۸/ جولائی ۱۹۵۶ء حضرت سید احسن العلماء کے دنیاوی مناصب کی توثیق وتصدیق کر کے ان کے حقوق واختیارات کو تسلیم کیا۔

سینٹرل گورنمنٹ نے اپنے احکامات ۱۹۵۷ء کے ذریعہ حضور احسن العلماء کو بہ حیثیت سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ سرکاری خزانہ سے قدیم وقت سے جاری پنشن وصول کرنے کا اختیار تسلیم کیا۔ اپنی زندگی کے آخری برسوں تک حضور احسن العلماء ہی یہ پنشن سرکار وقت سے وصول فرماتے رہے جو زمانۂ قدیم کے بادشاہانِ وقت سے سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ کو ملتی ہے۔ حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے بعد اب یہ پنشن

حضرت امین ملت ڈاکٹر سید شاہ محمد امین میاں قادری مدظلہ سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ وصول کرتے ہیں اور سینٹرل گورنمنٹ نے امین ملت کو ہی اس پنشن کی وصولی کا حقدار تسلیم کیا ہے۔

اس ضمن میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سجادہ نشینی کے واقعات وحالات خود ان کی زبانی سنے جائیں۔ قبلہ وکعبہ والد محترم، میرے مرشد حضور تاج العلماء کے وصال کے بعد معمولاً روزنامچہ لکھتے تھے۔ اسی میں یہ تحریر درج ہے۔ بعد میں یہ تحریر ''اہل سنت کی آواز'' میں بھی شائع ہوئی۔ ان کے وصال کے بعد ان کی چہلم شریف کے موقع پر ان کی مختصر سوانح سے متعلق خراج عقیدت کے طور پر ''اہل سنت کی آواز'' کا جو خاص شمارہ شائع ہوا، اس میں بھی تبرکاً اس تحریر کو شامل کیا گیا۔ اس تحریر کو پڑھنے سے علم ہوگا کہ حضرت احسن العلماء کو رواں نثر لکھنے، جذبات کو گرفت میں لینے اور خاندانی روایات کو یاد رکھنے کا کس قدر زبردست سلیقہ تھا۔ بغیر کسی مزید تمہید کے ان کی تحریر کا یہ حصہ پیش خدمت ہے۔

حضرت احسن العلماء کی رسمِ سجادگی

خود ان کی زبانی:

''میری رسمِ سجادگی کا آغاز حسبِ معمول قدیم خاندانی (بروز شنبہ ۳/ شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۷/ مارچ ۱۹۵۶ء بوقت عصر) اس طرح ہوا کہ جملہ مہمانان بیرونجات واہالیان شہر کا مجمع درگاہ معلیٰ میں زیر سائبان ٹین جا کر فرش پر بیٹھا اور حافظ محمد جان صاحب وغیرہ نے نعت ومنقبت شریف پڑھنا شروع کی۔ اور ایک دھوم گولہ جو صرف اعلان کرنے کے لیے تیار کرایا گیا تھا، داغا گیا۔ اس کے بعد میں مع حضرت نھو بھائی وحسین میاں سلمہم وآل حبیب چچا وزکریا دادا وذکی حیدر سلمہم اپنے یہاں کے ملبوسات بزرگان جو میری ذاتی اور واحد ملکیت ہیں، جن میں جبّہ مبارکہ حضرت جد اعلیٰ سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز رنگ کتھئی اور جبّہ مبارکہ حضور جد اعلیٰ سید شاہ اولاد رسول قدس سرہٗ العزیز

اور جبہ مبارکہ حضرت سیدی ومرشدی ابوالقاسم شاہ جی میاں قدس اللہ سرہ العزیز علی الترتیب یہ دو جبّے رنگ صندلی اور سیاہ نیز عمامہ مبارکہ حضرت جد اعلیٰ سیّد شاہ عبدالجلیل قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز نیز تین کلاہائے مبارکہ جن میں ایک حضور صاحب البرکات دوسری حضور اچھے میاں تیسری حضرت سید شاہ اولا درسول قدس اللہ تعالیٰ باسرارہم العزیزہ کی ہے نیز کمر کی سیلی حضور جداعلیٰ سیّد شاہ حمزہ قدس سرہٗ نیز جبہ مبارکہ رنگ سیاہ حضرت بابا مرحوم ومغفور علیہ الرحمۃ نیز رومال مبارک چوخانہ والا حضرت سیدی ومرشدی قدس سرہ نیز جانماز بھی حضرت ممدوح قدس سرہٗ اور ایک عدد منکا عقیق کا جس کا ذکر ابھی اوپر گزرا، یہ سب چیزیں نیز الماری آثار شریف میں سے تبرکات کی گٹھری نکال کر وہ گٹھری اور اپنی ذاتی گٹھری دونوں کو اپنے سر پر رکھ کر روانہ درگاہ معلیٰ ہوا۔ میرے ساتھ حویلی سجادگی سے جانے والے اعزہ اہل سنت وہ تھے جن کا ذکر ان کے اسما کی تصریح کے ساتھ اوپر مذکور ہوا۔ نیز حضرت حسام اہلِ سنت مولانا سیّد شاہ عبدالقادر صاحب قادری، حضرت مولانا سید شاہ عبیدالرحمٰن صاحب قادری حسنی، حضرت خلیل العلماء مولانا مولوی مفتی محمد خلیل احمد خاں صاحب قادری بجنوری، مولوی قاضی عبدالشکور میاں صاحب، سید عبدالمجید میاں صاحب برخوردار سید محمد امین سلمہم، جملہ خلفا حضرت اقدس مرحوم نیز حضرت سید شاہ قطب الدین احمد صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ کالپی شریف ضلع جالون وصاحبزادہ سید محمد عظیم صاحب چشتی صاحبزادۂ درگاہ شریف اجمیر مقدس نیز ان کے صاحب زادے حکیم سید محمد احمد چشتی نیز خلیل العلماء استاذ محترم مولانا مولوی مفتی محمد خلیل خاں صاحب قادری برکاتی ابوالقاسمی زید مجدہم مارہروی ساکن حال حیدرآباد سندھ جو سب اس وقت کے مخصوص لباس ملا گیری کرتوں اور ٹوپیوں میں ملبوس تھے، یہ سب بھی میرے ساتھ مع ملبوسات کی گٹھریوں کے حاضر درگاہ

معلیٰ ہوئے اور وہاں پہنچ کر میں نے ہردو گٹھریاں کپڑوں اور دوسرے تبرکات کی حسب عملدرآمد قدیم خاندانی حضرت بابا مرحوم ومغفور قدس سرہ العزیز کے مزار اقدس پر سرہانے کی جانب برابر برابر رکھ دیں اور مواجہ میں حاضر ہوکر فاتحہ پڑھا اور وہیں بیٹھ گیا میرے ساتھ جتنے لوگ آئے تھے وہ بھی سب وہیں بیٹھ گئے اور میں نے نعیم اللہ خادم درگاہ شریف کو بلا کر کہا کہ وہ بھائی صاحب کو بلا کر درگاہ شریف میں لائیں تا کہ وہ بھی میری رسمِ سجادگی میں شریک ہوں۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد بھائی صاحب بھی ملا گیری کرتے، ملا گیری رنگ کے جبے اور سیاہ عمامہ میں ملبوس اس طرح درگاہ معلیٰ میں آئے کہ آگے آگے نعیم اللہ خادم جو خود بھی ملا گیری رنگ کی میری طرف سے دی ہوئی ٹوپی اوڑھے تھے، اسم ذات ''اللہ'' کہتے ہوئے آرہے تھے۔ پھر میں جملہ اعزہ اہلِ سنت اور خلفاء مشائخ نیز دونوں گٹھریاں ملبوسات وغیرہ کی لیے ہوئے اندرون روضہ حضور صاحب البرکات قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز حاضر ہوا اور روضہ مبارک میں باہر کی جانب سے جتنے داخلہ کے دروازے ہیں وہ سب بند کر دیئے گئے جملہ خلفاء وعلمائے کرام کچھ بالین مزار حضور صاحب البرکات قدس سرہٗ کچھ پائیں میں بیٹھ گئے اور درگاہ معلیٰ کے احاطہ سے باہر دوسرا اطلاعی گولہ داغا گیا۔ اب میں اندرون روضہ حضور صاحب البرکات قدس سرہٗ مابین مزارات حضور جداعلیٰ سید شاہ حمزہ وحضور سیدنا شاہ آل احمد اچھے صاحب قدس سرہما مواجہ حضور شاہ حمزہ قدس سرہٗ العزیز میں جو ہمیشہ سے سرکار کلاں کے تین گھروں کی سجادگی کے وقت کپڑے پہننے کی مخصوص جگہ ہے، کھڑے ہوکر بسم اللہ شریف پڑھنے کے بعد سیدھے ہاتھ سے ابتدا کرتے ہوئے ملبوسات حضرات بزرگان عظام واجداد کرام قدست اسرارہم اس طرح پہننا شروع کئے کہ سب سے پہلے خرقہ صندلی حضور جداعلیٰ سید شاہ اولاد رسول سنجھلے صاحب قدس سرہٗ اس

کے اوپر خرقہ حضور سید شاہ حمزہ قدس سرہٗ اس کے اوپر صدری جو بصورت کفنی ہے سرکار غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی پہنی۔ اس کے بعد سیلی منقوش شانہ کے نیچے سے نکال کر بہ صورت لا گلے میں ڈالی گئی۔ یہ ملبوسات تو پہنے اور خرقہ مرتضوی و دو خرقہ جات بوسیدہ و یک رومال چکن و یک خرقہ رنگ کتھئی حضور اچھے میاں قدس سرہ العزیز، یہ سب چیزیں بڑے رومال میں باندھ کر کاندھے پر رکھ دی گئیں اور ان سب کے اوپر اب میں نے حضرت بابا مرحوم کا سیاہ رنگ کا جبہ جو بہت ڈھیلا ڈھیلا ہے، وہ پہنا اور اس کے اوپر سے سیلی حضور سید شاہ حمزہ قدس سرہ کی کمر سے باندھی پھر کلاہائے مبارکہ اس ترتیب سے پہنیں کہ سب سے اوپر ٹوپی کلاں منقوش جو غالباً حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی کی ہے، اس سے نیچے ٹوپی سفید ریشم سے کڑھی ہوئی، اس کے نیچے وہ ٹوپی جو بوسیدہ سی ہے اس کے بعد ٹوپی حضور صاحب البرکات قدس سرہ موسومہ بہ ''تاج'' اس کے نیچے ٹوپی صندلی رنگ کی حضور اچھے میاں والی اور پھر کڑھی ہوئی سنجھلے حضور قدس سرہ کی اور ان سب ٹوپیوں کے اوپر عمامہ حضور جد اعلیٰ سیدنا شاہ عبد الجلیل قدس سرہٗ والا باندھا گیا پھر تسابیح ۳/عدد گلے میں ڈالیں اور ایک عدد کنٹھا سلیمانی سیدھے ہاتھ میں ڈالا گیا جو ۵۰ دانوں کا ہے۔ اور میرا عقیق کا منکہ عطیہ حضرت خال محترم قدس سرہ العزیز جو ڈورے میں پرویا ہوا تھا، وہ بھی میرے سیدھے ہاتھ میں باندھا گیا۔ اور حضرت سیدی و مرشدی قدس سرہ کا رومال میرے ہاتھ میں دیا گیا۔ کپڑے پہناتے وقت میرے سیدھے ہاتھ پر زکریا دادا اور میرے منہ کے سامنے حضرت قمر ماموں، آل حبیب چچا اور بڑے بھائی صاحب تھے۔ ان سب نے مل جل کر اور خود میری بھی مدد سے مجھے یہ سب ملبوسات بزرگان پہنائے اور عمامہ باندھنے کی ابتدا حضرت سید شاہ قطب الدین احمد صاحب سجادہ نشین کالپی شریف

سے بھائی صاحب نے کرائی اور پھر دونوں نے مل کر ہی عمامہ مذکورہ بالا میرے سر پر باندھا۔ کپڑے پہننے سے فارغ ہونے پر جملہ خلفا وحضرات علماء کرام بیرون روضہ مبارکہ حضور صاحب البرکات قدس سرہ العزیز آ گئے۔ اندرون روضہ صرف میں، بڑے بھائی، صاحب نھو بھائی، زکریا دادا، حسین میاں رہ گئے تھے۔ اس کے بعد میں نے حضور صاحب البرکات قدس سرہٗ کے مواجہ اقدس میں حضرت سیّدی ومرشدی قدس سرہٗ کی جانماز بچھائی اور اس پر بیٹھ کر شجرے کا فاتحہ پڑھا پھر میرے داہنے ہاتھ پر بڑے بھائی صاحب اور بائیں ہاتھ پر برادر عزیز حسین میاں سلمہم کو لے کر اس طرح روانہ ہوا کہ اپنے جملہ حضرات اجداد کرام ومرشدان عظام قدست اسرارہم جن کے مزارات اندرون روضہ حضور صاحب البرکات قدس سرہ واقع ہیں ان سب کا مواجہ اقدس میرے مقابل تھا۔ اس طرح اندرون روضہ حضور صاحب البرکات قدس سرہٗ سے گزر کر صحنچی حضرت میاں صاحب دادا قدس سرہ العزیز میں آیا جو پائیں مزار حضور صاحب البرکات قدس سرہٗ واقع ہے اور بیرونی دروازہ کھول دیا گیا اور تیسرا اور آخری گولہ اطلاعی داغا گیا اور میں فصیل پختہ پائیں مزارات حضرت میاں صاحب دادا وغیرہ قدست اسرارہم پر پہنچ کر رک گیا۔ اب یہاں سے جملہ خلفا وعلما ومشائخ وجملہ مہمانان بیرونجات ومسلمانان قصبہ ہر محلّہ کثیر در کثیر کے عظیم الشان مجمع کے ساتھ بصورت جلوس جس میں آگے آگے نعیم اللہ وحکیم الطاف حسین واسمٰعیل شاہ تکیہ دار بستی پیرزادگان وبرکت شاہ ولی عہد سجادۂ مکن پور مقیم مارہرہ نیز مہدی شاہ مجاور درگاہ شریف حضرت شاہ جلال قدس سرہ نیز منشی شاہ فقیر ومجاور تکیہ شاہ دانا صاحب واقع مارہرہ وپسر محفوظ علی شاہ مجاور اسم ذات ''اللہ'' کا نعرہ بلند کر رہے تھے۔ میں درگاہ معلّٰی سے اپنی حویلی سجادگی میں آیا اور حویلی سجادگی میں واقع سہ دری صحنچی سجادگی میں

حضرت سیدی ومرشدی قدس سرہ کی جو بڑی مسند شریف بچھی تھی اوراس پر دائیں بائیں دو چھوٹے تکیے مسند کے اور سرہانے بڑا تکیہ جس میں بزرگوں کے وقت کی بہت سی بوسیدہ مسندیں سلی ہوئی ہیں اور اس بڑی مسند پر دوسری مسند حضرت جداعلیٰ سید شاہ آل محمد قدس سرہ العزیز کی بچھی تھی، اس پر میرا داہنا بازو بھائی صاحب نے پکڑ کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر مجھے بٹھایا اور اس طرح میں مسند نشین وسجادہ نشین اپنے جملہ بزرگان کرام حضرات مرشدان عظام سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نیز اپنے حضرت عظیم المرتبت سیدی ومرشدی مولانا مولوی حافظ حاجی قاری سید شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں قدس اللہ سرہ العزیز نیز اپنے حضرت خال محترم بقیۃ السلف، حجۃ الخلف مولانا مولوی حافظ مفتی سیّد شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قادری برکاتی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کا بفضلہٖ تعالیٰ ہوا۔ اللہ تعالیٰ مجھے ایمان وامان وعرفان کامل غیر زائل وسنیت وعفو وعافیت وخیر وبرکت وعزت ودولت اپنے کرم سے ہمیشہ دارین میں عطا فرمائے۔ اور اپنے بزرگان کرام ومرشدان سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کا سچا خادم اور وارث وجانشین بنائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلی آلہ واصحابہ۔

مسند پر میرا جلاس کرانے کے بعد بھائی صاحب نے کھڑے ہوکر حاضرین کے سامنے اپنا مرتب کردہ محضر سجادگی پڑھ کر سنایا اور اعلان کیا کہ آج حسن میاں نے مولانا مولوی محمد خلیل خاں صاحب قادری برکاتی نیز برخورداران سید آل رسول محمد حیدر حسنین میاں المعروف بہ سید فضل اللہ قادری اور آل حیدر سید محمد امین سلمہم ربہم کو اپنے دست وقلم سے خلافت واجازت سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کا پوا یہ دی۔ یہ کہہ کر بھائی صاحب نے ہر سہ خلافت نامجات کی تھوڑی تھوڑی عبارت بھی پڑھ کر حاضرین کو سنائی

پھر مخضر سجادگی پر حضرت والد ماجد مدظلہم کے دستخط ''حیات النبی بشیر حیدر آل عبا قادری برکاتی بقلم خود'' کی عبارت کے ساتھ ہوئے پھر خود بھائی صاحب نے ''فقیر آل مصطفیٰ سیّد میاں قادری برکاتی نوری وقاسمی سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ'' کی عبارت کے ساتھ اس پر اپنے دستخط کئے، اس کے بعد دوسرے اعزہ میں آل حبیب چچا، زکریا دادا، قمر ماموں، حسین میاں، ذکی میاں، سدو چچا نے اپنے دستخط کئے۔ نیز حضرت سید شاہ قطب الدین احمد صاحب نیز صاحبزادہ سید محمد عظیم صاحب اجمیر شریف والوں نے اس پر دستخط کئے۔ نیز صاحبزادہ موصوف نے اپنے ہاتھ سے عمامہ ملا گیری رنگ اور خوشبو میں رنگا ہوا جو وہ اپنے ساتھ اجمیر مقدس سے مزار پاک حضرت خواجہ خواجگان سلطان الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر پر رکھ کر لائے تھے، وہ انھوں نے میرے سر پر عمامہ حضرت جداعلیٰ سید شاہ عبدالجلیل قدس سرہ کے اوپر باندھا پھر بھائی صاحب نے جناب بشیر محمد صاحب چیئر مین نوٹی فائڈ ایریا مارہرہ وداروغہ احتشام الدین صاحب سکریٹری نوٹیفائڈ ایریا مارہرہ وچودھری محمد الیاس صاحب وچودھری آفاق احمد صاحب معززین شہر کے دستخط مخضر سجادگی پر کرائے۔ اس کے بعد برادرم حاجی محمد اسماعیل گیگا سلمہم ساکن کراچی نے اپنے بچوں سلمہم کو، جو ان کے ساتھ شرکت چہلم شریف کے لیے کراچی سے آئے ہیں، انہیں بیعت کرنے کے لیے مجھ سے استدعا کی۔ چنانچہ میں نے انہیں داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ قاسمیہ کیا۔ احباب ومتوسلین مخلصین اہل سنت سلمہم نے نذورگزاریں۔ اس کے بعد جملہ حضار ساکنان قصبہ ومہمانان بیرون جات اپنے اپنے مقامات پر واپس جانے کے لئے حویلی سجادگی سے رخصت ہوئے پھر میں قریب چھ بجے سہ پہر کے بھائی صاحب اور حسین میاں سلمہم نیز زکریا دادا کے ہمراہ ملبوسات بزرگان پہنے ہوئے اندرون محل سرائے زنانہ گیا۔ خدام درگاہ معلیٰ آگے آگے اسم

ذات ''اللہ'' پکار رہے تھے۔ اندرون خانہ پہنچ کر صحن پیش صدر دالان پر جو چوکی بچھی تھی اس پر مجھے بھائی صاحب نے قبلہ رخ بٹھایا۔ بھائی صاحب نے اپنی دونوں بچیوں برخورداران عذرا خاتون ورقیہ خاتون سلمہا کو میرے سامنے لاکر کہا کہ میں انہیں داخل سلسلہ کرلوں۔ چنانچہ میں نے ان دونوں کے ہاتھ بطریقِ معروف اپنے ہاتھ میں لے کر ان دونوں سے کلمہ طیبہ پڑھوایا اور یہ کہلوایا کہ ''ہم داخل ہوئے سلسلہ میں حضور بڑے پیر صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے'' پھر خود بھائی صاحب نے اپنی دونوں کی جانب سے بہ حیثیت ولی اپنے ہاتھ میرے ہاتھ میں دے کر کہا کہ ''میں اپنی دونوں لڑکیوں سلمہما کو تمہارے ہاتھ پر داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کراتا ہوں پھر حسب دستور قدیم خاندانی ایک ایک روپیہ ہر دو بچیوں سلمہما سے مجھے نذر کا دلوایا۔ ان سب چیزوں سے فراغت حاصل کر کے مع ہمراہیان مذکورین بالا محل سرائے زنانہ سے حویلی سجادگی میں دوبارہ واپس آیا۔ ملبوسات اتارے گئے اور ان کے مقامات معینہ پر لے جا کر انہیں محفوظ کر دیا گیا۔ آثار شریف کی الماری میں سے مویہائے مبارکہ کی پٹاریوں میں سے پرانا صندل نکال کر اس کی جگہ جو بھائی صاحب اپنے ہمراہ بمبئی سے صندل لائے ہیں، وہ ان سب میں بھر دیا گیا اور صندل کہنہ شرکاء میں تقسیم ہوگیا۔ رسم سجادگی کی ابتدا سے آخر تک میرے داہنے ہاتھ میں حضرت بابا مرحوم قدس سرہٗ کا عصا مبارک بھی تھا۔ رسم سجادگی کے بخیر وخوبی بفضلہٖ تعالیٰ حسب طریق قدیم خاندانی مذکور بالا اختتام پذیر ہونے پر عرس چہلم شریف کی تقریب بھی بخیر وخوبی انجام کو پہنچی۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے میرے اور میرے ساتھ متعلقین واعزہ واحباب اہلِ سنت سلمہم کے حق میں اسے دارین میں مبارک ومسعود فرمائے آمین بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلیٰ آلہ واصحابہ۔

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

دن گزر کر شب میں متعدد مہمانان بیرون جات وشہر مجھ سے رخصت ہوکر اپنے اپنے مقامات کو روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے سب کو بخیر وخوبی لے جائے اور ہمیشہ بخیر وخوبی رکھے اور پھر بخیر وخوبی بہ ایمان وعافیت ایک دوسرے سے ملاقات کرائے۔ بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلیٰ آلہ واصحابہ۔ ناظرین کرام کی معلومات میں اضافہ مزید کی خاطر اوپر مذکور میرے محضر سجادگی کا تفصیلی مضمون ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ وھوھذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی الہ وصحبہ، اما بعد ہم دستخط کنندگان ذیل تصدیق کرتے ہیں کہ حضرت تاج العلماء سراج العرفاء مولانا مولوی مفتی حافظ اولادرسول فخر العالم سید شاہ محمد میاں قادری برکاتی ابوالقاسمی سجادہ نشین ومتولی درگاہ برکاتیہ قدس سرہ العزیز نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی اپنے ہمشیرزادہ حضرت مولانا مولوی حافظ قاری مفتی سید شاہ مصطفےٰ حیدرحسن میاں قادری برکاتی سلمہ اللہ تعالیٰ وبارک فی علمہ وعمرہ ودینہ کو اپنا جانشین وسجادہ نشین منتخب فرماکر مفصل خلافت نامہ تحریر فرمادیا تھا اور اپنے بعد اس امر جانشینی کا حافظ سید شاہ حسن میاں صاحب کے لیے شرعاً وقانوناً اعلان عام وتام بھی فرمادیا تھا چنانچہ حضرت سیدنا تاج العلماء قدس سرہ العزیز کے وصال شریف ے بعد حسب دستور قدیم خاندانِ عالیہ برکاتیہ چہلم شریف کے دن بعد قل شریف حضرت حافظ سید شاہ حسن میاں صاحب قادری ایک کثیر درکثیر مجمع اہالی خاندان وقرابت نیز خلفا ومریدین سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ واعیان شرفا شہر وبیرون جات ہندوپاکستان، شنبہ ۳ر شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۷ر مارچ ۱۹۵۶ء وقت عصر جملہ ملبوسات اکابر کرام خاندان برکاتیہ قدست اسرارہم از قسم عمامہ وکلاہ وخرقہ جات وسیلی وتسابیح سے ملبوس ہوکر اپنے حضرت خالِ محترم سیّدی تاج

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

العلماء قدس سرہ العزیز کی جگہ درگاہ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں سجادہ بزرگان عظام پر مسند نشین ہوکر متولی وسجادہ نشین درگاہ برکاتیہ ومتولی وخطیب جامع مسجد برکاتی سرکار کلاں قرار دیئے گئے اور خلفا ومریدین وشرفاء شہر وبیرونجات نے نذورگزاریں اور سلسلۂ خلافت وبیعت کا اجراعمل میں آیا۔ ہمارے اس بیان پر اللہ ورسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) گواہ ہیں۔ وکفی باللہ شہیدا۔والسلام

اصل محضر کی عبارت اس جگہ ختم ہوئی فقیر عرض کرتا ہے اس عبارت کے بعد سے اعزہ واقارب اہالی خاندان وعلماء ومشائخ وخلفا واعیان وعمائد وشرفا شہر وبیرونجات کے اصل دستخط ہیں۔اسی سلسلہ میں فقیر ناظرین کے سامنے حضرت اقدس سیّدی المحترم خال المکرّم قدس سرہ العزیز کا فقیر حقیر کے حق میں بدست وقلم شریف خود تحریر فرمودہ اصل خلافت نامہ بھی مکملاً نقل کرتا ہے جو حضرت ممدوح نے اب سے پندرہ سال پہلے اس فقیر کو اپنے کرم سے عطا فرمایا تھا۔اسی خلافت نامہ کی نقل کے ساتھ ساتھ ناظرین اس محضر کی نقل بھی ملاحظہ فرمائیں گے جو حضرت اقدس مرحوم ومغفور نے صفر ۱۳۶۳ھ میں اپنی حیات مبارکہ ظاہری ہی میں اپنے کرم سے اس فقیر حقیر کو بہ موقع عرس شریف قاسمی شب خرقہ پوشی میں اپنے دست اقدس سے خرقہ خلافت وسجادہ نشینی پہنانے اور مسند نشین فرمانے کے بعد تحریر فرمایا تھا۔اول نقل خلافت نامہ ملاحظہ ہو۔

(اس خلافت نامے اور محضر سجادگی کی نقل پیش ہوچکی ہے۔ملاحظہ فرمائیں ص تا ۱۲ سید محمد اشرف)

پچھلے صفحات میں جو کچھ تحریر ہوا وہ بڑی حد تک اس زمانے پر محیط ہے جب میں پیدا نہیں ہوا تھا یا پھر اس وقت کے حالات ہیں جب میرے عقل وہوش کے بال وپر نہیں نکلے تھے۔آج چالیس برس پہلے کے ایام کی طرف مڑکر دیکھتا ہوں تو ان سے متعلق یادوں کا بحر بے کراں نظر آتا ہے۔ان یادوں میں کچھ یادیں ایسی ہیں جو دل ودماغ پر نقش ہوکر رہ گئی ہیں۔

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

حضرت احسن العلماء کی شفقتیں اور کریمانہ عادتیں:

میں ۳/۴ رسال کی عمر سے ان کے پاس سوتا تھا۔ وہ عشاء کے بعد آیت الکرسی اور دیگر وظائف خاندانی پڑھ کر دستک دیتے تھے اور داہنے ہاتھ کی کروٹ پر لیٹ کر محو خواب ہوجاتے تھے۔ ہم آنگن میں لیٹتے تھے، اوپر بے کراں آسمان ہوتا تھا۔ مجھے خوف محسوس ہوتا تو اپنا ہاتھ میرے سینے پر یا اپنا پائے مبارک میری ٹانگوں پر رکھ کر مجھے تحفظ کا احساس عطا کرتے۔ رات میں کبھی کبھی میرا پیشاب خطا ہوجاتا تو بالکل ناراض نہیں ہوتے تھے۔ پلنگ پاک کرتے، مجھے پاک کرتے اور خود غسل کر کے مجھے اپنی شفقت کی بانہوں میں لپیٹ لیتے۔

اس زمانے میں وہ اونچے قد کے، قوی ہیکل، فراخ سینہ، مضبوط بدن کے انسان تھے۔ ان کو دیکھ کر ہم بچوں پر ایک عجیب طرح کی عقیدت بھری ہیبت طاری ہوجاتی۔ ہم بچے زور زور سے بول رہے ہوتے اور وہ اچانک مسجد سے نماز پڑھ کر گھر میں داخل ہوتے تو ان کے عصا کی مخصوص آواز سن کر ہم سب کی آوازوں کا آہنگ دھیمی دھیمی سرگوشیوں میں بدل جاتا۔ وہ اپنی شخصیت کے رعب کو طاری نہیں کرنا چاہتے تھے۔ آ کر بیٹھتے اور فوراً بڑی شفقت اور دلچسپی کے ساتھ پوچھتے۔

''ہاں بھئی۔ کیا کیا باتیں ہورہی تھیں۔ ہم بھی تو سنیں'' پھر ہم بچے آہستہ آہستہ بے تکلف ہوکر ان سے باتیں کرنے لگتے، یہ روز کا معمول تھا۔ لیکن ان کی تمام تر شفقت کے باوجود ہم بچوں کے ذہنوں سے ان کی شخصیت کے وقار کی ہیبت کا تاثر آخر آخر دم تک نہیں ہٹا۔ لیکن جیسے ہی وہ گفتگو شروع کرتے ایسا محسوس ہوتا کہ ایک جمالی رنگ فضا سے نیچے اترا اور ان کی شخصیت اور وقار اور جلال کو اپنے میں سمیٹ لیا۔

وہ فجر سے بہت پہلے بیدار ہوجاتے اور وضو کر کے خاندانی وظائف واوراد میں مشغول ہوجاتے۔ یہ تقریباً رات کے تین بجے کا عمل ہوتا تھا۔ اس وقت کی عبادت کا اختتام گریے پر ہوتا تھا۔ وہ بلک بلک کر خدائے ذوالجلال سے دعائیں مانگتے۔ اس

وقت اگر میری آنکھ کھل جاتی جو اکثر ان کے رونے کی آواز سے کھلتی تو میں پلنگ پر لیٹا لیٹا آنکھیں بند کئے سوچا کرتا کہ پاپا تو اتنی بڑی عمر کے ہیں، جوان ہیں، بچے نہیں ہیں تو آخر رات گئے بچوں کی طرح روتے کیوں ہیں؟ ان کی گریے کی آواز سے دہشت طاری ہوجاتی۔ جب وہ فجر کی نماز پڑھ کر کچھ دیر آرام کرنے کے لئے پھر بستر پر آتے تو ان کے لمس کو دوبارہ پا کر وہ دہشت ختم ہوجاتی۔ ان کی شفقت اور محبت کی نرم رو لہریں پورے سراپے میں رواں دواں محسوس ہونے لگتیں۔

۱۹۶۰ء میں ہم سب لوگ کراچی گئے۔ بمبئی سے بحری جہاز کا سفر تھا۔ جہاز پر ہم سب مسافروں کی طبیعت مالش کرتی لیکن وہ اور میں بالکل ٹھیک رہتے۔ سفر میں ہمارے ساتھ حاجی عبداللہ بھائی شکر والے مرحوم ومغفور بھی تھے۔ پاپا ہم بچوں کو ایک ایک گھونٹ سمندر کا پانی پلاتے اور ہم لوگ برا سا منہ بنا کر کلی کر دیتے۔ دراصل وہ چاہتے تھے کہ ہم بچے یہ جانیں کہ سمندر کا پانی ذائقے میں دوسرے پانیوں سے مختلف ہوتا ہے۔ ایک بڑی سی اونچی ٹوکری میں پھل وغیرہ تھے۔ مجھے یاد ہے ان میں چیکو بھی تھے۔ جہاز کی کھڑکی سے دیکھ کر وہ ہمیں اشارے سے اکثر اچھلتی ہوئی مچھلیاں دکھاتے۔ اسی دوران ایک عجیب وغریب دلچسپ واقعہ پیش آیا، جس کا خاص کردار اس کمترین نے ادا کیا۔ ہوا یہ کہ بحری جہاز نے کچھ کے مقام پر لنگر ڈالا۔ میں جہاز کے ماحول سے اکتا گیا تھا۔ سب کی نظر بچا کر نیچے چلا گیا۔ وہاں ایک ریستوران میں بیٹھ کر چائے اور گلوکوز کے بسکٹ کا آرڈر صادر کیا۔ خاکسار کی عمر اس وقت ساڑھے چار سال کی تھی۔ بیرا چائے بسکٹ لایا۔ میں مصروف خورد ونوش ہوگیا۔ زندگی میں اپنے برتے پر چائے بسکٹ پینے کا وہ پہلا عیش تھا۔ ذہن سے محو ہوگیا کہ ہمارے ساتھ اور لوگ بھی ہیں جن سے میں بچھڑ گیا ہوں۔ ادھر جہاز پر میری گم شدگی سے ایک قیامت کا سا سماں پیدا ہوگیا۔ لوگ عرشے سے جھانک جھانک کر ایک ڈوبے ہوئے بچے کی لاش دیکھنے کی کوشش کرنے لگے۔ والدہ محترمہ کا رنگ نیلا پڑ گیا۔ پاپا نے جہاز کا کونا کونا چھان مارا۔ جہاز نے ہارن دیا تو پاپا نے جا کر کپتان سے کہا کہ جہاز تب تک نہیں چلے گا جب تک بچے کے بارے میں صحیح

صورت حال کا علم نہ ہو جائے۔ کپتان نے جہاز کی روانگی موخر کی۔ جب وہ مجھے تلاش کرتے ہوئے نیچے آئے تو میں اطمینان سے گلوکوز کا بسکٹ کھا رہا تھا۔ میں نے ان کو بھی دعوت دی۔ انھوں نے بیرے کو بلا کر پانچ روپے کا نوٹ دیا، باقی کے پیسے بھی نہیں لئے اور مجھے اوپر ہاتھ کے بجائے کان پکڑ کر لائے۔ تمام مسافروں نے ڈوبے ہوئے بچے کو زندہ دیکھا تو خدا کا شکر بجالائے۔

پاکستان جانے سے پہلے ایک سادہ سی تقریب میں میری بسم اللہ خوانی ہوئی۔ بسم اللہ انھوں نے ہی پڑھائی۔ مسجد برکاتی میں آثار متبرکہ کی الماری کے پاس بیٹھ کر حسب رواج خاندانی حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نوشتہ بسم اللہ شریف پڑھائی اور سورہ فاتحہ بھی پڑھائی۔ کراچی پہنچ کر انھوں نے منشی سعید الدین صاحب مارہروی مرحوم کو بلا کر مجھے اور حضرت امین میاں کو ان کے سپرد کر دیا۔ جب تک ہم وہاں رہے، منشی جی سے پڑھتے رہے۔ منشی جی ہمارے خاندان کے دیرینہ چاہنے والے تھے اور ان کا خاندان بلگرام سے ہم لوگوں کے خاندان کی خدمت کے لیے ہجرت کر کے مارہرہ آیا تھا۔ منشی جی بعد میں پاکستان چلے گئے تھے۔ خود قبلہ و کعبہ والد صاحب علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے بچپن میں اردو کے سبق منشی جی سے پڑھے تھے۔ بعد میں میرے چھوٹے بہن بھائیوں کو بھی منشی جی سے پڑھنے کا موقع ملا۔ پاپا علیہ الرحمۃ کراچی سے ایک خط میں میری پھوپھی زاد بہن سیّدہ امیر سلطانہ عرف حمیرا خاتون کو لکھتے ہیں:

> ''دو تین روز سے منشی سعید الدین صاحب نے دونوں بھائیوں کو تختی لکھانا شروع کر دی ہے۔ بس وہی پرانے انداز پڑھانے کے، ذرّہ برابر فرق نہیں۔ ان کا دم بھی غنیمت ہے۔''
>
> (۱۳/جون ۱۹۶۸ء کا مکتوب۔ حوالہ: اہلسنت کی آواز ۱۹۹۵ء)

دونوں بہن بھائیوں سے مراد میری ہمشیرہ سیّدہ ثمینہ خاتون سلمہا اور برادر عزیز سید محمد افضل سلمہ، ہیں۔

اسی زمانے میں حاجی عبدالرحیم گیگا برکاتی ان سے ملنے رحمت بلڈنگ بندر روڈ

پر آتے۔ وہ مجھے بہت چاہتے تھے اور آج بھی بہت چاہتے ہیں۔ خدا انہیں صحت کے ساتھ زندہ اور خوش رکھے۔ آمین۔ قبلہ والد صاحب سے ملنے بے شمار لوگ آتے، میں حاجی صاحب کی گود میں سو جاتا۔ جب وہ اٹھنے لگتے تو میں رونے لگتا اور ان کے ساتھ جانے کے لئے بضد ہوتا۔ وہ اجازت لے کر مجھے گود میں اٹھا کر بندر روڈ سے اپنے گھر بمبئی بازار چھاگلہ اسٹریٹ لاتے۔ ایک آدھ گھنٹے تک تو میں خوش رہتا پھر واپس جانے کی ضد کرتا۔ وہ مجھے اپنے اسکوٹر پر آگے کھڑا کر کے پھر رحمت بلڈنگ بندر روڈ تک لاتے اور چار منزل چڑھ کر رات کے دو بجے دروازے پر دستک دیتے۔ پاپا خود دروازہ کھولتے اور کہتے:

''جب آپ کو معلوم ہے کہ یہ واپس آنے کی ضد کرے گا تو آخر آپ کیوں روز لے جاتے ہیں۔''

حاجی عبدالرحیم برکاتی منہ ہی منہ میں مسکراتے اور کہتے ''لے تو میں کل بھی جاؤں گا'' پاپا یہ سن کر خفگی کے عالم میں بھی مسکرا دیتے۔

کراچی میں ہی میری ہمشیرہ سیّدہ ثمینہ خاتون کی ولادت ہوئی۔ ولادت کے وقت اس کا رنگ نیلے کانچ کی طرح تھا۔ مشہور ماہر امراض طفلان ڈاکٹر سعیدہ اشرف نے کہا کہ بچی کے زندہ بچنے کی امید نہیں ہے۔ آکسیجن کی کمی کی وجہ سے بدن نیلا پڑ گیا ہے۔ پاپا نے فرمایا آپ اپنی تدبیر کریں، میں اپنی دعا کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر نومولود بچی کو پاک کر کے بیعت کیا۔ ڈاکٹر سعیدہ نے بچی کو آکسیجن پر لٹا دیا۔ خدا کی قدرت کہ اس کی جان بچ گئی۔ تمام ڈاکٹروں کو حیرت تھی کہ اس قسم کی بیماری میں بچّے بچتے نہیں ہیں۔ اس وقت میڈیکل سائنس نے بچوں کی ولادت کے بعد فوری طور پر پیدا ہونے والی پیچیدگیوں کے تدارک کے سلسلے میں بہت زیادہ ترقی نہیں کی تھی۔ لیکن اسم خدا تو ازلی وابدی ہے۔ ایک صاحب کرامت نے، صاحب شفاعت کے وسیلے سے صاحب قدرت کی بارگاہ میں دعا کی اور تقریباً مردہ بچی میں جان پڑ گئی۔ آج بفضلہٖ تعالیٰ میری بہن ثمینہ خاتون سلمہا تین بچوں کی ماں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے طفیل میں اسے زندہ، تندرست، خوش وخرم رکھے اور اپنے بچوں کی ساری بہاریں دکھائے اور

ایمان وسنیت پر قائم رکھے۔آمین ثم آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

بچپن میں گرمیوں کی دوپہری میں وہ مجھے حویلی سجادگی برکاتی میں لے جاتے اور خط وکتابت، فتاویٰ اور روزنامچہ تحریر کرنے کے بعد قیلولے کے لئے لیٹ جاتے۔ مجھے گرمیوں کی دوپہر میں گھر کے باہر گھومنا بہت بھاتا تھا۔ وہ میری اس عادت سے واقف تھے۔ مجھے اپنے پاس لٹا کر اپنے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں لے کر کہتے کہ اب کچھ دیر کے لیے سو جاؤ۔ میں جھوٹ موٹ سو جاتا اور ان کی آنکھ لگتے ہی آہستہ آہستہ آزاد ہونے کی کوشش کرتا۔ان کی نیند بہت کچی تھی،فوراً جاگ جاتے اور پھر مجھے لپٹا کر سو جاتے۔ ایک دن بہت تیز دھوپ پڑ رہی تھی۔ ہم دونوں حویلی سجادگی برکاتی کے اندرونی حصے میں لیٹے تھے کہ میں نے اچانک سنا کہ چھت پر چلنے پھرنے دوڑنے بھاگنے اور موگری سے مٹی کو پیٹ پیٹ کر چھتوں کی مرمت کرنے کی آواز آرہی ہے۔ میں بہت خوف زدہ ہوا۔ کیوں کہ مجھے علم تھا کہ چھت پر کوئی مزدور نہیں ہے اور حویلی سجادگی میں آنے کا صدر دروازہ صرف ایک ہی ہے جو اندر سے بند ہے پھر بھلا اس وقت چھت پر کون لوگ ہیں؟ میں نے گھبرا کر انہیں جگایا اور کہا کہ اوپر سے آوازیں آرہی ہیں۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔فرمایا یہ تو ہمارے قدیمی جنات ہیں،ان سے بھلا ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس وقت خوف کی ایک لہر میرے پورے بدن میں دوڑ گئی تھی۔ میرے کمسن ذہن نے سوچا کہ اگر جناتوں سے نہیں ڈرا جاتا تو کس سے ڈرا جاتا ہے۔ میں رونے لگا تو وہ مجھے اٹھا کر خانقاہ کے اصل مکان میں چھوڑ آئے۔اس دن کے بعد سے میں حویلی سجادگی میں نہیں سویا۔اب بڑے ہو کر سوچتا ہوں کہ وہ سچ فرماتے تھے کہ جنّاتوں سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ڈرنے کے لیے تو آدمی اور آدمی کی جنگلی فطرت ہی کافی ہے۔ پھر ایک دن بعد انھوں نے تفصیل سے بتایا کہ حویلی سجادگی کی چھت کی کوٹھری میں قدیم زمانے سے جنات آباد ہیں، جو ہمارے دوست ہیں اور یہ حضرات خاندان کے بچوں کے ساتھ اکثر شریک درس بھی رہتے ہیں۔اس واقعے سے چند برس پہلے جب میرے مرشد حضرت تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان حیات تھے، ایک دن

میری والدہ محترمہ کو مکان کے ایک گوشے میں نورانی صورت کے ایک جن محو عبادت نظر آئے۔ نیک جن محو عبادت ہو یا برا جن محوِ شرارت، خوف تو یکساں ہی لگتا ہے۔ میری والدہ اس جگہ سے ہٹ آئیں اور پورا واقعہ بیان کیا۔ جب حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ مکان کے اس حصّے میں تشریف لے گئے اور بہت جلال کے عالم میں ان جن حضرت کو ڈانٹا اور انہیں بزرگوں کا معاہدہ یاد دلایا کہ آپ اس خاندان کے افراد کو کبھی ظاہر ہو کر خوف زدہ نہیں کریں گے۔ غرض بہت معافی تلافی ہوئی۔ اس دن کے بعد سے ان حضرات نے کبھی ظاہر ہو کر خود کو نہیں دکھایا لیکن اپنی موجودگی کا ثبوت اب تک دیتے رہتے ہیں۔ میرے دادا حضرت سیّد شاہ آل عبا صاحب قدس سرہٗ سے تو باقاعدہ گفتگو بھی ہوا کرتی تھی جسے میرے دادا حضرت علیہ الرحمۃ من وعن نقل کیا کرتے تھے۔ میں نے اپنے خاندان کے بزرگوں سے اس معاہدے کا ذکر سنا ہے جو خانقاہ برکاتیہ میں مقیم اجنّہ کے جدِ اعلیٰ اور ہمارے مورثِ اعلیٰ حضرت سیّد شاہ عبدالجلیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درمیان ہوا تھا کہ خاندان اجنہ کے حضرات کبھی بھی ہمارے خاندان کو پریشان کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔

عزیزہ قادریہ خاتون کا انتقال:

۱۹۶۲ء کی وہ رات میں کبھی نہیں بھول سکتا جب میری چھوٹی بہن قادریہ خاتون مرحومہ کا بعد انتقال جسدِ خاکی مارہرہ لایا گیا۔ قادریہ کو چیچک نکل آئی تھی۔ حالت بگڑی تو کاس گنج علاج کے واسطے لے جائی گئی، وہیں انتقال ہوا۔ حضرت والد ماجد صبر کا پیکر بنے ہوئے والدہ محترمہ اور بڑی اماں محترمہ (زوجہ سید العلماء علیہا الرحمۃ) کے ساتھ مارہرہ آئے۔ عشاء کی اذان ہو چکی تھی۔ ہم بچے چولھے کے پاس افسردہ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ باہر موٹر کا ہارن بولا۔ سب لوگ باہر نکل آئے۔ دیکھا کہ موٹر میں سے والد ماجد گود میں قادریہ کو لئے اترے اور گھر میں داخل ہو کر صدر دروازے اور دوسرے دروازے کے درمیان کھڑے ہو کر ''میری بلبل'' کہہ کر ایک دل دوز نعرہ لگایا اور پھر

سب کو صبر کی تلقین کی۔ وہ ایک عجیب وغریب رات تھی۔ پورے قصبہ کے مرد ومستورات کا رخ خانقاہ کی طرف ہو گیا۔

اگلے دن عیدالاضحیٰ تھی۔ درگاہ برکاتیہ کے صحنِ عیدگاہ میں حضور والد ماجد نے عید کی نماز پڑھائی، خطبہ پڑھا اور نگاہیں اٹھا کر تازہ تازہ قبر کو دیکھا اور قصبے والوں کو عید کی مبارکباد دی اور پھر قبر پر جا کر فاتحہ پڑھا۔ اکثر قادریہ کی ذہانت کا ذکر کرتے اور آب دیدہ ہو جاتے۔ وہ یہ بھی بتاتے اور یہ بات میری بھی چشم دید ہے کہ قادریہ اپنی زندگی میں اکثر گھر سے باہر آ کر درگاہ شریف میں چلی جاتی اور ٹھیک اسی جگہ بیٹھی کھیلتی رہتی جہاں اب وہ ابدی نیند سو رہی ہے۔ قادریہ کا نام میرے بڑے ابا سید العلماء علیہ الرحمۃ نے رکھا تھا۔ وہ عرس قاسمی برکاتی کے ایام میں عین خرقہ پوشی کے وقت پیدا ہوئی تھی۔ قادری دولھا حضور احسن العلماء بزرگوں کے ملبوسات زیب تن کئے مسندِ برکاتی پر جلوہ فگن تھے۔ منبر رسول پر حضور سید العلماء تشریف رکھتے تھے (خرقہ پوشی میں آخری تقریر انہیں کا حصّہ تھی) اچانک گھر سے ملازم نے آ کر بھری محفل میں اعلان کیا کہ حضور صاحب سجّادہ کے گھر بیٹی کی ولادت ہوئی۔ بڑے ابا نے اپنے بھائی صاحبِ سجادہ کو مبارک باد دی اور دوران تقریر فرمایا ''میں نے بیٹی کا نام آج کی رات کی نسبت سے قادریہ رکھا۔'' روحانی رات میں پیدا ہونے والی وہ پاک بچی زیادہ دنوں تک جسمانی قید وبند میں گرفتار نہیں رہی اور ساڑھے چار سال کی عمر میں روحوں کی دنیا میں واپس چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے صدقے میں اسے اچھے مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

خرقہ پوشی کی شب:

خرقہ پوشی کا ذکر آیا تو یہ بات بتانا بہت ضروری ہے کہ خرقۂ بزرگان پہن کر حضور والد ماجد کا سراپا بالکل بدل جاتا۔ ایسا لگتا جیسے آسمان سے کوئی فرشتہ اتر آیا ہو۔ اس بات کی عینی شہادت کا موقع ہر برس ہزاروں انسانوں کو ملتا تھا۔ سرخ وسفید نورانی چہرے پر سیاہ خرقہ اور سیاہ صافہ، حضرت میر عبدالواحد بلگرامی صاحب ''سبع سنابل'' کی

کلاہِ مبارک، کمر میں حضرت شاہ حمزہ علیہ الرحمۃ کی سیلی مبارک اور ہاتھ میں مرشد برحق حضرت ابوالقاسم شاہ جی میاں سید شاہ اسماعیل حسن رحمۃ اللہ علیہ کا عصا۔ حویلی شریف سجادگی سے درگاہ معلّٰی کا مختصر سفر ہزاروں مریدوں کے جلو میں طے کرتا ہوا وہ ولی صفت، فرشتہ صورت، شیخ المشائخ جب آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا آگے بڑھتا تو وہاں موجود ہزاروں افراد کا دل چاہتا کہ کاش یہ قدم میرے سینے پر پڑیں۔

میں بڑا ہوگیا تو خرقہ پوشی کے مجمع میں اندرونی حلقے میں ان کے بالکل پاس پاس رہتا اور پیچھے پشت کئے، ان کی طرف چہرے کا رخ رکھے انہیں مسلسل و مستقل دیکھتا ہوا حویلی سجادگی سے درگاہ معلّٰی برکاتیہ تک چلتا ہوا آتا تو ایسا محسوس ہوتا کہ ان کے وجود سے نورانی کرنیں نکل رہی ہیں جن میں سب شرابور ہیں۔ اسم اللہ کا نعرہ... اللہ... اللہ کہتے ہوئے خدام و مرید آگے بڑھتے اور اپنے مرشد کے چہرے کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بیتاب رہتے۔ بڑے ابا علیہ الرحمۃ حویلی کے دروازے پر کھڑے اپنے بھائی، صاحبِ سجادہ کو قادری دولھا بنے اس وقت تک دیکھتے رہتے جب تک وہ نظر سے اوجھل نہ ہوجاتے۔ درگاہ معلّٰی پر آکر صاحب سجادہ حضور احسن العلماء درگاہ کے دروازے پر بنی پتھر کی کرسی پر ایک لمحے کے لیے جلوہ افروز ہوتے۔ درگاہ کا خادم اپنی روایتی رسم پوری کرتا یعنی صاحب سجادہ کی خدمت میں گلاب کے پھولوں کا ہار پیش کرتا اور پھر صاحب سجادہ اپنے مرشد کے روضے میں جاکر روضہ اندر سے بند کرکے مراقبہ کرتے اور سب کے لیے دعاؤں کے واسطے ہاتھ اٹھا دیتے۔ باہر میلا دخواں حضرات ''قاسم میاں ذرا کھولو کِوَڑیاں'' اور حاجی میاں ذرا کھولو کِوَڑیاں'' پڑھتے رہتے۔ ان پڑھنے والوں میں حافظ محمد جان برکاتی مرحوم اور ڈاکٹر ایوب حسن برکاتی مرحوم و مغفور پیش پیش رہتے۔ پھر صاحب سجادہ مجلس میں آکر رونق افروز ہوتے اور ان کے جلو میں ماسٹر محمد لعل قادری مرحوم و مغفور تشریف رکھتے۔ مریدین روایتی نذر پیش کرتے جو صاحب سجّادہ ہاتھ سے چھوکر ماسٹر محمد لعل صاحب کے حوالے کردیتے۔

قبلہ والد ماجد علیہ الرحمۃ عرس قاسمی کا اہتمام بہت ذوق وشوق اور محنت سے

کرتے۔ ان کی ذات نے خدا کے بھروسے پر عرس قاسمی برکاتی کو شہرت عطا کی۔ وہ اعراس میں سادگی اور دینی شوکت کے خواہاں تھے۔ اپنے مہمانوں اور عرس کے زائرین کے آرام کا حتی الوسع خیال فرماتے۔ مارہرہ شریف چھوٹا قصبہ ہے۔ ضرورت کی چیزیں وقت پر فراہم کرنا مشکل کام ہوتا تھا اور اب بھی ہے۔ وہ مہینوں پہلے سے تیاریاں شروع کر دیتے۔ گیہوں صاف کرا کے رکھنا اور مسالہ جات تیار کرا کے رکھنا، ہر سال کا معمول تھا۔ روغن وقت سے پہلے خرید کر رکھ لیتے اور کہتے کہ یہ عرس کا سامان ہے، اس میں عرس کے علاوہ ہاتھ نہیں لگنا ہے۔ صفائی پسند تھے۔ عرس سے بہت پہلے چھتوں کی مٹی درست کراتے۔ چونے کی قلعی مسجد، درگاہ اور خانقاہ میں کراتے۔ اس قسم کے تمام کاموں کی ابتدا مسجد برکاتی سے کرتے۔ فرماتے کہ خانۂ خدا کی صفائی سب مقامات کی صفائی سے مقدم ہے۔ خدام کو ہدایت تھی کہ علمائے کرام کا خصوصی خیال رکھیں۔

مہمانوں کی آمد عرس سے پہلے ہی شروع ہو جاتی۔ سب کا استقبال خندہ پیشانی سے فرماتے۔ عرس کی تیاریوں کے سلسلے میں معمولی معمولی جزئیات پر گہری نظر رکھتے۔ سب کو اپنے دست مبارک سے خطوط لکھتے۔ مسجد برکاتی، درگاہ معلّٰی اور خانقاہ برکاتیہ، سب کا انتظام وانصرام اکیلے دم پر کرتے تھے۔ میرے دادا حضرت سید آل عبا قدس سرہٗ نے ایک بار مجھے خط میں لکھا:

''حسن اکیلے دم پر خانقاہ میں چراغ جلائے بیٹھے ہیں۔''

عرس کے آخری دن قل کی محفل اور زیارت آثار متبرکہ کے بعد حویلی سجادگی میں آ کر تشریف فرما ہوتے اور تب کھانا تناول فرماتے۔ مٹی کے پیالے میں گوشت کی چند بوٹیاں اور تھوڑی سی روٹی۔ رخصت ہونے والے زائرین ٹھٹھ کے ٹھٹھ ان کے پاس مصافحہ اور دست بوسی کو حاضر ہوتے۔ وہی وقت علمائے کرام سے گفتگو کا بھی ہوتا۔ وہ اپنی سادگی اور خوبی سے سب کو رخصت کرتے کہ بیشتر زائرین رخصت ہوتے وقت ان کے چہرے کو دیکھتے جاتے اور آنکھوں سے آنسو رواں رہتے۔ شارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب امجدی برکاتی علیہ الرحمۃ نے اپنے مرشد اجازت کی عرس کے سلسلے

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

میں مصروفیات کا بڑا مختصر لیکن سچا نقشہ کھینچا ہے:

''حضرت احسن العلماء علم ظاہر و باطن کے مجمع البحرین تھے۔ میرا ان سے ہمیشہ سے بہت خصوصی تعلق رہا۔ میں ان کے ساتھ خلوت میں بھی رہا، جلوت میں بھی رہا، سفر میں بھی رہا، حضر میں بھی رہا، نجی مجالس میں گھنٹوں ان کے ملفوظات سنے اور اجلاس میں تقریریں سنیں، میں نے ان کا کوئی قول و فعل شریعت کے خلاف نہیں پایا۔ صورت ایسی دلکش کہ دیکھنے والا دیکھتا رہ جائے۔ سرخ و سفید رنگ، درخشاں کشادہ پیشانی، نرگسی آنکھیں، گلابی رنگ کے ہونٹ، رخسار ایسے روشن کہ اس سے نور کی کرنیں پھوٹتی تھیں۔ مسلسل گونا گوں جان لیوا علالتوں کے باوجود چہرہ کی نورانیت، تابانی، سرخی اور کشش میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ اخلاق ایسا وسیع اور بلند کہ ہر شخص کو یہ گمان ہوتا تھا کہ مجھ ہی کو سب سے زیادہ مانتے ہیں۔ حاضرین عوام بلکہ گنواروں کے انتہائی تکلیف دہ رویہ کے باوجود کبھی چہرہ پر شکن نہیں دیکھی گئی۔ حضرت کی عالی ظرفی ایام عرس میں اپنے شباب پر ہوتی، عوام زیارت اور دست بوسی کے لئے ایک دوسرے پر گرے پڑتے، کبھی کبھی حضرت کے اوپر بھی گر پڑتے مگر کبھی کسی کو نہ ڈانٹا، نہ جھڑکا۔ جوانی کی بات جانے دیجئے، اخیر عمر مبارک میں جب کہ مسلسل پندرہ سال تک اختلاج قلب (ہارٹ اٹیک) کے مستقل مریض رہے، عرس کے ایام میں چھ چھ گھنٹے تک ایک طرح بیٹھے رہتے، نہ پہلو بدلتے اور نہ گھبراتے اور نہ چیں بہ جبیں ہوتے۔

ایام عرس میں قل کا دن بڑا صبر آزما ہوتا۔ تھا نو دس بجے تقریباً حویلی سے باہر تشریف لا کر درگاہ شریف میں بیٹھ جاتے، تقریباً دو ڈھائی بجے قل ہوتا۔ قل سے پہلے کم از کم آدھ گھنٹے تقریر فرماتے پھر خانقاہ شریف سے جامع مسجد برکاتی میں تشریف لے جاتے اور پھر پیچ در پیچ تبرکات رکھنے والی الماریوں کو کھلواتے اور دیکھتے اور تبرکات کے ساتھ پھر درگاہ میں تشریف لاتے، اسے

کھولتے اور تقریباً دس بارہ تبرکات کی زیارت کراتے پھر سب کو سمیٹ کر بند کرتے اور پھر اسے زنان خانے میں لے جاتے، وہاں مستورات کو زیارت کراتے پھر جامع مسجد برکاتی میں واپس لاکر الماری میں بند فرماتے۔ اس کے بعد حویلی سجادگی میں تشریف رکھتے۔ گھٹنوں میں تکلیف کی وجہ سے سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتے تھے۔ اس لیے حویلی سجادگی ہی میں نماز ادا فرماتے اس وقت واپس ہونے والے زائرین کا اتنا ہجوم ہوتا کہ ہم جیسے لوگ اس بھیڑ میں بار بھی نہ پاتے۔ بارہ بجے رات تک یہی سلسلہ رہتا۔ اب کوئی ٹھنڈے دل سے سوچے کہ کیا آج کوئی جوان ان سب پر خندہ پیشانی کے ساتھ عمل کرسکتا ہے؟'' (اہل سنت کی آواز ۱۹۹۵ھ صفحہ ۱۴۵)

عُلما کا اعزاز:

حضور احسن العلما دیگر اعراس کے باجوں گاجوں اور میلوں ٹھیلوں وغیرہ سے نفور رہتے تھے۔ عرس قاسمی کی تمام محفلوں کو خانوادۂ برکات کے اکابرین کی وصیتوں کے مطابق سنوارتے تھے۔ عرس قاسمی برکاتی کا یہ نقشہ حضرت تاج العلماء نے ترتیب دیا۔ حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ کے مشوروں نے اس میں رنگ بھرا اور حضور احسن العلماء کی خلوص نیت، خاندانی روایات کی پاسداری اور دین کی سچی شوکت کی خواہش نے ان رنگوں کو اور چوکھا کر دیا۔ عرس قاسمی جس طرح میرے بچپن میں ہوتا تھا، انہیں ساری روایات کے ساتھ بفضلہٖ تعالیٰ اب بھی ہوتا ہے۔ اس وقت آبادی کم تھی، سلسلہ بیعت بھی اس قدر وسیع نہیں تھا۔ پہلے درگاہ شریف کا سائبان عرس کی محفلوں کے لئے کافی ہوتا تھا۔ اب باہر کے وسیع میدان بھی کم پڑ جاتے ہیں۔

حضور احسن العلماء کے زمانے میں ہی عرس قاسمی برکاتی میں زائرین و مریدین کی تعداد اتنی بڑھی جو، اب ان کے وصال کے بعد ان کی روحانی مدد سے روز افزوں کثرت پر مائل ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضور امین ملت مدظلہ العالی کو مزید سے مزید کی طاقت عطا

فرمائے۔آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

عرس کے ایام کے علاوہ بھی ان کے پاس آنے والوں کا جم غفیر لگا رہتا۔ یہ حضرات تین طرح کے ہوتے تھے۔اپنے مرشد کا چہرہ دیکھ کر اور کچھ وقت قیام اور فاتحہ کے بعد رخصت ہونے والے مریدین۔اپنی مشکلات کے سلسلے میں دعا اور تعویذ حاصل کرنے والے دور ونزدیک کے عوام اور باہر سے آنے والے علمائے کرام اور مشائخ عظام جن کا مقصد درگاہ پر فاتحہ پڑھنا اور حضور احسن العلما کی زیارت کرنا ہوتا تھا۔وہ عرس کے ایام کے علاوہ آنے والے مہمانوں کو بھی بااصرار روک کر وقت اور موسم کے مطابق خاطر کرتے اور اگر کھانے کا وقت ہوتا تو بغیر کھانا کھلائے نہیں جانے دیتے تھے۔علمائے کرام رخصت کے وقت نذر پیش کرتے۔وہ ان کی نذر قبول کر کے اس میں اپنی طرف سے کچھ نقدی شامل فرما کر ان کے ہاتھوں میں خاموشی سے رکھ دیتے تھے۔فی زمانہ اب کوئی مرشد ایسا نظر نہیں آتا۔

رئیس القلم حضرت علاّمہ ارشد القادری مدظلہ العالی (اب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) تحریر فرماتے ہیں:

> ''ایک بار میں صبح کے وقت مارہرہ شریف حاضر ہوا۔ بزرگوں کے کریمانہ اخلاق اور خردنوازی کے قصے میں نے بارہا کتابوں میں پڑھے تھے لیکن اس دن پڑھنے کا نہیں بلکہ شرمسار آنکھوں سے مجھے دیکھنے کا موقع ملا۔انتہائی پرتکلف ناشتہ سے فارغ کرانے کے بعد انھوں نے مجھ حقیر بے توقیر کو اس مقدس تخت کی زیارت کرائی جس پر اعلیٰ حضرت کے پیر ومرشد نے انہیں داخل سلسلہ کیا تھا اور عالم محسوس میں ان کا ہاتھ سرکار غوث الوریٰ کے ہاتھ میں دیا تھا۔اس کے بعد اپنے بزرگوں کے ان خلوت کدوں میں ہماری حاضری کرائی جہاں سالہا سال کی ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ انہیں سلوک ومعرفت کے مقامات طے کرائے جاتے تھے۔ پھر ہمیں جنت کے اس لالہ زار کی طرف لے گئے جسے ہم جنتیوں کی ابدی آرام گاہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ماتھے کی آنکھیں مزارات کی چادروں سے آگے نہیں بڑھ

سکیں، دل کی آنکھ رکھتے تو نور کے لہراتے ہوئے وہ چشمے دیکھ لیتے جس کا سوتا مدینہ کے منبع انوار سے جاملتا ہے۔

شرابور ہونے کے لئے الطاف وعنایات کی اتنی ہی بارش بہت تھی، اس پر مزید کرم یہ ہوا کہ جب رخصت ہونے لگے تو حضرت نے زبردستی ایک لفافہ میری جیب میں ڈال دیا۔ جب میں نے بہت انکار کیا تو فرمایا ''رکھ لیجئے اس خانقاہ کی یہی روایت ہے۔'' باہر جا کر لفافہ کھولا تو اس میں پانچ سو کے نوٹ موجود تھے۔ واپس ہوتے ہوئے راستے بھر میں سوچتا رہا کہ روایت کا مطلب سوا اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ اوپر سے ایسا ہوتا چلا آ رہا ہے۔

تخیل کے سہارے ہم اوپر کی طرف بڑھنے لگے سلسلہ کی آخری کڑی تک پہنچے تو ایک آواز کان میں گونجی۔'' انما انا قاسم واللہ یعطی''۔ اللہ عطا کرتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ اب سمجھ میں آیا کہ یہ گھرانہ ہی تقسیم کرنے والوں کا ہے۔ اپنی زندگی میں بہت سی خانقاہوں کو ہم نے دیکھا ہے لیکن اس خانقاہ کی یہ ریت دیکھ کر یہ کہنے کو دل چاہتا ہے کہ یہ صرف خانقاہ ہی نہیں بلکہ عصر حاضر کی خانقاہوں کی آبرو بھی ہے۔'' (اہل سنت کی آواز ص ۵۷-۵۸)

علمائے کرام کی قدر ومنزلت کے سلسلے میں حضور احسن العلماء کے بارے میں شارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب امجدی مدعلیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

''حضرت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس عہد کے پیروں کے برخلاف علمائے کا ان کے شایانِ شان پورا پورا احترام فرماتے۔ عرس مبارک میں یہ منظر قابلِ دیدنی ہوتا کہ عرس مبارک کے اجلاس عام میں حضرت خود اور خاندان کے تمام افراد زمین پر ہوتے اور علمائے کرام تخت پر'' (اہل سنت کی آواز صفحہ ۴۷)

ان کے حالات زندگی قلم بند کرتے وقت میں کوشش کر رہا ہوں کہ جو کچھ لکھوں وہ یا تو میرا چشم دید ہو یا اکابر علماء کرام کے تحریروں سے اخذ شدہ ہو یا اپنے بزرگوں سے شنیدہ ہو۔ میں اس بار پھر اپنے بچپن اور لڑکپن کی طرف واپس جاتا ہوں۔

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

میرے بچپن یعنی ان کی جوانی میں ان کا لباس سردیوں میں شیروانی، پاجامہ اور کتھئی رنگ کے جوتے ہوتے تھے۔ گرمیوں میں سفید پاجامہ، وائل کا کرتا اور دو پلی ٹوپی۔ اخیر عمر میں سردیوں میں مرزئی یا صدری زیادہ پہنتے تھے اور پاجامہ کے تکلف کے بجائے تہبند کی سادگی کو ترجیح دیتے تھے۔ جمعہ کی جماعت کے وقت صافہ کا اہتمام بھی کرتے تھے۔ کبھی سیاہ اور زیادہ تر صندلی صافہ (برکاتی رنگ) ان پر خوب چھب دیتا تھا۔ میری منقبت کا ایک بند ہے ؎

سفید ریش، سیہ چشم، صندلی رنگت
گلابی ہونٹ، کھڑی ناک، سروسی قامت
نشان سجدہ تھے ماتھے پہ بدر کی صورت
فراخ سینہ الم نشرح کی کھلی قدرت
وہ زرد رنگ کا صافہ سفید چہرے پر
کہ جیسے مہر نے اوڑھی ہو ماہ کی چادر

اور بھائی صاحب قبلہ یعنی حضرت نظمی مدظلہ العالی اپنے عم محترم کی شان میں فرماتے ہیں ؎

ان کی صورت نور کی تفسیر تھی
ان کی سیرت آیۂ تطہیر تھی

احسن العلما کے تبلیغی اسفار:

میرے بچپن میں وہ تبلیغ دین اور اشاعت سلسلہ کے سلسلے میں معتقدین کی دعوتیں کثرت سے قبول کرتے۔ کبھی پیشگی کرایہ نہیں طلب کرتے۔ اکثر ایسا بھی ہوا کہ کسی نے منی آرڈر سے کرایہ بھیج دیا تو انھوں نے فوراً واپس کر دیا۔ وہ پیشگی کرایہ کو اپنے اوپر بوجھ سمجھتے تھے۔ جس دن ان کی واپسی ہوتی ہم لوگ خانقاہ شریف کی چھت پر جا کر کھڑے ہو جاتے اور اسٹیشن سے آنے والی سڑک پر نظریں جما دیتے۔ سب سے پہلے ان کا رکشہ

نظر آتا۔ دور سے ان کی شخصیت چمکتی دمکتی آہستہ آہستہ قریب ہوتی۔ درگاہ معلّٰی کے پاس آ کر وہ رکشے سے اتر جاتے اور درگاہ میں داخل ہو کر حضور صاحب البرکات کے روضے پر سلام و فاتحہ کا نذرانہ پیش کرتے اور پھر اپنے پیر و مرشد اور حضرت تاج العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کی مزارات پر فاتحہ پڑھتے۔ وہاں سے پیدل خانقاہ شریف میں داخل ہوتے۔ مسجد برکاتی کے دروازے پر نگاہیں ڈالتے ہوئے صدر دروازے سے خانقاہ میں داخل ہوتے اور اندر آ کر سب سے پہلے اپنی دونوں بڑی بہنوں یعنی حافظہ سیّدہ عائشہ خاتون مرحومہ مغفورہ اور حافظہ سیّدہ زاہدہ خاتون مدظلہا کے پاس جا کر انہیں سلام کرتے، خیریت معلوم کرتے پھر اپنے اہل و عیال کی سکونت کی طرف آتے۔ یہ ان کا ہمیشہ کا معمول تھا۔ جاتے وقت بھی اپنی بہن حافظہ سیدہ زاہدہ خاتون کے پاس جا کر مطلع کرتے کہ میں فلاں جگہ جا رہا ہوں اور ان شاءاللہ تعالیٰ فلاں تاریخ کو واپسی ہوگی۔ ان کا یہ معمول آخر تک قائم رہا۔

جب ہم بچے کچھ بڑے ہو گئے تو ان کی سفر سے واپسی پر انہیں لینے اسٹیشن تک جاتے تھے۔ قصبے کے اسٹیشن پر ٹرین کم وقت کے لیے کھڑی ہوتی تھی۔ اس لئے مارہرہ شریف کا اسٹیشن آتے وقت وہ ٹرین کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور ہم لوگ دور سے انہیں دیکھ لیتے تھے۔

انھوں نے تبلیغ دین کے لیے بہت سفر کئے۔ شروع جوانی کے ان اسفار میں برادر طریقت عبدالرزاق برکاتی کانپوری مرحوم و مغفور اور برادر طریقت محمد حسین بھائی برکاتی مرحوم و مغفور اکثر ان کے ساتھ ہوتے۔ کانپور، گلولی، کالپی شریف، کدورہ، اورئی، جالون کے سفر زیادہ کئے۔ کانپور اور اس کے اطراف میں تبلیغ دین و سنیت اور اشاعت سلسلہ برکاتیہ انہیں اسفار کا نتیجہ ہے۔ ان علاقوں میں ہزارہا گھر ایسے ہیں جہاں پورا کا پورا خاندان ان کے ہی دست حق پرست پر بیعت ہے۔ ان علاقوں میں سفر کی سہولتیں اچھی نہیں تھیں۔ اس کے باوجود وہ پیدل، بیل گاڑی، ناؤ غرض یہ کہ کسی بھی طرح ان علاقوں میں پہنچ جاتے جہاں آج بھی پیر حضرات جانے سے کتراتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان علاقوں کے مرید حضور احسن العلماء پر اپنی جان تک چھڑکنے پر راضی رہتے تھے۔ کان پور کے

اطراف کا ایک بڑا دلچسپ واقعہ سناتے:

''ایک بار ہم عبدالرزاق بھائی کے ساتھ ایک ایسے گاؤں میں گئے جہاں ہم سے پہلے کوئی تبلیغ کے لیے گیا ہی نہیں تھا۔ گاؤں کی آبادی کو اپنے بارے میں صرف اتنا علم تھا کہ وہ لوگ مسلمان ہیں۔ باقی عمل کے بارے میں یا عقائد کے بارے میں معاملہ بالکل کورا تھا۔ ہم لوگوں نے پہنچ کر کہا کہ ہم لوگ آپ تمام گاؤں والوں سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ گاؤں والوں کو بڑی حیرت ہوئی۔ بہرحال رات کو ان گاؤں والوں نے ایک بڑا سا الاؤ جلایا اور سارے لوگ اس کے گرد بیٹھ گئے۔ ہم دونوں کو اپنے ساتھ نہیں بٹھایا بلکہ پیچھے ایک بڑا سا مٹکا الٹا کر کے رکھ دیا اور اس پر ایک بورا ڈال کر کہا کہ مولانا صاحب آپ اس پر بیٹھ کر جو کہنا ہو، کہہ لو۔ اب عجیب صورت حال تھی۔ وہ سب الاؤ کے گرد بیٹھے تھے اور ہم ان کے پیچھے ایک اوندھے مٹکے پر براجمان تھے۔ بہرحال اللہ کا نام لے کر ہم نے سادہ سادہ انداز میں ان سب کو اللہ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن عظیم، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور اولیائے کرام کے بارے میں بتانا شروع کیا۔ جہاں جہاں ان لوگوں کو کوئی بات پسند آتی، وہ خوش ہو کر زور سے چلا کر کہتے:

''خوب کہا مولوی صاحب۔ پھر کہو۔''

غرض یہ کہ آہستہ آہستہ ان حضرات کو دین وسنیت کی طرف راغب کیا۔''

یہ پورا واقعہ سنا کر وہ دیر تک ان یادوں میں کھوئے رہتے اور متبسم رہتے۔

جب تک بدن میں طاقت اور جوانی رہی، وہ سادگی سے سفر کرتے رہے۔ ریل میں تھرڈ کلاس میں سفر کرنے میں انہیں کبھی کوئی عار نہیں تھا۔ البتہ زندگی کے اخیر سالوں میں وہ ریل کے اونچے درجوں میں ہی سفر کرتے اور اس بات کا اہتمام کرتے کہ جو ان کا رفیق سفر ہے وہ بھی ان کے ساتھ اسی درجے میں سفر کرے۔ سفر میں لوگ ان کی صورت دیکھتے ہی رہ جاتے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ ریل کے ڈرائیور اور گارڈ نے بھی

آ کران سے ملاقات کی اور پیر چھوکر آ شیر وادلیا۔

بھائی صاحب قبلہ اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

''میں نے بہت سے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت صاحب کے چہرے پر ایسا نور ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آ جاتا ہے۔ جس ریل گاڑی میں سفر کرتے اس کا ڈرائیور اور گارڈ تک چچا میاں سے ملاقات ومصافحہ کر کے جاتا۔''

(اہلِ سنت کی آواز شمارہ ۲)

آخر دفعہ جب وہ بمبئی سے رخصت ہوئے، اس دن یوم عاشورہ تھا۔ سیکڑوں افراد انہیں رخصت کرنے اگست کرانتی گاڑی پر بمبئی سنٹرل پہنچے تھے۔ جب گاڑی چل پڑی تو ہمارے کیبن میں ایک نابینا صاحب مع اپنے ساتھیوں کے آئے اور کہا کہ میں نابینا ہوں لیکن لوگوں کی آہٹوں سے لگا جیسے کوئی بڑا سنت میرے برابر والے کیبن میں موجود ہے۔ مجھے اپنے پیر چھونے دیجئے اور آشیر واد دیجئے۔ پھر وہ صاحب ہمارے کیبن میں بیٹھ گئے اور پاپا کی اجازت سے ایک نعت بہت خوش الحانی سے سنائی اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اقدس میں سلام پیش کیا اور حضور احسن العلماء کے قدم چھوکر اپنے کیبن میں چلا گیا۔ جب گاڑی سورت پر رکی تو بہت سے لوگ اس شخص کو اسٹیشن پر لینے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ معلوم کرنے پر علم ہوا کہ وہ مشہور میوزک ڈائریکٹر روندر جین تھے۔

تبلیغ دین اور اشاعت سلسلہ برکاتیہ کے سلسلے میں انھوں نے دور دور کے سفر اختیار کئے۔ گونڈل، پور بندر، دھوراجی، رتلام، کوٹہ، سورت، بڑودہ، بمبئی، کلکتہ، اڑیسہ، ناگپور، وارسا، بریلی، بدایوں، بیسل پور، پٹیالی، اندور، کانپور، گلولی، کالپی شریف، اناؤ، جالون، مگہر، فیض آباد، بنارس، الہ آباد، لکھیم پور، کھیری، حیدرآباد، پورن پور، پیلی بھیت، شیر پور، نیپال کی ترائی کے دیگر مقامات، کراچی، حیدرآباد سندھ اور لاہور، ڈھاکہ اور چٹگام کے علاوہ جانے کتنے کتنے دیہات ایسے تھے جہاں اس مرشد برحق اور عالم نے دینِ متین اور اشاعت سلسلہ برکاتیہ کے لیے سفر اختیار کئے۔ ان تمام مقامات

کے ہزاروں افراد آج بھی نورانی صورت اور عرفانی سیرت کا ذکر کر کے، اپنے مرشد کو یاد کر کے آب دیدہ ہو جاتے ہیں۔

احسن العلما کے وجود با مسعود کی برکتیں:

یہ میرا ذاتی مشاہدہ تھا کہ جب تک وہ مارہرہ میں قیام کرتے، قصبے میں سکون اور امن رہتا۔ ان کے جانے کے بعد قصبے میں کوئی نہ کوئی ایسی واردات ہو جاتی جو قصبے کے سکون کو درہم برہم کر دیتی یا خاندان میں کوئی سخت بیمار ہو جاتا یا کنبے میں کوئی موت واقع ہو جاتی۔ اسی لیے وہ اکثر مارہرہ میں اپنے قیام کو ترجیح دیتے۔

میں چھوٹا تھا، وہ باہر گئے ہوئے تھے۔ گرمیوں کے دن تھے۔ ایک عجیب بات روز پیش آتی وہ یہ کہ خانقاہ کے کسی نہ کسی حصّے میں سانپ نکل آتا کبھی چھوٹا، کبھی بڑا۔ میرے چچا محترم سید حسین میاں قادری مدظلہ سانپوں سے بالکل نہیں ڈرتے۔ وہ یا تو ان کو نکال کر باہر کر دیتے یا اگر ڈھیٹ سانپ ہوتا تو اسے ختم کر کے باہر پھنکوا دیتے۔ بہر حال ہم بچے ان سانپوں کی یورش سے بہت پریشان اور ہراساں تھے۔ جس دن پاپا سفر سے واپس آئے اور خیریت معلوم کی تو سب سے پہلے میں نے ان کو بتایا کہ گھر میں روزانہ سانپ نکل رہے ہیں۔ وہ مسکرائے اور فرمایا کہ آج کے بعد اس طرح سانپ نہیں نکلیں گے۔ خدا گواہ ہے کہ اس دن کے بعد سے سانپوں کا لگاتار برآمد ہونا موقوف ہوا۔ مجھے یاد پڑتا ہے اسی زمانے میں انھوں نے مجھے سانپوں کو باندھ دینے کی خاندانی دعا تعلیم فرمائی جسے پڑھنے کے بعد سانپ ایک خاص دائرے سے باہر نہیں نکل پاتا۔ ایک غیر مرئی دائرے کے اندر ہی اندر چکر لگاتا رہتا ہے۔

مجھے اپنے بچپن کے مقامی میلادوں کی نورانی محفلیں اچھی طرح یاد ہیں۔ یہ محفلیں زیادہ تر ڈاکٹر ایوب حسن صاحب مرحوم و مغفور مرید خاص حضور ابوالقاسم حاجی میاں قدس سرہٗ، جناب مشرف علی بنّے صاحب مرحوم اور منشی کریم بخش صاحب پیشکار مرحوم کے مکانات پر ہوا کرتی تھیں۔ خانقاہ کے سارے مرد افراد میزبانوں کے جلو میں

پا پیادہ درود شریف پڑھتے ہوئے میلاد شریف کی محفل میں داخل ہوتے۔ خطبے کے بعد حضور والد ماجد نہایت لحن کے ساتھ قرآن عظیم کی تلاوت سے محفل کا آغاز فرماتے اور پھر حمد و نعت و منقبت کی محفل سجائی جاتی۔ بیشتر یہی ہوتا کہ خود والد ماجد علیہ الرحمۃ ہی حمد و نعت و منقبت پڑھتے اور اتنی خوش الحانی سے پڑھتے کہ قصبے کے اندھیرے سناٹے میں دور دور تک ان کی آواز روشنی کی لہریں بکھیر دیتی، پھر بلند آواز میں لیکن سمجھا سمجھا کر تقریر کرتے جس کے موضوعات عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، محبت اولیائے کرام اور معاملات دنیا میں خدا کے احکامات کی تعمیل اور نماز روزے کی پابندی کے معاملات پر مشتمل ہوتے۔ بعدہٗ صلوٰۃ وسلام پڑھتے ع مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

پھر..... یا نبی سلام علیک..... اس کے بعد پنج آیت شریف پھر شجرہ عالیہ قادریہ برکاتیہ اور پھر فاتحہ بزرگاں کے بعد دعائیں۔ میلاد کے بعد نیاز تقسیم ہوتی اور صاحبِ خانہ حسب حیثیت چائے وغیرہ سے تواضع کرتا اور پھر خانوادے کے سارے افراد چھوٹے اور بڑے، حضور والد ماجد علیہ الرحمۃ کی قیادت اور میزبان اور ان کے اہلِ خاندان کی معیت میں خانقاہ شریف واپس آتے۔ ان کی ڈالی ہوئی روایت پر آج بھی قصبے میں اسی طرح عمل ہوتا ہے۔ اگر اہلِ خاندان سے کوئی میلاد پڑھنے یا تقریر کرنے جائے تو آخر میں میزبان اس فردِ خاندان کو خانقاہ شریف تک چھوڑنے آتے ہیں۔ کیسی نورانی محفلیں تھیں، کیسے لوگ تھے، واپسی کے وقت قصبے کے اندھیرے میں خانقاہ واپس آتے ہوئے نفوس قدسیہ کے پیروں کی چاپ بصارت اور سماعت میں وہ تمام نقشے اپنی مکمل تفصیلات کے ساتھ آج بھی بفضلہٖ تعالیٰ محفوظ ہیں۔

اندازِ تربیت:

مجھے بچپن میں میری پھوپھی صاحبہ سیدہ حافظہ عائشہ خاتون مرحومہ اور سیدہ حافظہ زاہدہ خاتون مدظلہا کے علاوہ خود میرے والد کریم نے بھی قرآن عظیم پڑھایا۔ پھر والد ماجد نے کلمے اور کچھ مختصر دعائیں یاد کرانے کے بعد درگاہ کے مدرسے یعنی مدرسہ

قاسم البرکات میں پڑھنے بٹھا دیا، وہاں مجھے حافظ عبدالرحمٰن عرف حاجی کلو صاحب مرحوم نے اور منشی نصیرالدین صاحب مرحوم نے علی الترتیب قرآن عظیم اور اردو، حساب کا درس دیا۔ قبلہ والد ماجد علیہ الرحمۃ سال کے سال تمام بچوں کا امتحان لیتے، مجھے اچھی طرح یاد ہے میرے امتحان میں انھوں نے سورہ ناس سنی اور نماز کی امامت ملاحظہ کی، مکتب کے بچوں پر عموماً بہت مہربان رہتے تھے، اسی مدرسہ قاسم البرکات میں والد کریم نے اپنی نوجوانی کے زمانے میں درس بھی دیا تھا۔ ان کے شاگرد قصبے میں موجود ہیں، پڑھاتے وقت وہ بآواز بلند پڑھاتے تھے اور مخارج پر بہت زور دیتے، اردو البتہ اردو کی طرح بولتے تھے، اردو میں عربی مخارج کے استعمال کو غیر فصیح سمجھتے تھے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے آج سے ۳۵/ برس پہلے مکتب کی تعلیم ختم ہونے کے بعد وہ بہ نفس نفیس خود میرا ہاتھ پکڑ کر قصبے کے پرائمری اسکول (جواہر لال پرائمری اسکول) لے گئے، ہیڈ ماسٹر پنڈت ستیہ نارائن شرما ہڑبڑا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

ماسٹر صاحب آداب عرض! اس بچے کو مناسب کلاس میں داخل کر لیجئے۔

''میاں، آداب عرض! آپ جیسا حکم دیں اسی کلاس میں داخل کر لیا جائے۔

نہیں ماسٹر صاحب! تعلیم کی بنیاد کمزور نہیں ہونا چاہئے۔ آپ اس کا امتحان لے کر اندازہ کر لیجئے کہ یہ کس کلاس کے قابل ہے۔

غرض یہ کہ امتحان ہوا، ماسٹر صاحب نے تیسرا کلاس تجویز کیا اور کہا کہ چوتھے میں بھی ہوسکتا ہے لیکن میرے والد ماجد علیہ الرحمہ نے اصرار کیا کہ تیسرے درجے میں ہی مناسب ہے۔ ان ۳۵/ برسوں میں درس وتدریس کے معاملات میں کس قدر انقلاب آ گیا کہ آج ماں باپ کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کا بچہ جلد اونچے کلاس میں جائے اور حضور احسن العلماء کا یہ عالم تھا کہ ہیڈ ماسٹر کے اصرار کے باوجود میرا داخلہ کم تر درجے میں کرایا۔ دوران تعلیم پرائمری، کالج اور علی گڑھ یونیورسٹی، ہر زمانے میں یہی نصیحت کی کہ پڑھ لکھ کر دین ودنیا کی خدمت کے قابل بنو، کسی کے محتاج نہ رہو۔ اپنے خدا جل جلالہٗ پر ایمانِ کامل رکھو اور اس قابل بن جاؤ کہ اپنے بازوؤں سے کماؤ تاکہ کبھی بھی مریدین

ومتوسلین کی نذر پر دارومدار نہ رہے، سبحان اللہ۔ برصغیر کی عظیم الشان خانقاہ کا سجادہ نشین اور لاکھوں مریدوں کا پیر اور پیرزادہ کتنے آسان الفاظ میں اپنے بچوں کو تعلیم محنت اور رزق حلال کا سبق دے رہا ہے۔ اللہ اور اس کے چاہنے سے اس کے رسول کا کرم اور والدین کی دعائیں اور نصیحتیں ہی تو تھیں کہ آج بفضلہٖ تعالیٰ ہم پانچوں بھائی بہن اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم کے حامل ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ ہم سبھی بھائی اپنے والد ماجد کی دعاؤں کے طفیل اپنے دست وبازو کی محنت کی کمائی کر رہے ہیں۔ علم اور اہل علم سے ان کو بہت محبت تھی۔

علم واہلِ علم کی توقیر تھی شیوا ترا
جانشیں میں ہو نمایاں جلوہ زیبا ترا

(علامہ اختر رضاؔ ازہری میاں)

بچپن میں ہی ہم بہن بھائیوں کو بہت شدومد کے ساتھ استاد کی عزت کرنے کے لیے نصیحتیں کرتے اور اس بات پر نظر بھی رکھتے کہ ہم ایسا کر رہے ہیں کہ نہیں۔

پانچویں کلاس کے نتیجے کے بارے میں میرا شک تھا کہ مجھے کم نمبر دیئے گئے ہیں تاکہ کسی دوسرے کو فرسٹ پوزیشن دے دی جائے۔ میں نتیجہ لے کر روتا ہوا گھر آیا۔ مجھے دلاسہ دیا اور کہا کہ اگر واقعی زیادتی ہوئی ہے تو تدارک ہوگا اور ان شاء اللہ تعالیٰ تمہاری ہی فرسٹ پوزیشن آئے گی۔ دوسرے دن وہ، قبلہ امین صاحب، مختار عام، رفیع الدین اور میں یہ قافلہ صبح ہی صبح ایٹہ پہنچا اور وہاں ڈپٹی انسپکٹر آف اسکول سے مل کر درخواست کی کہ کاپی کا دوبارہ معاینہ کرلیا جائے، مبادا کوئی نمبر جوڑنے سے رہ گیا ہو۔ معاینہ ہوا اور میرے مرشدِ اجازت، میرے والد گرامی حضور احسن العلماء کی زبانِ کرامت بیان کا کہا سچ ثابت ہوا، حساب کی کاپی میں میرے پانچ نمبر ٹوٹل میں نہیں جوڑے گئے تھے۔ میری فرسٹ پوزیشن آ گئی۔ فرماتے تھے محنت سے پڑھو، ناجائز طریقوں سے پڑھائی میں زیادہ نمبر لانے کی کوشش نہ کرو، البتہ اگر کوئی تمہارے ساتھ زیادتی کرتا ہے تو قانونی طریقے سے قواعد کے مطابق اس کا مقابلہ کرو تاکہ ہم چشموں میں آنکھ نیچی نہ آئے۔

ایک عجیب بات تھی کہ وہ اپنے بچوں کی کامیابی پر ہم لوگوں کے سامنے اپنی خوشی کا

اظہار کبھی کھل کر نہیں کرتے تھے۔ بس خدا کا شکر بجالاتے اور نظر کی دعا پڑھ کر دم کر دیتے۔

حضرت امین ملّت نے ایم۔ اے فرسٹ ڈویژن سکنڈ پوزیشن سے پاس کیا، ڈاکٹریٹ کی ڈگری صرف تین برسوں میں حاصل کر لی، جس کے لئے علی گڑھ میں لوگ پانچ پانچ، چھ چھ سال لگا دیتے ہیں۔ کمترین P.U.C میں فرسٹ ڈویژن پاس ہوا، بی اے آنرس اور ایم.اے میں یونیورسٹی بھر میں اوّل آیا اور دو عدد گولڈ میڈلوں کا حقدار بنا، انڈین سول سروس کی ملازمت میں تینوں برس فائنل طور پر کامیاب ہوا۔ برادر خرد سید محمد افضل سلمہ نے ایل۔ ایل۔ ایم پاس کیا اور آئی. پی. ایس کے امتحان میں کامیاب ہوکر پولیس کے اونچے عہدے پر فائز ہوئے۔ سب سے چھوٹے بیٹے سید نجیب حیدر نوری برکاتی سلمہٗ نے پوسٹ گریجویشن کیا۔ صاحب زادی نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے گرلس کالج سے گریجویشن کیا، لیکن میں نے اپنے ماں باپ کسی کو بھی غرور تو ایک طرف، فخر کے ساتھ بھی ان باتوں کا ذکر کرتے نہیں سنا۔ دینے والے نے انہیں ظرفِ اعلیٰ کا بہت اونچا مقام عطا کیا تھا۔ الحمدللہ۔

حضرت احسن العلماء کا سلسلۂ نسب اور سلسلۂ ارادت:

حضرت کا نسب نامہ پدری ونسب نامہ مادری دونوں جا کر حضرت سیّد محمد صغریٰ قدس سرہٗ پر ملتے ہیں۔ یہ بزرگ کون تھے، اس کی اجمالی تصویر کشی حضرت تاج العلماء سید اولادِ رسول محمد میاں صاحب قدس سرہٗ کی مشہور زمانہ تصنیف ''اصح التواریخ'' میں ملتی ہے۔

''حضرت سیّد محمد صغریٰ قدس سرہٗ:

حضرت سید علی کے فرزند دلبند اسم شریف محمّد، اور لقب مبارک صاحب الدعوۃ الصغریٰ ہے۔ کثرت استعمال سے جزءِ اوّل حذف ہوکر صرف جزءِ آخر صغریٰ زبان عوام پر باقی رہ گیا۔ (فص مآثر)

فضائل وسوانح:

حضرت سادات زیدیۂ بلگرام کے جد امجد، خلاصۂ خاندان مصطفوی، وسلالہ

دودمان مرتضوی، جامع فضائل صوری ومعنوی، حامی سنت، ماحی بدعت، عارف باللہ، مجاہد فی سبیل اللہ اعلاء کلمۃ اللہ میں قدم راسخ وعزم صادق رکھتے تھے۔ مرید ومستفید حضرت خواجہ قطب الحق والملۃ والدین بختیار اوشی کا کی قدس سرہٗ تھے اور مطابق طریقۂ ارباب کمال سلطان شمس الدین التمش کی رفاقت وملازمت کے پردہ میں اپنے آپ کو نظر عوام سے پوشیدہ رکھتے۔ (شج نظ فص) اور نظم اللآلی میں ہے کہ حضرت کو خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کا کی سے علاوہ شرف بیعت کے امتیاز خلافت بھی حاصل تھا۔

فتح بلگرام:

سرزمین بلگرام کو نزہت کدہ شعائر اسلام بنا دینے کی جو مہم آپ کے جد امجد حضرت حسین کے وقت میں ناتمام رہ گئی تھی بامر الٰہی وہ اپ نے بحسن وخوبی تمام سرانجام فرمائی۔ اور بارادۂ قلع وقمع کافران بلگرام واعلائے معالم اسلام، فدایانِ ملت حضرت خیر الانام وغازیان نیک انجام کو ''جاھد الکفار'' کی دعوت عام دی اور ترکمانوں اور فرشوری شیوخ صدیقی ودیگر قبائل اہلِ اسلام کے ایک لشکر کے ساتھ سن چھ سو چودہ ہجری میں بلگرام کے راجہ سری نام پر کہ سپاہ وبنگاہ کی کثرت اور خزانے ومال کی فراوانی بے نہایت سے نہایت مغرور، خود پسند اور سخت کافر معتصب تھا، اپنے مرشد کے حسب الحکم اور سلطان زماں کی اجازت سے چڑھائی کی اور اسی سن میں بعد جدال وقتال راجہ اور اس کے مددگاروں راجہ سانڈی وراجہ قنوج کو بعون ونصرت الٰہی ہزیمت فاش دی۔ راجہ سری اپنے اقارب اور اعیان سمیت مارا گیا اور سواد بلگرام سے ظلمت کفر دور کر کے اسے انوار اسلام سے روشن کر دیا۔ اس فتح کی تاریخ لفظ ''خداداد'' سے برآمد ہوتی ہے۔

بعد فتح حضرت نے وہیں اپنے اعزہ اور اقارب سمیت طرح اقامت ڈالی اور ترکمان اور فرشوری شیوخ اور دوسرے قبائل اور اہل حرفہ مثل نقارچی وکڑکیٹ وغیرہ جو حضرت کے ساتھ آئے تھے، وہ بھی وہیں آباد ہو گئے۔ چنانچہ ان کی اولاد اب بھی وہاں آباد ہے۔ بعد فتح حضرت نے سلطان التمش کو دہلی جا کر اس فتح خداداد کا مژدہ سنایا اور اپنے مرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کے وسیلہ سے سلطان سے حضرت نے فرمان معافی عشر

پرگنۂ بلگرام، جو اس زمانہ میں سلطان وقت کا ہوتا تھا، بایں مضمون حاصل کیا۔

''محصول زمین پرگنہ بلگرام و یکے چنانچہ درشرع شریف مقرراست می گرفتہ باشد''۔

اور اس پر اُس وقت سے لے کر سلطان ابراہیم بن سلطان سکندر لودی تک برابر عملدرآمد تھا اور تمام پرگنہ بلگرام کا محصول عشر حضرت اور حضرت کی اولاد کو ملتا رہا۔ چنانچہ میر آزاد نے محمود شاہ بن محمد شاہ بن فیروز شاہ کا فرمان بابت عشر مذکور کہ مطابق فرامین سابقہ جاری کیا گیا تھا، بچشم خود دیکھا تھا، جس میں لکھا تھا کہ'' چنانچہ درعہدِ سلاطین ماضیہ عشر عین غلہ دادہ اند ہم براں جملہ بدہند'' اور آخر فرمان میں تھا:

"فی السابع و العشرین من ربیع الاخر سنة خمس و ثمان مائة"

اور ان کا طغرا خط ثلث قدیم میں یہ تھا "الواثق بتائید الرحمٰن ابو المحامد محمود شاہ بن محمد شاہ بن فیروز شاہ السلطان"

یہ محمود شاہ فیروز شاہ مشہور بادشاہ دہلی کا پوتا ہے جو ۷۶۶ھ میں تخت نشین ہوا اور ۸۱۴ھ میں انتقال کر گیا۔ اس کے زمانہ میں امیر تیمور نے ہندوستان پر تاخت کی تھی۔ غرض بابر بادشاہ کے وقت اس معمول قدیم میں فرق پڑ گیا۔ القصہ بلگرام حضرت کے جاگیر میں مقرر ہو جانے کے بعد ۶۲۷ھ چھ سو ستائیس ہجری میں حضرت نے سلطان شمس الدین کے حکم سے وسط بلگرام میں ایک بلند ٹیلہ پر حاکم بلگرام کے اجلاس کے لیے ایک مستقل قلعہ تعمیر فرمایا جو بعد کو ٹوٹ پھوٹ گیا اور میر آزاد کے وقت میں اس کی تاریخ کا پتھر جو سلطان شمس الدین کے نام پر تھا، وہاں سے اٹھا کر مسجد سید میاں واقع محلّہ سید واڑہ بلگرام کی دیوار شمالی میں لگا دیا گیا تھا۔

صاحب نظم اللآلی لکھتے ہیں کہ اب کہ وہ دیوار بھی گر پڑی۔ وہ پتھر وہیں پڑا ہوا ہے جس پر یہ عبارت درج ہے: '' حامی البلاد و داعی العباد ذی الامان لاھل الایمان وارث ملك سلیمان صاحب الخاتم فی ملل العالم ظل الله فی الخافقین ابو المظفر ایلتمش السلطان ناصر امیر المؤمنین ادام الله تمکینه فی شهور سنة سبع و عشرین و ست مائة۔ (شج نظ فص ماثر)

تعریف بلگرام:

بلگرام ہندوستان کے صوبہ اودھ کا مشہور و معروف مردم خیز قصبہ ہے۔ آج کل ضلع ہردوئی کے توابع میں ہے۔ اس کا طول البلد ایک سو سولہ درجے اور پندرہ دقیقے اور عرض البلد چھبیس درجے، پچپن دقیقے، سمت قبلہ پچپن دقیقے، مغرب سے شمال کی جانب مسافت بلگرام اور مکۂ مکرمہ کے درمیان پینتیس درجے ترپن دقیقے اور فرسخوں کے اعتبار سے فاصلۂ بلگرام اور بلد الحرام کے درمیان سات سو نواسی فرسخ ہے۔ اس کا نام پہلے وہاں کے راجہ کے نام پر سری نگر تھا۔ حضرت شاہ حمزہ صاحب فص الکلمات میں لکھتے ہیں کہ اُس وقت تک بھی یہ نام عوام اور ہندوؤں کی زبان پر جاری تھا۔ حضرت جدی صاحب البرکات قدس سرہٗ نے بھی اپنے ہندی دوہے میں فرمایا ؎

ہم باسے سری نگر کے، آئے بسے سب چھور
مارہرے سے نگر موں جہاں ساہ نہیں چور
ہم پورب کے پوربیا جات نہ بوجھے کوئے
جات پات سو بوجھئے جودُھر پورب کا ہوئے

ہمارے حضرت جد اعلیٰ سید محمد صغریٰ نے بعد فتح بلگرام کو مرکز دائرہ اسلام بنا کر اس کا نام سری نگر سے بدل کر بلگرام رکھ دیا (فص ماثر) اور پھر یہی مشہور ہو گیا، یہاں تک کہ اب کوئی سری نگر نہیں کہتا۔

وجہ تسمیہ بلگرام:

فقیر کہتا ہے شاید اس نام سے موسوم اس لیے کیا گیا ہے کہ بعد والوں کو یہ نام شوکت و قوت اسلام کی یاد دلاتا رہے۔ یہ بتاتا رہے کہ وہ مقام جو ''بیل'' ایسے دیو لعین کا ''گرام'' شہر و جائے قیام تھا۔ آج بفضلہٖ تعالیٰ و بحولہ و قوتہ جل جلالہ نزہت کدۂ شعائر اسلام ہے۔ اس لیے کہ یہ نام مرکب ہے دو لفظوں سے ایک بیل، دوسرا گرام بمعنی مقام و شہر و آبادی۔ اور بیل ایک دیو ملعون کا نام تھا جسے اس زمانے کے جوگی اور ساحر جو بلگرام

میں بہت رہتے تھے، کوہستان کشمیر سے پوجا پاٹ اور جادو کے ذریعے سے تسخیر کر کے اپنی مدد اور اعانت کے لیے یہاں لائے اور اسے یہاں رکھا تھا۔ یہ شیطان لعین ایسا زبردست تھا کہ دور دور تک اپنے مخالف کو نہ رہنے دیتا اور سوائے اپنی پوجا کے کسی کی پوجا نہ ہونے دیتا۔ اگر کوئی اُسے نہ پوجتا تو اسے آزار واذیت پہنچاتا۔ حضرت خواجہ عماد الدین بلگرامی قدس سرہٗ نے حضرت سید محمد صغریٰ کے بلگرام فتح کرنے سے چند سال پہلے اپنی قوت باطنی اور زور روحانی سے بحول وقوت الٰہی اس دیو لعین کو خاک کر ڈالا۔ جب یہ خبر راجہ بلگرام کو پہنچی، اس نے چاہا کہ حضرت خواجہ پر فوج کشی کرے۔ اس کے مشیروں نے سمجھایا کہ ہم نے اپنی پوتھیوں میں دیکھا ہے کہ ایک زمانہ میں اس سرزمین پر مسلمان چھائیں گے اور جو اُن سے مقابلہ کرے گا وہ بجز ذلت وناکامی اور کچھ نتیجہ نہ پائے گا۔ لہٰذا ان درویش سے تعرض کرنا نہ چاہیے جو ایسے زبردست ہیں کہ جس بیل دیو ملعون کے بل بوتے پر ہم کودتے تھے اسے انھوں نے ایک دم میں نابود کر ڈالا۔ تیری کیا طاقت ہے جو ان سے مقابلہ کر سکے گا۔ آخر راجہ نے فوج کشی سے باز آ کر ایک جوگی کو جو سحر ساحری میں طاق تھا، حضرت کے مقابلہ میں بھیجا۔ حضرت کے سامنے اُس نے کچھ سحر کے شعبدے دکھائے جنھیں حضرت نے بحول وقوۃ الٰہی دفع کر دیا۔ آخر وہ جوگی مشرف بہ اسلام ہو کر راجہ کے پاس واپس گیا اور اپنے سحر کی بے اثری اور حضرت کے زور باطن اور دین اسلام کی بزرگی وقوت بیان کر کے راجہ کو دعوت اسلام دی۔ اس سے راجہ غصہ ہو کر بولا، تو پرانا رفیق ہے ورنہ میں تجھے مروا ڈالتا۔ اُس نے کہا تیری کیا طاقت ہے جو مجھے مروا ڈالے۔ میں نے ایسے برگزیدۂ حق کا ہاتھ پکڑا ہے کہ تیرے ایسے ہزاروں اس کے سامنے خس برابر ہیں۔ اور وہاں سے آ کر حضرت خواجہ صاحب سے اس راجہ مغرور کے تعصب کفر کا حال بیان کر کے اس کے قلع قمع کے لیے عرض کیا۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا: اس بیل دیو لعین کو مار ڈالنا تو فقیر کے ہاتھ سے مقدر تھا جو واقع ہوا اور اس کافر راجہ کا استیصال بھی کچھ دشوار نہیں۔ مگر تقدیر الٰہی میں یوں جاری ہو چکا ہے کہ ولایت سے ایک سید مسلمانانِ اہل عرب کی فوج کے ساتھ آ کر راہِ حق میں جہاد کرے گا اور ان کافروں کو ان کے مقر اصلی جہنم میں پہنچائے گا۔ چنانچہ

تھوڑے ہی عرصے کے بعد حضرت سید محمد صغری نے آ کر بلگرام فتح فرمایا اور اسے اسلام آباد کر دیا (نظم اللالی) جہاں سے بڑے بڑے اکابر اولیا و علما و فضلا و کملا مثل حضرت سید شاہ بڈھ بلگرامی و حضرت میر عبدالواحد بلگرامی صاحب سبع سنابل و حضرت طیب و حضرت سید العارفین شاہ لدھا بلگرامی و علامہ سید عبدالجلیل بلگرامی و حضرت حسان الہند مولانا غلام علی آزاد اور حضرت علامہ زماں سید مرتضیٰ بلگرامی زبیدی یمنی صاحب تاج العروس شرح قاموس وغیرہم اجلۂ اکابر نامدار اٹھے: جن کے فضائل و کمالات علمی و عملی آج بھی دانگ عالم میں مشہور و معروف ہیں۔ جب ہی تو میر سید محمد متخلص بہ شاعر خلف علامہ نامی میر عبدالجلیل بلگرامی مدح بلگرام میں فرماتے ہیں:

سیر باید کرد یاراں نو بہار بلگرام
برز مرد ناز دارد سبزہ زار بلگرام

ہر نفس عطر گلستانِ یمن بومی کنند
خوش دماغاں از نسیم مشکبار بلگرام

عطف از فردوس میسا زد عنان دیدہ را
چشم بینائی کہ میگر دد دوچار بلگرام

اہلِ معنی کسبِ انوارِ سعادت می کنند
از سوادِ اعظم دولت مدارِ بلگرام

شش جہت تنگست برجولانِ رخش ہم نشیں
برفرازِ عرش تازو شہسوارِ بلگرام

یاد ہندوستاں کجا از خاطر طوطی ردد
می کند شاعر بجاوصفِ دیارِ بلگرام

اور خود علامہ بے عدیل میر عبدالجلیل بلگرامی مثنوی امواج الخیال میں جو تعریف بلگرام میں لکھی، فرماتے ہیں:

آب و گل من کہ فیض عام است
از خطۂ پاک بلگرام است

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

سبحان اللہ چہ بلگرامے
کوثر مے و آفتاب جامے
خاکش گل نو بہار عشق است
آبش مے خوشگوار عشق است
از عشق سرشتہ ایزد پاک
درروز ازل خمیر ایں خاک
ہر لالہ کزیں دیار روید
تخم دل داغدار روید

اوراعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

اللہ اللہ عز وشان و احترام بلگرام
عبد واحد کے سبب جنت ہے نام بلگرام
روزِ عرس آوارگانِ دشت غربت کے لیے
من و سلویٰ ہیں مگر خُبز دادامِ بلگرام
آسماں عینک لگا کر مہرومہ کی دیکھ لے
جلوۂ انوار حق ہے صبح و شام بلگرام
تھا بم استحببت یا بلدہ کا پاسخ بالکرام
مرکزی دیں بڑھی ٹھہرایہ نام بلگرام
یادگار اب تک ہیں اس گل کی بہار فیض کے
خند ہائے گلرخانِ لالہ فامِ بلگرام
لائی ہے اس آفتاب دیں کی تحویل جلیل
ساغرِ مارہرہ میں صہبائے جام بلگرام
(بیاض اشعار اعلیٰ حضرت)

اولادِ امجاد:

حضرت سید محمد مبارک محدث بلگرامی جن کا حال مفصل وکمال ماثر الکرام وغیرہ

میں مذکور ہے اپنے نسب نامہ میں تحریر فرماتے ہیں، نیز دوسرے نسب ناموں سے بھی واضح ہوتا ہے کہ حضرت سید محمد صغریٰ کے دو صاحبزادے تھے۔ سید سالار کہ جداعلیٰ قبائلی سادات محلّہ سید واڑہ سالار پچھیہ محلّہ میدان پورہ بلگرام کے تھے۔ دوسرے سید عمر کہ جد سادات بھتہ محلّہ میدان پورہ وجد سادات محلّہ سلہڑہ بلگرام کے تھے (شجہ) سید سالار کی اولاد کی تفصیل شجرۃ طیبہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ سید عمر ہمارے جداعلیٰ تھے۔ ان کی اولاد کا حال آگے آتا ہے۔

وصال شریف:

بعد فتح بلگرام حضرت سید محمد صغریٰ نے وہاں اکتیس برس بعدل وداد، طاعت و عبادت خالق وحکمرانی وکامرانی خلائق میں عمر شریف گزاری اور وہیں بروز دوشنبہ بوقت دو پہر چودہ شعبان المعظم ۶۴۵ھ چھ سو پینتالیس ہجری میں وصال فرمایا۔ مرقد منورّ بلگرام میں جانب شمال ایک باغ میں ہے جو زمانہ میر آزاد، میر سید مبارک کلاں دستار کی اولاد سے تعلق رکھتا تھا اور غالبًا اب بھی انھیں کے قبضہ میں واقع ہے۔ اس پر قدیم زمانے میں پتھر کی ایک لوح نصب تھی جس پر آیت الکرسی شریف اور تاریخ وفات آنجناب (چہاردہم شعبان روز دوشنبہ سنۃ خمس واربعین وست مائۃ) کندہ تھی۔ بعد کو وہ پتھر زیادہ زمانہ گزرنے سے اکھڑ کر گر گیا۔ اور اوائل ۱۱۵۱ھ میں سید محمد محسن مرحوم معروف بہ سید روشن ابن سید محمد سعید نے مزار شریف کو پھر سے درست کرایا اور قبر مطہر کو مع چبوترہ اینٹ اور گچ سے پختہ کرادیا تھا۔ ''فقرۂ امام بلگرامی وادیٔ عقبیٰ پیمودہ'' سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ حضرت علامہ عبدالجلیل بلگرامی قدس سرہٗ السامی آپ کے واقعۂ وفات اور فتح بلگرام کو اپنے نسب نامۂ منظوم میں یوں ذکر فرماتے ہیں:

جد کلاں محمد صغریٰ کہ تیغ او
بر بلگرام یافتہ فتح و مظفری
شد فتح درزمانۂ سلطان یلتمش
تاریخ آں زلفظِ '' خداداد'' بشمری
درسال شش صد وچہل وپنج فوت کرد
آسود بر بساط معلائے عبقری

شعبان روز چار دہم ضحوۂ شنیں
کرد از جہاں بملک تقدس مسافری
باشد بہ بلگرام مزارمبارکش
بر مرقد ش کنند ملائک مجاوری''
(شیخ فص مآثر وغیرہ بحوالہ اصح التواریخ ص:۱۶۷-۱۷۶)

حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ جو بلاشبہ خانوادہ کے مستند تاریخ نویس بھی تھے، ''خاندان برکات'' میں مختصراً لکھتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ ہمارا نسب بواسطۂ حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے بادشاہانِ ظالم کے ظلم سے ہمارے دادا سید علی عراقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ترک وطن فرما کر قریہ واسط میں جو مابین عراق عرب وعراق عجم کے ہے، تشریف لاکر قیام پذیر ہوئے۔ آپ کے احفاد سے حضرت سید ابوالفرح واسطی اپنے چار صاحبزادوں سید ابونواس جد سادات بلگرام وسید ابوالفضائل وسید داؤد وسید معزالدین کے ساتھ سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں واسط سے غزنی تشریف لائے اور بعد قیام چندروزہ مع سید معزالدین پھر واسط کو مراجعت فرمائی اور باقی صاحبزادوں نے ہندوستان کا قصد فرمایا اور سید ابونواس نے جاجنیر اور سید ابوالفضائل نے چہاتر و داور سید داؤد نے تہن پور میں اقامت اختیار فرمائی۔ سید ابونواس کے احفاد سے حضرت سید محمد صغریٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حسب ایماء سلطان شمس الدین التمش، سری نام راجۂ بلگرام پر جو کافر سخت اور بڑا سرکش تھا جہاد فرمایا اور اس کے قتل کے بعد ۶۱۴ھ چھ سو چودہ ہجری میں فتح پائی۔ سلطان نے اس فتح کی یاد میں بلگرام مع اس کے توابع واواحق کے آپ کی جاگیر میں دے دیا۔ حضرت نے اس کا نام سری نگر سے بدل کر بلگرام رکھا اور وہاں شعائر و مراسم اسلام کو رواج دیا اور اپنے توابع شیوخ فرشوری اور ترکمانوں اور اپنے اہل

وعیال کے ساتھ وہیں سکونت فرمائی۔'' (تاریخ خاندان برکات ص۴)

ذیل میں مختصراً حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کا شجرہ پدری و مادری درج کیا جارہا ہے۔

شجرہ پدری:

۱- حضرت سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری علیہ الرحمہ
۲- حضرت سید شاہ آل عبا قادری قدس سرہٗ
۳- حضرت سید شاہ حسین حیدر قدس سرہٗ
۴- حضرت سید شاہ محمد حیدر قدس سرہٗ
۵- حضرت سید دلدار حیدر قدس سرہٗ
۶- حضرت سید منتجب حسین قدس سرہٗ
۷- حضرت سید ناظم علی قدس سرہٗ
۸- حضرت سید حیات النبی تاتو میاں قدس سرہٗ
۹- حضرت سید حسین قدس سرہٗ
۱۰- حضرت سید ابوالقاسم قدس سرہٗ
۱۱- حضرت سید جان محمد قدس سرہٗ
۱۲- حضرت سید حاتم قدس سرہٗ
۱۳- حضرت سید بدرالدین عرف بدلے میاں قدس سرہٗ
۱۴- حضرت سید ابراہیم قدس سرہٗ
۱۵- حضرت سید پیارے میاں قدس سرہٗ
۱۶- حضرت سید حسن قدس سرہٗ
۱۷- حضرت سید محمود عرف بدھن میاں قدس سرہٗ
۱۸- حضرت سید بڈھا میاں قدس سرہٗ
۱۹- حضرت سید جمال الدین قدس سرہٗ

۲۰- حضرت سید ابراہیم قدس سرہٗ
۲۱- حضرت سیدنا صر قدس سرہٗ
۲۲- حضرت سید مسعود قدس سرہٗ
۲۳- حضرت سید سالار قدس سرہٗ
۲۴- حضرت سید صغریٰ قدس سرہٗ
۲۵- حضرت سید علی قدس سرہٗ
۲۶- حضرت سید حسین قدس سرہٗ
۲۷- حضرت سید ابوالفرح ثانی قدس سرہٗ
۲۸- حضرت سید ابوالفراس قدس سرہٗ
۲۹- حضرت سید ابوالفرح واسطی قدس سرہٗ (سادات زیدیہ بلگرام کے جدامجد)
۳۰- حضرت سید داؤد قدس سرہٗ
۳۱- حضرت سید حسین قدس سرہٗ
۳۲- حضرت سید یحییٰ قدس سرہٗ
۳۳- حضرت سید زید سویم قدس سرہٗ
۳۴- حضرت سید عمر قدس سرہٗ
۳۵- حضرت سید زید دویم قدس سرہٗ
۳۶- حضرت سید علی عراقی قدس سرہٗ
۳۷- حضرت سید حسین قدس سرہٗ
۳۸- حضرت سید علی قدس سرہٗ
۳۹- حضرت سید محمد قدس سرہٗ
۴۰- حضرت سید عیسیٰ موتم اشبال قدس سرہٗ
۴۱- حضرت سید زید شہید رضی اللہ عنہ
۴۲- حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

۴۳- حضرت سیدنا امام عالی مقام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴۴- حضرت سید السادات مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم زوجِ خاتون جنت حضرت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنتِ
۴۵- حضرت سرورِ کائنات فخر موجودات محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شجرے نمبر ۴۰ پر جو بزرگ ہیں انہیں کی مناسبت سے حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ کے لوح مزار پر خاکسار کی جو منقبت ہے اس کا شعر ہے:

آبروئے خاندان موتم اشبال تھا
تیری صورت دیکھ کر کافور تھے زاغ و کلاغ

حضرت عیسیٰ قدس سرہٗ ابن حضرت زید شہید اتنے بہادر اور جری تھے کہ تلوار سے شیر کا مقابلہ کر کے اسے قتل کر دیتے تھے۔ اس لیے ان کے زمانے نے انہیں موتم اشبال کا لقب دیا یعنی شیر کے بچوں کو یتیم کرنے والا۔

حضور احسن العلما علیہ الرحمہ کا شجرہ مادری:

۱- حضرت سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری قدس سرہٗ
۲- حضرت بی بی سیدہ اکرام فاطمہ لخت جگر شہر بانو رحمۃ اللہ علیہا بنتِ
۳- حضرت سید ابوالقاسم اسماعیل حسن قدس سرہٗ
۴- حضرت سید میر محمد صادق قدس سرہٗ
۵- حضرت سید شاہ اولادِ رسول قدس سرہٗ
۶- حضرت سید آل برکات ستھرے میاں قدس سرہٗ
۷- حضرت سید شاہ حمزہ قدس سرہٗ
۸- حضرت سید آل محمد قدس سرہٗ
۹- حضرت سیدنا شاہ برکت اللہ امام سلسلۂ برکاتیہ
۱۰- حضرت سید میر اویس قدس سرہٗ

۱۱- حضرت سید میر عبدالجلیل قدس سرہٗ
۱۲- حضرت سید میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ صاحبِ سبع سنابل شریف
۱۳- حضرت سید ابراہیم قدس سرہٗ
۱۴- حضرت سید قطب الدین قدس سرہٗ
۱۵- حضرت سید ماہ رو قدس سرہٗ
۱۶- حضرت سید بڈھا میاں قدس سرہٗ
۱۷- حضرت سید کمال قدس سرہٗ
۱۸- حضرت سید قاسم قدس سرہٗ
۱۹- حضرت سید حسن قدس سرہٗ
۲۰- حضرت سید نصیر قدس سرہٗ
۲۱- حضرت سید حسین قدس سرہٗ
۲۲- حضرت سید عمر قدس سرہٗ
۲۳- حضرت سید محمد صغریٰ علیہ الرحمۃ والرضوان فاتح بلگرام

حضرت سید محمد صغریٰ علیہ الرحمۃ سے لے کر سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک شجرہ یکساں ہے۔

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ کو اپنے نانا جان مجدد برکاتیت حضرت قدوۃ الواصلین، زبدۃ الکاملین، سید العارفین، حجۃ الخلف، بقیۃ السلف، تاجدار مسند برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، زینتِ سجادہ غوثیہ قادریہ مقدسہ، سیدی وسندی، مرشدی ومولائی، مولانا الحاج حافظ قاری سید شاہ ابوالقاسم اسمٰعیل حسن ملقب بہ شاہ جی میاں قادری برکاتی آل احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرفِ بیعت، امتیاز خلافت حاصل تھا اور نانا جان قبلہ نے اپنے نواسے حضرت سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں قدس سرہٗ کو بچپن میں ہی اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا جس کا ذکر مع تفصیل وثبوت پچھلے صفحات میں درج ہو چکا ہے۔ یہ واقعہ ۱۹۲۸ء کا ہے۔ حضور احسن العلماء کو اپنے خال محترم تاج العلماء حضرت سید شاہ اولادِ رسول فخر عالم

محمد میاں علیہ الرحمۃ والرضوان سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ سے بھی شرف خلافت و اجازت حاصل تھا اور حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی حیات مقدسہ میں ہی حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ کو سجادہ عالیہ قادریہ برکاتیہ پر مسند نشین کرادیا تھا، جس کی تفصیلات درج ہوچکی ہیں۔ یہ واقعہ ۱۹۴۴ء کا ہے۔

حضرت احسن العلماء کے پیرومرشد علیہ الرحمۃ کو بیعت حاصل تھی حضرت امیر عالم غلام محی الدین علیہ الرحمۃ سے اور خلافت واجازت حاصل تھی اپنے والد ماجد حضرت سید محمد صادق قدس سرہٗ، حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت سید شاہ ظہور حسین چھٹو میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے۔

حضرت غلام محی الدین علیہ الرحمۃ نے اپنے تایا حضرت سید آل احمد اچھے میاں علیہ الرحمۃ سے بیعت پائی اور حضرت سید آل احمد اچھے میاں علیہ الرحمۃ، حضرت سید آل برکات ستھرے میاں علیہ الرحمۃ اور اپنے برادر بزرگ حضرت سید شاہ آل رسول علیہ الرحمۃ سے خلافت و اجازت حاصل کی۔ اس کے اوپر کا شجرہ طریقت تو ہر برکاتی رضوی کو زبانی یاد ہے۔ مختصر یہ بتانا مناسب ہوگا کہ حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ کو اپنے خاندان کو حاصل تمام سلسلوں کی اجازت و خلافت تھی۔ مثلاً سلاسل آبائی قدیم چشتیہ، سہروردیہ وقادریہ کے علاوہ سلاسل عالیہ قادریہ، چشتیہ ونقشبندیہ، ابوالعلائیہ وبدیعیہ وغیرہم حاصل تھیں اور خانوادے کے جملہ معمولات، مصافحات ادعیہ اور اوراد و وظائف کی اجازت حاصل تھی۔ حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے زمانہ سجادہ نشینی میں سلسلے کا وہ فروغ ہوا کہ سلسلۂ طریقت برصغیر ہندو پاک سے نکل کر عرب امارات، یورپ، امریکہ اور افریقہ تک پہنچ گیا۔

ہندو پاک و یورپ و افریقہ سے نیپال تک
سلسلے نے تیرے دم سے کس قدر پایا فراغ

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے والد محترم سید شاہ آل عبا قادری قدس سرہٗ کو بیعت وخلافت حضرت سید ابوالحسین احمد نوری میاں رحمۃ اللہ سے حاصل تھی۔ ان

کے والد سید شاہ حسین حیدر علیہ الرحمۃ کو بیعت وخلافت حضرت سید شاہ آل رسول علیہ الرحمۃ سے حاصل تھی۔

حضرت احسن العلماء کا رشتہ ازدواج واولاد امجاد:

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ کا عقد مسنون سیتاپور میں محلّہ فتن سرائے کے قدیم خاندانِ سادات نقویہ کی اولاد یعنی حضرت سید محمد اسحٰق صاحب قدس سرہٗ کی صاحبزادی سیدہ محبوب فاطمہ نقوی مدظلہا سے ۲۱ رجنوری ۱۹۴۹ء میں ہوا۔ حضرت تاج العلماء علیہ الرحمۃ نے اس کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ لیکن اختصار کے پیش نظر تبرکاً یہاں وہ تحریر پیش کی جارہی ہے جس میں حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ نے اپنے برادر عزیز کی شادی کے واقعات اپنی ڈائری میں درج کیے ہیں۔ یہ تحریر راقم السطور نے بھائی صاحب حضرت سید آل رسول حسنین میاں مدظلہ سے حاصل کی۔

حضرت سید العلماء کی تحریر من وعن نقل کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہم مسلمان اپنے اسلاف کی روش جانیں کہ شادی کے معاملات کتنی سادگی سے ادا کیے جاتے تھے۔ حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

۷۸۶/۹۲

۲۰ رجنوری ۱۹۴۹ء

۱۰ بجے میں، بابا منشی ایوب علی، حسن میاں، سرتاج دلہن زاہدہ اور بچے وکیل احمد عبدالحق حجام یکوں سے کاس گنج روانہ ہوئے اور وہاں سے ۳ بجے سیتاپور کو روانگی ہوئی۔ مولیٰ عزوجل بخیر پہنچائے۔ چنانچہ شب میں ۴ ربجے سیتاپور پہنچے۔

۲۱ رجنوری ۱۹۴۹ء

فجر کے وقت ہم سب جاکر مقیم ہوئے۔ زنانے کے لیے وحدانے والوں کا گھر اور مردانے کے لیے کوٹھی صادقی تجویز ہوئی۔ چچا میاں سے ملاقات ہوئی۔ میں نے سید محمد اسحاق صاحب کے یہاں جاکر دوبارہ بارات وچوتھی

سے متعلق گفتگو کی، پھر نماز جمعہ میں نے مسجد صادق میں پڑھائی اور اس کے بعد شیرینی منگا کر میلاد شریف پڑھ کر فاتحہ بزرگاں کیا۔ قریب عصر ہمارے یہاں سے جوڑا گیا دلہن کے یہاں اور مغرب کے بعد دلہن کے یہاں سے جوڑا آیا اور پھر ہمارے مدعوئین نثار احمد، نیاز احمد چچا میاں کے ساڑھو وغیرہم کے مجمع میں حسن میاں کو دولہا بنایا گیا اور برات چلی۔ ۱۰ بجے شب میں برات سید محمد اسحاق صاحب کے دروازے پر پہنچی اور میں نے بوکالت خود واصالت سید محمد اسحاق صاحب وحکیم سید آفاق حسین صاحب محبوب فاطمہ بنت سید محمد اسحاق صاحب کا عقد نکاح بعوض مبلغ دس ہزار روپیہ مہر مؤخر سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں بن سید آل عبا صاحب کے ساتھ اس طرح پڑھا کہ پہلے ایک مختصر تقریر میں، میں نے اپنے خاندان کا تعارف کرایا اور زوج کا نسبِ پدری و مادری پڑھ کر سنایا اور پھر خطبہ مسنونہ کے بعد عقد پڑھا۔ بعدۂ خرمے تقسیم ہوئے پھر کھانا کھلایا گیا۔ ۱۱ر بجے ہم عروس اور جہیز لے کر واپس ہوئے۔ عروس کو پہلے بپّا کی کوٹھی میں اتروایا پھر گھر لے گئے۔

۲۲ر جنوری

۱۲ بجے کے قریب برادر عروس سید محمد آفاق صاحب مع کچھ اعزہ آئے اور میں نے انھیں ناشتہ کرایا اور وہ لوگ عروس کو لے کر چوتھی میں گئے۔ پھر ہم سب مرد وعورت بھی عروس کے یہاں مہمان ہوئے۔ چچا میاں کی دلہن اور ان کی بچی بھی تھی۔ بعد ظہر ہم سب واپس ہوئے اور بعد مغرب میں اور حسن میاں دلہن کو گھر لائے اور پھر ہم سب شب کی گاڑی سے وطن کو روانہ ہوئے۔

۲۳ر جنوری ۱۹۴۹ء

ہم سب ۱۲ر بجے دوپہر کے بعد کاسگنج اور قریب دو بجے مارہرہ کے اسٹیشن پہنچے اور پھر بسواری یکہ وبیل گاڑی بفضلہٖ تعالیٰ گھر آئے اور ببا کی اجازت سے دلہن کو پہلے درگاہ شریف اتارا گیا اور پھر گھر میں لائے۔

۲۷؍جنوری ۱۹۴۹ء جمعرات

صبح کو سید سلطان حامد صاحب بریلی سے آ کر ببا کے یہاں مہمان ہوئے۔ آج ببّا نے حسن سلمہٗ کا ولیمہ کیا۔ بکثرت مرد و مستورات نے کھانا کھایا۔ دو پہر کی گاڑی سے سید محمد اسحاق صاحب سیتاپور سے آئے''۔

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کی شادی کے وقت جو سہرے لکھے گئے وہ ''اہلسنت کی آواز'' جلد سوم حصّہ اول میں ۱۳۷۰ھ میں شایع ہوئے۔ تبرکاً ان کو یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔

اللہ غنی کیا خوب ہے یہ پاکیزہ طبیعت سہرے کی
تحمید اِلٰہ تمجید نبی دیرینہ ہے عادت سہرے کی
کہتی ہے عقیدت سے جھک کر یہ فرق ارادت سہرے کی
اب آپ کے ہاتھوں عزت ہے اے شاہِ رسالت سہرے کی
ہیں پھول یہ سارے صف بستہ گاتے ہیں جو مدحت سہرے کی
بیجا تو نہ ہوگا کہنا مجھے گلچین کو رعیت سہرے کی
یہ زینت و زیب اور یہ تزئیں، یہ ناز و ادا اور یہ تمکیں
برجستہ نکلتی ہے تحسیں اللہ رے نزہت سہرے کی
گلزارِ مدینہ ہے مسکن بغداد ہے ان پھولوں کا وطن
پھر فضلِ الٰہی پر تو فگن ہے اوج پہ قسمت سہرے کی
ابھرا ہے گلستاں کا جوبن پھولا ہے محبت کا گلشن
شرما بھی رہا ہے مشک ختن پھیلی ہے جو نکہت سہرے کی
یہ لطف تبسّم غنچوں کا یہ طرزِ تکلم کلیوں کا
یہ غمزہ و عشوہ پھولوں کا ہے ساری کرامت سہرے کی
کِس ناز و ادا سے اِترا کر چمٹا ہے کلیجہ سے جا کر
بندھتے ہی جبینِ نوشہ پر کیا کُھل گئی قسمت سہرے کی

کچھ بادِ صبا اتراتی ہے اور جھومتی گاتی آتی ہے
فردوسِ بریں یاد آتی ہے دیکھی ہے جو رنگت سہرے کی

یہ بزمِ فلک کے سیارے یہ اختر وانجم مہ پارے
ٹوٹے ہیں عقیدت کے مارے کرنے کو زیارت سہرے کی

یہ ناز ونعم گونا گوں ہو یہ عیش وطرب دونا دوں ہو
اللہ کرے روز افزوں ہو یہ شوکت ورفعت سہرے کی

اے شاہِ مدینہ شاہِ زمن از بہرِ حسین از بہرِ حسن
شاداں رہیں یہ دولہا دلہن دن دونی ہو عزت سہرے کی

اے طبعِ خلیلؔ فیض رقم یہ جوشِ بیاں یہ زورِ قلم
کھائے گی تری شوخی کی قسم تا عمر لطافت سہرے کی

(قطعہ)

چھائیں رحمت کی گھٹائیں میں وہ سہرا کہہ دوں
بدلیاں جھومتی آئیں میں وہ سہرا کہہ دوں

عرش تک نعتِ محمد کے ترانے گونجیں
حوریں فردوس میں گائیں میں وہ سہرا کہہ دوں

عطر میں ڈوبی ہوئی آئے نسیمِ سحری
پھول برسائیں ہوائیں میں وہ سہرا کہہ دوں

عندلیبانِ چمن بھی مترنم ہوں خلیلؔ
قمریاں جھوم کے گائیں میں وہ سہرا کہہ دوں

(مفتی سندھ حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خاں صاحب قادری برکاتی قدس سرہٗ)

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

قطعۂ تاریخ

حسن کی محفلِ شادی سجی اب
رہیں شاداں جو ہیں سب اس میں شامل
دعائیہ کہی ایوب نے تاریخ
''بنے یہ'' جشن شادی راحت کامل

۱۳۶۸ھ

(فدائے خاندانِ برکات حضرت محمد ایوب حسن قادری علیہ الرحمۃ)

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کی اہلیہ محترمہ سیدہ محبوب فاطمہ نقوی کا شجرہ پدری و مادری میرے پیرومرشد سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ حضرت تاج العلماء سید اولادِ رسول محمد میاں علیہ الرحمۃ نے ''خاندان برکات'' نامی کتاب کے حاشیے پر اس طرح درج کیا ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و الہ و اصحابہ نسب نامہ سید محمد اسحٰق صاحب ساکن سیتاپور محلّہ فتن سرائے جن کی لڑکی برخوردار محبوب فاطمہ سلمہا سے برخوردار سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کا عقد نکاح ہوا ہے۔(۱) سید محمد اسحٰق صاحب (۲) ابن سید نورالحسن صاحب (۳) ابن سید رجب علی صاحب (۴) ابن سید محمد بخش صالح (۵) ابن سید حاجی حیدر شاہ صاحب (۶) ابن سید عبدالنبی صاحب (۷) ابن سید معروف علی صاحب (۸) ابن سید داؤد صاحب (۹) ابن سید شاہ محمد صاحب (۱۰) ابن سید شاہ مصطفیٰ صاحب (۱۱) ابن سید شاہ سلطان جہانگیر صاحب (۱۲) ابن سید شاہ فضل اللہ صاحب آملی (۱۳) ابن سید عبداللہ عرف سید بڑے صاحب (۱۴) ابن سید ملک صاحب (۱۵) ابن سید مجاہد الدین صاحب (۱۶) ابن سید کمال الدین صاحب (۱۷) ابن سید علاء الدین صاحب (۱۸) ابن سید مرتضیٰ صاحب آملی

(۱۹)ابن سید محمد صاحب (۲۰)ابن سید شاہ ابوطالب صاحب (۲۱)ابن سید شاہ علی صاحب (۲۲)ابن سید شاہ حسن صاحب (۲۳)ابن سید حسین صاحب (۲۴)ابن سید جعفر صاحب (۲۵)ابن حضرت امام علی نقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۶)ابن حضرت امام محمد تقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۷)ابن حضرت امام موسیٰ الرضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۸)ابن حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۹)ابن حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳۰)ابن حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳۱)ابن حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳۲)ابن حضرت امام عرش مقام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳۳)ابن حضرت امام امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و وحضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا (۳۴)بنت حضور خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

نسب نامہ بی بی زینب بیگم والدہ محبوب فاطمہ سلمہا اللہ تعالیٰ:

(۱)بی بی زینب بیگم (۲)بنت میر ناظر حسین صاحب (۳)ابن سید قائم علی صاحب (۴)ابن میر ہدایت علی صاحب عرف لعل میاں (۵)ابن سید محمد پناہ صاحب (۶)ابن سید ماہ صاحب (۷)ابن سید محمد کاظم صاحب (۸)ابن سید محمد عارف صاحب (۹)ابن سید ابوالفتح صاحب عرف شیخ فتن (۱۰)ابن سید حبیب اللہ صاحب (۱۱)ابن سید معز الدین صاحب عرف سید پھول (۱۲)ابن سید شاہ چاند صاحب (۱۳)ابن سید وجہ الدین (۱۴)ابن سید مصطفیٰ صاحب (۱۵)ابن سید عیسیٰ صاحب (۱۶)ابن مخدوم سید شاہ فتح اللہ صاحب عرف شیخ چکنا (۱۷)ابن مخدوم سید عادل الملک صاحب (۱۸) ابن سید عالم الملک صاحب (۱۹) ابن سید عبدالملک کیرامی (۲۰)ابن سید عبدالملک کیرامی (۲۰)ابن سید بہاؤالدین صاحب (۲۱)ابن سید خطیر الدین صاحب (۲۲)ابن سید ظہیر الدین صاحب کہرامی مصنف

کتاب فتاویٰ ظہیری (۲۳) ابن سید بدیع الدین صاحب (۲۴) ابن سید شاہ اسماعیل صاحب (۲۵) ابن سید شاہ عثمان صاحب (۲۶) ابن سید بخت ویہ (۲۷) ابن سید ماہ ویہ صاحب (۲۸) ابن سید عمو یہ صاحب (۲۹) ابن سید سیبو یہ صاحب ☆ (۳۰) ابن سید محمد صاحب ملقب بہ سید جوزنیشاپوری (۳۱) ابن سید علی صاحب ملقب بہ سید فارض (۳۲) ابن سید حسین صاحب ملقب بہ سید اکبر (۳۳) ابن سید محمد صاحب ملقب بہ سید دیباج (۳۴) ابن حضرت سید امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تا آخر شجرہ مذکورہ بالا یعنی شجرہ سید محمد اسحاق صاحب۔

یہ دونوں شجرے کتاب شجرات طیبات مولفہ سید ظہور الحسین صاحب فروغ سیتاپوری مطبوعہ مطبع امیر المطابع سیتاپور ۱۳۳۶ء سے نقل کیے ہیں۔

☆ سیبویہ: صرف ونحو میں امامت کا درجہ رکھتے تھے اور ''مسئلہ کحل'' میں اپنے استاد سے اختلاف کرتے تھے۔ نحو کی کتابوں میں ان کا تعارف اور ذکر اس حوالے سے بھی ملتا ہے۔

اولاد:

۱۹۵۰ء میں اللہ تعالیٰ نے اولاد نرینہ سے سرفراز کیا جن کا نام:

(۱) سید محمد جمیل رکھا گیا۔ ولادت مارہرہ مطہرہ میں ہوئی۔ زیادہ دن نہیں جیے۔ طفل سالی میں انتقال ہوا۔ ان کی قبر درگاہِ برکاتیہ میں شمال کی جانب واقع ہے۔

(۲) سید محمد خالد ۱۹۵۱ء میں پیدا ہوئے۔ ولادت ننھیال یعنی سیتاپور میں ہوئی۔ ان کا انتقال بھی طفل سالی میں ہوگیا۔ بزرگ بتاتے ہیں کہ سید محمد خالد اذان کے وقت کانوں پر ہاتھ رکھ لیتے تھے جیسے مؤذن بوقت اذان رکھتے ہیں۔ ان کے وصال کے دن حضور احسن العلماء سیتاپور میں تھے۔ راہ میں خیرآباد شریف کے مشہور بزرگ مجذوب صفت ولی حضرت مقبول میاں قدس سرہٗ سے ملاقات ہوئی۔ حضور احسن العلماء نے انہیں مسکرا کر سلام کیا۔ مجذوب صفت ولی نے جواب دیا اور کہا:

''خربوزہ کٹت جائے تو ہنست جائے''

یعنی خربوزہ کٹ رہا ہے اور تو ہنس رہا ہے۔ حضور احسن العلماء فوراً فتن سرائے اپنی سسرال کی طرف روانہ ہوئے جہاں پہنچ کر علم ہوا کہ ان کے بیٹے سید محمد خالد اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ سید محمد خالد کو بیعت اپنے والد ماجد حضور احسن العلماء رحمۃ اللہ سے حاصل تھی۔

(۳) امین ملت پروفیسر سید محمد امین قادری، صاحبِ سجادہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف۔

دو بڑے بھائیوں کے وصال کے بعد امین میاں مدظلہ کی ولادت ۱۶/اگست ۱۹۵۲ء مطابق ذی القعدہ قصبہ کاسگنج کے مشہور زمانہ مشن اسپتال میں ہوئی۔ حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ امین میاں صاحب کو بہت چاہتے تھے۔ امین میاں رات کو روتے تھے تو تاج العلماء اٹھ کر بے تابی کے ساتھ اس وقت تک ٹہلتے رہتے تھے، جب تک کہ امین میاں خاموش ہو کر سو نہ جائیں۔

امین میاں قبلہ کو بیعت و خلافت حضرت تاج العلماء سے حاصل ہے اور حضور تاج العلماء نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی اپنے جانشین حضرت احسن العلماء کی وفات کی صورت میں حضرت امین میاں قبلہ کو سجادہ نشین اور متولی درگاہ و خانقاہ مقرر کر دیا تھا۔

حضرت امین میاں نے درگاہ معلّٰی کے مدرسے مدرسہ قاسم البرکات سے تعلیم کی ابتداء کی۔ منشی سعید الدین صاحب نے اردو پڑھائی۔ قرآن عظیم حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ اور حافظ عبدالرحمٰن عرف حافظ کلّو صاحب قدس سرہٗ سے پڑھا۔ دس پارے حفظ کیے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے فرسٹ ڈویژن میں ایم.اے کیا اور وہیں سے میر تقی میرؔ پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ اپنا ایم اے کا رزلٹ نکلنے سے پہلے شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں بحیثیت لیکچرر تقرر ہوا بعدہٗ کچھ اساتذہ کی اقربا پروری سے بیزار ہو کر سینٹ جانس کالج آگرہ میں لگ بھگ آٹھ برس درس و تدریس میں گزارے۔ بعدہٗ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں براہ راست ریڈر کے عہدے پر تقرر ہوا۔

حضرت امین میاں قبلہ کو ان کے والد ماجد حضرت سید احسن العلماء علیہ الرحمۃ نے اپنی سجادہ نشینی کے دن یعنی ۱۹۵۶ء میں سلاسل کی اجازت و خلافت سے سرفراز کیا۔ بعدہٗ عرس رضوی کے موقع پر حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے حضرت امین میاں

صاحب قبلہ کو اپنے دولت کدے پر، ڈیوڑھی میں اور پھر منبر رسول پر ایک ہی دن میں تین بار خلافت عطا فرمائی اور لاکھوں کے مجمع کے سامنے وہ جملہ کہا جو مشہور زمانہ ہو گیا۔

''جو کچھ مجھے سرکارِ مارہرہ مطہرہ سے ملا، وہی سب کا سب آپ کو پیش کر رہا ہوں''۔

بعدۂ حضور مفتی اعظم ہند نے اپنا جبہ، عمامہ اور تحریری مہر شدہ خلافت نامہ عنایت فرمایا۔ اس عرس رضوی میں حاضر ہونے والے حضرات آج بھی اس منظر کو یاد کر کے ایک عجیب روحانی انبساط کی کیفیت میں خود کو گرفتار پاتے ہیں۔

حضور احسن العلماء نے بطور خاص حضرت امین ملت کو تعویذات لکھنے کی تعلیم دی اور مختلف وظائف اور عملیات کے طریقے تعلیم کیے۔ رب تبارک وتعالیٰ نے حضرت امین ملت کے ہاتھ میں روحانی شفا کا خزانہ عطا فرمایا ہے جس سے لاکھوں بندگان کا خدا بفضلہٖ تعالیٰ بھلا ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ الحمدللہ۔

حضرت امین میاں قبلہ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ چند کتابوں کے نام یہ ہیں:

۱- سید شاہ برکت اللہ۔ حیات اور علمی کارنامے

۲- چہار انواع مصنف حضرت سید شاہ برکت اللہ (ترجمہ ڈاکٹر سید محمد امین)

۳- سراج العوارف فی الوصایا والمعارف (ترجمہ ڈاکٹر سید محمد امین) (مصنف حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ)

۴- سراج السالکین مصنف حضرت سید آل احمد اچھے میاں علیہ الرحمۃ والرضوان (ترجمہ وپیش لفظ: ڈاکٹر سید محمد امین)

۵- میر تقی میرؔ، تحقیقی مقالہ اور ان کے مختلف دواوین کی تدوین

۶- ادب، ادیب اور اصناف

۷- قایم چاند پوری- حالات اور علمی کارنامے

۸- شاہ حقانی کا اردو ترجمہ وتفسیر قرآن

(مصنفین: پروفیسر سید محمد امین/ ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی)

حضرت امین ملت کے پیش نظر ابھی کئی علمی کام ہیں جو کتب خانہ برکاتی کی

قلمی کتابوں کو منظر عام پر لانے سے متعلق ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ان کے علم اور قلم سے دین و دنیا کے کام لے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد حضرت امین ملت مسندِ برکاتی پر جلوہ افروز ہوکر سجادہ نشین ہوئے، اب تک ہزاروں کی تعداد میں ان کے دست حق پرست پر طریقت وشریعت کا ذوق رکھنے والے بیعت ہو چکے ہیں۔

حضرت امین ملت خانقاہ و درگاہ ومسجد برکاتی و دیگر مساجد و روضہ ہائے خاندان کے متولی ہونے کے ساتھ ساتھ قدیم درگاہ کمیٹی کے قانوناً اور عرفاً منتظم اعلیٰ ہیں۔ حکومت ہند نے درگاہ شاہ برکت اللہ کی قدیمی نذر بصورت پینشن گورنمنٹ سے وصول کرنے کے اختیار کو بحیثیت سجادہ نشین حضرت امین ملت کو منظوری دے دی ہے۔ حضرت امین ملت اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد خانقاہ و درگاہ اور سلسلے کی ذمہ داریاں بہت ہمت و استقلال کے ساتھ اپنے بزرگوں کی روش پر چلتے ہوئے پوری کر رہے ہیں۔ اپنے والدِ ماجد حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد مختصر سے عرصے میں انھوں نے خانقاہ و درگاہ میں مختلف تعمیراتی کام کرائے جن کا مختصر بیان مندرجہ ذیل ہے:

۱- مسجد برکاتی میں وضوخانے کی چھت
۲- درگاہ معلّٰی کی پرانی چھتوں کی جگہ آر سی سی کی نئی چھتیں
۳- عرس قاسمی کے واسطے نیا مہمان خانہ
۴- درگاہ بڑے پیر میں دو دکانیں اور پانی کی ٹنکی اور مسجدِ درگاہ بڑے پیر کے فرش کی درستگی
۵- مہمانانِ عرس کے واسطے ایک مزید وضوخانہ جہاں لگ بھگ ۵۰ افراد ایک ساتھ وضو کر سکتے ہیں
۶- مہمانان عرس کے واسطے ۲۴ حمام و بیت الخلاء
۷- سیتاپور میں حضرت سید محمد صادق قدس سرہٗ کے روضے کی تعمیر جس کا ارادہ ان

کے پیرومرشد نے اپنی حیات میں کیا تھا لیکن عمر نے وفا نہیں کی

۸- مرکز حفظ وقرأت- دومنزلہ پختہ عمارت نزد جامع مسجد برکاتی

۹- دارالمطالعہ نزد جامع مسجد برکاتی

۱۰- گلشنِ برکات

۱۱- منبرنور

۱۲- دربارِ قاسم

۱۳- بابِ حسن

۱۴- محراب ہائے اسم ہائے بزرگاں

ان تعمیرات کے علاوہ حضرت امین ملت نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے قریب ''البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی'' کے ادارے قائم کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ جہاں دینی تعلیم، ماڈرن تعلیم اور ٹکنالوجی کی اعلیٰ تعلیم اس طرح دی جائے گی کہ وہ تعلیم حلال رزق کمانے کے نئے نئے وسیلے بھی آسانی کے ساتھ حاصل کر سکے۔ زمین کے حصول کا کام بفضلہٖ تعالیٰ ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے طفیل میں انھیں مزید طاقت، صحت، عمر عطا فرمائے اور ان کے ہاتھوں یہ تمام کام بخیر وخوبی اپنے انجام پر پہنچیں اور مفید عام ثابت ہوں۔ آمین ثم آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت امین ملت کا عقد الہ آباد کے مشہور سادات گھرانے میں حضرت سید عابد علی صاحب مرحوم ومغفور کی صاحبزادی سیدہ آمنہ خاتون نقوی سے ہوا جو بفضلہٖ تعالیٰ زیورِ تعلیم سے بخوبی آراستہ ہیں۔ حضرت امین ملت کے دو صاحبزادے یعنی سید محمد امان میاں اور سید محمد عثمان میاں ہیں، ایک صاحبزادی سیدہ ایمن ہیں۔ یہ سب زیرِ تعلیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی پاک کے صدقے طفیل میں انہیں ایمان کامل، عمر طویل، صحت اور علم نافع اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۴) سید محمد اشرف (راقم السطور):

☆ سید شاہ حسین میاں زیدی القادری مدظلہ العالی برادر خرد حضرت احسن العلما علیہ الرحمۃ والرضوان)

راقم السطور اپنے ننھیال سیتاپور میں پیدا ہوا ۔ وہیں میرے پیرو مرشد نے تشریف لاکر مجھے بیعت سے مشرف کیا۔ میرا نام میرے تایا حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ نے رکھا ۔بسم اللہ خوانی حضور والدِ ماجد سید احسن العلماء نے کرائی ۔تعلیم مدرسہ قاسم البرکات درگاہ معلّٰی مارہرہ مطہرہ میں شروع ہوئی ۔قرآن عظیم کا درس حضرت والد ماجد، پھوپھی صاحبہ،سیدہ حافظہ عائشہ خاتون اور سیدہ حافظہ زاہدہ خاتون اور حافظ عبدالرحمٰن مرحوم ومغفور نے دیا۔اردو کی تعلیم منشی سعید الدین صاحب مرحوم اور منشی نصیر احمد صاحب مرحوم نے دی۔ قصبے سے ہائی اسکول کر کے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی جہاں گریجویشن اور ایم .اے میں بفضلہٖ تعالیٰ یونیورسٹی میں ٹاپ کیا اور دو گولڈ میڈل تفویض ہوئے ۔سول سروس کے امتحان میں تین بار بیٹھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صل اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور ماں باپ کی دعاؤں کے طفیل ہر مرتبہ کامیاب کیا۔اب انڈین ریونیو سروس (I.R.S) میں بحیثیت کمشنر انکم ٹیکس علی گڑھ میں تعینات ہوں ۔لکھنے پڑھنے سے دلچسپی ہے ۔ٹوٹی پھوٹی کہانیاں لکھنے کی کوشش کرتا ہوں ۔کہانیوں کے مجموعے ''ڈار سے بچھڑے،''بادِصبا کا انتظار'' اور ناول ''نمبردار کا نیلا'' منظر عام پر آ چکا ہے ۔حمد ونعت و منقبت کا ذوق توفیق دیتا ہے تو اس میدان میں بھی خدمت کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے ۔کہانیوں کا ایک مجموعہ ''بادِصبا کا انتظار'' ۲۰۰۱ء میں شائع ہوا۔

راقم الحروف کی شادی پروفیسر سید علی اشرف صاحب مرحوم ومغفور سابق وائس چانسلر جامعہ ملیہ کی صاحبزادی سیدہ نشاط اشرف سے ہوئی ۔سیدہ نشاط اشرف نے علی گڑھ گرلس کالج سے ایم ایس سی فرسٹ ڈویژن سے کیا ہے ۔حضور احسن العلماء کی علالت کے دوران قیام بمبئی کے زمانے میں اس بہو نے حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کی خوب خدمت کی اور دعائیں لیں ۔بفضلہٖ تعالیٰ دو بیٹے اور ایک بیٹی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں ۔سید نبیل اشرف ،سید ناظم اور سیدہ شفا اشرف ۔تینوں بچے ابھی خردسال ہیں اور زیرِ تعلیم ہیں ۔ اللہ انہیں ایمان،عمر طویل ،صحت اور عمل صالح اور علم نافع کی دولت سے نوازے ۔آمین ، آمین ثم آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم ۔یہ تینوں بچے اپنے دادا حضرت احسن

العلماء علیہ الرحمۃ سے بیعت ہیں۔ان کی والدہ حضرت امین ملت سے بیعت ہیں۔

راقم الحروف کو خلافت و اجازت جملہ سلاسل قدیمہ و جدیدہ سلسلہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ ابوالعلائیہ میں اپنے والد محترم حضرت سید احسن العلماء علیہ الرحمۃ اور اپنے مشفق تایا حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ سے حاصل ہیں، لیکن خود کو ان کا اہل نہیں سمجھتا۔خدا تعالیٰ عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے اور ایمان پر خاتمہ بخیر فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۵) سیدہ قادریہ:

عین شب خرقہ پوشی میں پیدا ہوئی۔ بڑی ذہین، خوب سیرت اور خوبصورت بچی تھی۔بعارضہ چیچک ساڑھے چار برس کی عمر میں قصبہ کاسگنج میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملی۔ اس کی قبر درگاہ برکاتیہ کی شمالی سمت کے بائیں چبوترے پر واقع ہے۔ٹھیک اسی جگہ وہ ہم سب کی نظروں سے بچ کر درگاہ معلیٰ میں جا کر کھیلتی رہتی تھی۔ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے نبی کے صدقے میں اسے جنت کے پھولوں میں جگہ عطا فرمائے۔آمین ثم آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۶) سیدہ ثمینہ خاتون:

کراچی میں پیدا ہوئی۔قرآن عظیم اپنی پھوپھی صاحبہ اور والد ماجد سے پڑھا۔ قرآن عظیم بہت اچھے انداز میں پڑھتی ہے۔علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے گرلس کالج سے گریجویشن کیا۔

نانھیال کے عزیزوں کے نقوی سادات کے خاندان میں سید آفتاب احمد نقوی سے شادی ہوئی۔ ماشاء اللہ تین بچے ہیں۔سید رزینہ، سید شہاب، سیدہ نورالزہرا۔اللہ تبارک وتعالیٰ ان بچوں کو ایمان، صحت، عمر طویل، علم نافع اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے اور یہ بچے اپنے ماں باپ کے سائے میں پروان چڑھیں۔آمین ثم آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔ثمینہ خاتون حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ سے بیعت ہیں۔

(۷) سید محمد افضل:

۱۹۶۳ء میں مارہرہ مطہرہ میں پیدا ہوئے۔قرآن عظیم گھر کے بزرگوں سے پڑھا۔علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے L.L.B اور L.L.M کیا اور ۱۹۹۰ء میں I.P.S میں منتخب ہوکر مدھیہ پردیش کیڈر میں ضلع چھتر پور میں آج کل بحیثیت سپرنٹنڈنٹ پولیس تعینات ہیں۔ پولیس جیسے محکمے میں ہونے کے باوجود جہاں جہاں تعینات رہے، وہاں وہاں لیاقت اور شرافت کا عمدہ معیار پیش کیا۔مدھیہ پردیش کے تمام بڑے پولیس افسران ان کے نام اور عمدہ کاموں سے واقف ہیں۔آج کل علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں رجسٹرار ہیں۔(اس وقت گوالیار کے ایس.ایس.پی ہیں)

افضل سلمہٗ کو تقریر کی خداداد صلاحیت ودیعت ہوئی ہے۔شعروسخن اور ادب کی دوسری اصناف کا بہت پاکیزہ ذوق ہے۔ان کے احباب کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ان کی شادی حضرت امین ملت کی بیگم کی چھوٹی بہن سیدہ راشدہ خاتون سے ہوئی جو بفضلہٖ تعالیٰ زیورتعلیم سے آراستہ ہیں۔ماشاءاللہ ایک بیٹا جس کا نام سید برکات ہے جو خردسال ہے اور زیرتعلیم ہے۔اسے بیعت اپنے دادا حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ سے حاصل ہے۔ چند ماہ قبل ایک بیٹی پیدا ہوئی ہے جس کا نام سیدہ کائنات ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں اپنے حبیب کے صدقے طفیل میں ایمان، عمرطویل اور صحت وعلم کی دولت سے نوازے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ اپنے ماں باپ کے سائے میں زندگی کی ساری بہاریں دیکھیں۔آمین ثم آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

افضل سلمہٗ کو حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ نے حضور مفتی اعظم کے دست حق پرست کے سپرد کیا تھا۔اس کا ذکر آگے مناسب مقام پر آئے گا۔

سید محمد افضل سلمہٗ کو خلافت واجازت حضور احسن العلما علیہ الرحمۃ سے حاصل ہے۔

(۸) سید نجیب حیدر سلمہٗ (نائب سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ):

۱۹۶۷ء میں خانقاہ برکاتیہ میں پیدا ہوئے۔قرآن عظیم اپنی پھوپھی سیدہ حافظہ زاہدہ خاتون سے اور کچھ حصہ اپنے والدِ ماجد حضور احسن العلما سے پڑھا۔اردو کی تعلیم والدہ ماجدہ نے دی۔گریجویشن کرنے کے بعد سید نجیب حیدر اپنے والد ماجد علیہ

الرحمۃ کے ساتھ ہی رہے۔ بڑے بھائی اپنی تعلیم اور ملازمتوں کے سلسلے میں اکثر باہر رہتے تھے لیکن نجیب سلمہٗ حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کی زندگی کے آخری برسوں میں مستقل ان کے ساتھ رہے۔ حضور والد ماجد علیہ الرحمۃ نے ان کی تربیت اس انداز سے کی ہے کہ وہ خانقاہ درگاہ، اعراس اور جائداد کے معاملات وانتظامات کی نگرانی میں ماہر ہو گئے۔ سلسلے کے مریدین ومتوسلین سے ان کا ربط زیادہ رہا۔ حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ نے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست کے سپرد کر دیا تھا۔ سید نجیب حیدر سلمہٗ برکاتی اور رضوی حلقے میں بفضلہٖ تعالیٰ بہت مقبول ہیں۔ نجیب سلمہٗ کو خلافت واجازت اپنے والد ماجد حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ سے حاصل ہے اور ان کی حیات میں ہی جو یانِ بیعت سید نجیب حیدر سلمہٗ کی خداداد صلاحیتوں اور کیفیت جذب کو دیکھ کر ان کے ہاتھ پر بیعت ہونے لگے تھے۔

قصبہ مارہرہ میں سید نجیب حیدر سلمہٗ بہت مقبول ہیں اور افرادِ قصبہ ان کو بہت چاہتے ہیں۔ نجیب سلمہٗ کو خدا تعالیٰ نے دل دردمند کی دولت سے خوب خوب نوازا ہے اور وہ حتی الوسع بندگان خدا کی ہر جائز خدمت کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ مہمان نوازی میں بھی اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ حضرت امین ملت نے درگاہ، خانقاہ، مسجد کی خدمت اور سلسلے کے فروغ میں ان کی خدمات کے پیش نظر ان کو اپنا نائب سجادہ نشین اور مختار عام مقرر کیا ہے۔ مسجد برکاتی میں جہاں ان کے والد ماجد علیہ الرحمۃ نے ۵۴ برس تک خطابت کی خدمت انجام دی۔ اب وہ خدمت سید نجیب حیدر سلمہٗ کے سپرد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تقریر کا جوہر عطا کیا ہے۔ ہزاروں لاکھوں کے مجمع میں بے تکان تقریر کرتے ہیں اور جب تقریر کرتے ہیں تو ایک عجیب جذب کی کیفیت طاری رہتی ہے۔

برادرم الحاج عتیق احمد برکاتی لکھتے ہیں: ''حضرت نجیب میاں کچھ اس والہانہ انداز سے تقریر کرتے ہیں جو اپنے محیط میں سامعین کو بھی سمیٹ لیتی ہے''۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم کے صدقے طفیل میں انہیں ایمان کامل، عمر طویل، عمل صالح اور علم نافع کی دولت عطا فرمائے اور بندگانِ خدا ان سے یوں ہی فیضیاب ہوتے

رہیں۔آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔علمائے کرام بھی سید نجیب حیدر سلمہٗ سے بڑی محبت فرماتے ہیں۔

نجیب سلمہٗ کی شادی اپنی سب سے چھوٹی خالہ کی سب سے چھوٹی بیٹی سے ۱۹۹۴ء میں ہوئی۔ان کی بیوی زیورِ تعلیم سے آراستہ ہے۔ماشاء اللہ تین بچے ہیں۔ عارفہ بڑی بیٹی ہے اور بیٹے کا نام دادا حضرت کے نام پر سید حسن حیدر رکھا گیا۔حال ہی میں ایک صاحبزادے پیدا ہوئے ہیں جس کا نام حضرت امین ملت نے حسان حیدر محمد محسن تجویز کیا ہے۔خدا تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے طفیل میں ان بچوں کو ایمان کامل،صحت،عمر طویل،عمل صالح اور علم نافع کی دولت سے خوب خوب نوازے۔ آمین ثم آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

احسن العلماء کی دینی شوکت اور سیاسی بصیرت:

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ دنیاوی حکام کا کسی قسم کا رعب قبول نہیں کرتے تھے۔ پارٹی بندی والی سیاست سے انھیں کبھی بھی دلچسپی نہیں رہی۔ وہ اعراس کے پوسٹر تک میں اس بات کا اعلان تحریری شکل میں کر دیتے تھے کہ عرس کی محفلوں میں سیاست پر گفتگو کرنا ممنوع ہے سیاست سے ان کی مراد پارٹی بندی والی سیاست سے تھی۔

مجھے اپنے بچپن کا زمانہ بخوبی یاد ہے کہ مختلف سیاسی جماعتوں کے امیدوار الیکشن کے زمانے میں گروہ در گروہ ان کے پاس آتے اور ان سے اپنی کامیابی کی دعا کے لیے کہتے۔ وہ ہمیشہ دعا کرتے لیکن ان الفاظ میں کہ ’’خدا وہ کرے جو آپ کے اور ہم سب کے حق میں بہتر ہو اور خدا تعالیٰ ہر جگہ امن وامان رکھے۔‘‘

مارہرہ کے میونسپلٹی کے الیکشن میں جو بھی چیئرمین فتح یاب ہوتا،وہ اپنے چاہنے والے افراد کے ساتھ درگاہ وخانقاہ پر حاضر ہوتا اور حضور والد ماجد علیہ الرحمۃ کے گلے میں ہار ڈالتا،قبلہ وکعبہ وہ ہار اُتار کر اسی کے گلے میں پہنا دیتے۔کسی امیدوار کی کبھی اتنی جرأت نہیں ہوئی کہ ان سے کہے کہ سید صاحب ووٹ ہمیں دیجئے گا۔ حالانکہ امیدوار کا یہ

جمہوری حق ہوتا ہے لیکن ان کی غیر جانبداریت اتنی واضح ہوتی تھی کہ کوئی یہ استدعا نہیں کرتا تھا۔ اس ملک میں چند ہی اشخاص ایسے ہوں گے جنھوں نے کبھی ووٹ نہ دیا ہو۔ حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ بھی ان چند افراد میں ایک تھے جنھوں نے کبھی بیلٹ بکس کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی۔

ایک بار اتر پردیش کے وزیر اعلی رام نریش یادو مارہرہ سے الیکشن لڑے۔ اس وقت وہ غالباً کانگریس پارٹی میں تھے۔ ان کے الیکشن کی مہم میں محسنہ قدوائی صاحبہ آئیں اور خانقاہ میں آ کر سر ڈھک کر حضور احسن العلماء کے سامنے بیٹھ گئیں۔ حضور احسن العلماء نے معمول کے مطابق خاطر تواضع کی۔ اسی وقت اتفاقاً جن سنگھ (یا بی جے پی) کے امیدوار کی طرف سے اٹل بہاری واجپئی صاحب (موجودہ وزیر اعظم ہند) بھی مع اپنے ورکروں کے آ گئے۔ والد صاحب علیہ الرحمۃ نے انہیں بھی وہیں بٹھا لیا اور حسب معمول چائے وغیرہ سے ان کی بھی تواضع کی۔ دونوں لیڈران دیر تک بیٹھے رہے لیکن حضور احسن العلماء کی شخصیت کا وہ رعب تھا کہ دونوں میں سے کسی ایک نے بھی اپنے امیدوار کا ساتھ دینے کے واسطے ان سے نہیں کہا۔ بس دعاؤں کی درخواست کی۔ احسن العلماء نے انہیں الفاظ میں دونوں کے واسطے دعا کی جو پیچھے بیان کر آیا ہوں۔

ایک بار اتر پردیش کے گورنر جناب عثمان عارف مرحوم نے عرس قاسمی میں شرکت کا ارادہ کر کے حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کو مطلع فرمایا۔ کلکٹر اور سپرنٹنڈنٹ پولیس یہ پیغام لے کر خانقاہ آئے۔ حضور احسن العلماء نے فرمایا کہ گورنر صاحب کو مطلع کر دیجئے کہ میں اپنے اعراس میں اپنے غریب مہمانوں، مریدوں اور متوسلین کی خدمت بھی حسب خواہش نہیں کر پاتا، نہ کہ گورنر کی۔ بہتر ہوگا کہ وہ اپنا ارادہ منسوخ کر دیں ورنہ ان کی آمد عرس قاسمی کے روحانی ماحول پر منفی اثر ڈالے گی۔ جناب عثمان عارف صاحب حضور احسن العلماء کے مزاج اور نمود و نمائش سے بیزاری کی کیفیت سے واقف تھے۔ انھوں نے اپنا ارادہ منسوخ کر دیا۔ آج جب یہ باتیں یاد آتی ہیں تو دل بے ساختہ عقیدت سے سرشار ہو جاتا ہے کہ ہمارے اکابر اپنے خاندان کی روایات کے کتنے بڑے

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

پاس دار تھے کہ کبھی دنیاوی حکام کی حیثیت دنیوی کا رعب نہیں قبول کیا۔

ایک بار میں مارہرہ شریف میں تھا کہ مغرب کے وقت کلکٹر اور ایس پی اپنا معمول کا دورہ کر کے آئے اور خانقاہ میں بیٹھ گئے کہ حضرت صاحب سے مل کر جائیں گے۔لیکن جلدی میں ہیں حضرت صاحب فوراً مل لیں۔قبلہ والد علیہ الرحمۃ مسجد برکاتی میں نماز مغرب کے واسطے تشریف لے گئے تھے۔ وہیں سے کہلا دیا کہ خدا کے گھر میں حاضر ہوں اور نماز پڑھے بغیر مسجد سے باہر کسی عذر شرعی کے بغیر نکلنے کی ممانعت ہے۔

آج جب ہم بہت سی خانقاہوں سے وابستہ افراد کو سیاسی قائدین اور سرکاری اہل کاروں کے آگے پیچھے گھومتے دیکھتے ہیں تو حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جن کا عمل بالکل برعکس ہوتا تھا۔ یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ ان معاملات میں وہ اپنے اخلاق کریمانہ سے کبھی پیچھے نہیں ہٹے۔کلکٹر اور ایس. پی تو بڑے عہدے دار ہوتے ہیں، اگر میونسپلٹی کا کلرک یا پٹواری بھی خانقاہ میں آتا تو خدام سے کہہ کر فوراً موسم کے مطابق اس کی خاطر تواضع کرتے جسے وہ لوگ آج بھی یاد کرتے ہیں۔

انھوں نے ہمیشہ اس بات کی احتیاط کی کہ منبر رسول پر وہ کسی ایسے شخص کے ساتھ ہرگز نہ بیٹھیں جو دینی معیار کے مطابق اس باعزت جگہ پر بیٹھنے کا مستحق نہیں ہے۔ البتہ اگر فرقہ وارانہ کشیدگی کا دور ہوتا اور قصبے میں کسی دور دراز جگہ بھی امن کمیٹی کی محفل میں ان کو بلایا جاتا تو وہ اپنی ناسازیٔ طبع کے باوجود وہاں جاتے اور اس کشیدہ ماحول کو اپنی شخصیت کے جمال اور اپنی تقریر کے جانفزا الفاظ سے خوش گوار کر دیتے۔ بابری مسجد ڈھانے کے بعد قصبے میں ایسی کتنی ہی میٹنگیں ہوئی اور وہ ان میں تشریف لے گئے۔تمام مسلمان اور ہندو آخر میں انہیں سے دعا کی درخواست کرتے۔ وہ دعا کے ساتھ ساتھ مناسب الفاظ میں امن کی تلقین کرتے اور فرقہ وارانہ ذہن رکھنے والوں کو اشارے کنایوں میں متنبہ بھی کرتے جاتے، حضور احسن العلماء کی ایک ممتاز خصوصیت ان کا فتنوں سے دور دور رہنا تھا۔ وہ اپنے متوسلین کو بھی ہمیشہ یہی تلقین کرتے تھے۔

یہ غالباً ۱۹۷۰ء کے آس پاس کا واقعہ ہے کہ ایک دن قصبے میں بہت گمبھیر واقعہ

پیش آ گیا۔کسی فتنہ پرور نے ایک مسجد میں سور کاٹ کر ڈال دیا۔اس دن قصبے میں بہت بے چینی اور اضطراب تھا۔مسلمانوں میں بے حد اشتعال تھا۔ مارہرہ میں پولیس بہت ناکافی تعداد میں ہوتی ہے۔ پولیس کا عملہ بھی بہت پریشان تھا۔ ہندوؤں کو بھی بہت خوف محسوس ہورہا تھا۔لگتا تھا بس اب کچھ ہی دیر میں بہت کچھ ہوجائے گا۔اتنے میں دیکھنے والوں نے دیکھا کہ دنیا بھر کو امن کا سبق پڑھانے والے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک امتی اور شہزادہ خانقاہ برکاتیہ سے اس شان سے نکلا کہ ان کے ساتھ ان کے برادرِ خرد حضرت سید حسین میاں قادری مدظلہ العالی اور چند خدام تھے۔ پانی کی بالٹیاں ساتھ میں تھیں۔ پاپیادہ اس مسجد تک گئے اور وہاں جا کر سب پہلے مسجد کو بطریق شریعت صاف و پاک کیا اور مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اس بات کا کوئی شاہد نہیں ہے کہ یہ حرکت کس کی تھی۔صرف شک کی بنا پر کوئی انتقام جائز نہیں ہے۔ بدلہ لینے کے مقابلے میں معاف کردینا افضل ہے۔سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اللہ کا گھر سب سے پہلے صاف و پاک ہونا چاہیے تاکہ ہم اس میں اگلے وقت کی نماز ادا کرسکیں۔ یہ کام بفضلہٖ تعالیٰ ہو چکا ہے۔آپ تمامی حضرات اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوجایئے اور صبر وسکون سے کام لیجئے۔اگر آج کوئی انتقامی کارروائی ہوگی تو مستقبل میں شورش پسند فتنہ پرور افراد کے ہاتھ میں ایک ہتھیار آ جائے گا اور وہ قصبے کے امن کو کسی بھی وقت خراب کرنے میں چوکیں گے نہیں۔آج مسجد میں ایسی حرکت ہوئی ہے۔ ہوسکتا ہے کل کوئی فتنہ پرور کسی مندر میں گائے کا سر کاٹ کر ڈال دے تو اس وقت ہمارے پاس یہ مثال ہوگی کہ مسجد میں سور کاٹ کر ڈالنے کے باوجود ہم نے امن وامان کو قائم رکھا تھا۔''

(''الفاظ میرے ہیں لیکن مفہوم تمام تر حضور احسن العلماء کا ہے اس وقت کے الفاظ بھی میرے الفاظ سے بہتر ہی ہوں گے۔'')

اس گفتگو کو سن کر مسلمان ، ہندو، پولیس کا عملہ سب کو اچانک ایسا لگا جیسے

اندھیرے میں ایک سورج نکل آیا ہو۔ قصبے کے افراد کو وہ واقعہ ان ننھی ننھی جزئیات کے ساتھ آج تک یاد ہے۔

اسی طرح جب مراد آباد میں فساد ہوا اور اگلی عید آئی تو حضور احسن العلماء نے اعلان فرمایا کہ قصبے میں عید کی نمازوں میں اتنا فرق رکھا جائے گا کہ ایک جگہ کے نمازی اپنی نماز کو ختم کر کے دوسری مسجد یا عیدگاہ کے پاس جا کر پہرہ دے سکیں تا کہ کسی میں یہ ہمت نہ ہو کہ وہ کوئی ایسی فتنہ پیدا کرنے والی حرکت کر سکے۔ حضور احسن العلماء نے یہ اعلان مسجد برکاتی میں کئی روز پہلے سے کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگر کسی کے دل میں کوئی خباثت رہی بھی ہو تو اتنے مکمل انتظام کا اعلان سن کر اس نے اپنا ارادہ بدل دیا ہوگا۔ بفضلہٖ تعالیٰ عید کی نماز ہر جگہ نہایت سکون سے ہوئی اور کسی طرح کی ابتری نہیں ہوئی۔

بابری مسجد کے سانحے کے فوراً بعد قصبے میں بہت بے چینی پھیلی۔ قصبہ مارہرہ شریف میں مسلمانوں کی آبادی ۵۵ فیصدی ہے لیکن اطراف و جوانب میں تقریباً سارے دیہات اہل ہنود کے ہیں۔ اس وقت مسلمانوں میں زبردست غم و غصہ، احساسِ ہزیمت، بے بسی اور اہل ہنود کی طرف سے جان و مال کا خوف تھا۔ بیشتر افراد خانقاہ برکاتیہ میں پناہ گزیں ہوئے۔ حضور احسن العلما نے اپنے چھوٹے صاحب زادے سید نجیب حیدر سلمہٗ سے کہہ دیا کہ تمام لوگوں کے قیام اور طعام کا انتظام کرو جب تک یہ حضرات اپنے اپنے گھروں کو مامون سمجھ کر وہاں نہیں چلے جاتے۔ جب تک لوگ خانقاہ میں پناہ گزیں رہے، حضور احسن العلما ان کی خاطر تواضع اور دل دہی کرتے رہے اور اس درمیان امن کمیٹی کی میٹنگوں میں بھی شرکت کرتے رہے۔

آج کے دور میں جب سیاسی و نام نہاد مذہبی قائدین صرف زبانی جمع خرچ سے کام چلاتے ہیں، احسن العلما علیہ الرحمۃ نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ وہ امن و آشتی کے لیے دل کھول کر اپنے عمل، قول، مال اور اولاد کے ذریعہ امن عامہ کا کام کرتے تھے اور فتنوں کی سرکوبی فرما دیا کرتے تھے۔ موجودہ دور میں دنیاوی قائدین اس کا انتظار کرتے

ہیں کہ فتنے کا شعلہ بھڑکے، آگ پھیلے، لوگ تباہ و برباد ہوں تب وہ حضرات وہاں جا کر زبانی ہمدردیوں کے سمندر بہادیں۔ حضور احسن العلما کا طریق کار یہ تھا کہ وہ فتنوں کے اٹھنے سے پہلے ان کا سدباب بفضلہٖ تعالیٰ کردیا کرتے تھے اور ایسے تمام کام بے لوث اور بے غرض طریقے سے کیا کرتے تھے کہ انہیں اس کے صلے میں کسی دنیاوی منصب کی آرزو نہیں تھی ؎

وے لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھودیئے
پیدا کئے تھے چرخ نے جو خاک چھان کے (میرؔ)

مجھے بچپن میں شکار کا بہت شوق تھا۔ جب بھی میں بندوق لے کر نکلتا تو تنبیہ کرتے کہ خبردار مور پر فائر مت کرنا کہ اس سے قانونِ وقت کی مخالفت کے علاوہ اہل ہنود کی دل آزاری بھی ہوتی ہے۔

تدبر:

وہ دانش کو مومن کا کھویا ہوا مال سمجھتے تھے اور معاملات میں جوش سے زیادہ ہوش اور عجلت سے زیادہ تدبر کے قائل بھی تھے اور عامل بھی۔

حضور سید العلما علیہ الرحمۃ کا وصال ان کے لیے بہت بڑا حادثہ تھا۔ راتوں کو دیر دیر تک اکیلے بیٹھے رہتے اور آنکھیں بھیگتی رہتیں۔ ان کے وصال کے بعد چہلم شریف کے موقع پر قبلہ بھائی صاحب مدظلہ کو ان کے والد محترم علیہ الرحمۃ کی گدی پر بٹھایا اور حسبِ وصیت عمامہ شریف باندھا اور ایک پیچ باندھ کر عمامہ حضور مفتی اعظم ہند کے سپرد کردیا کہ بقیہ حصہ وہ باندھ دیں۔ خاندان کے ایک بزرگ کو اعتراض ہوا کہ یہ کام تو اہلِ خاندان کا تھا۔ برجستہ فرمایا کہ یہ کام اہل خاندان کا تھا اور انھوں نے ہی کیا۔ حسبِ وصیت عمامہ میں نے باندھا اور باقی کا کام مفتی اعظم نے کیا کیوں کہ میں مفتی اعظم کو اپنے خاندان برکات کا ہی ایک فرد سمجھتا ہوں۔ سبحان اللہ۔

اس وقت اہل سنت و جماعت کے اکابرین حیات تھے۔ حضور مفتی اعظم،

حضرت برہان ملت، حضور مجاہد ملت اور مولانا مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ والرضوان نے متفقہ طور پر حضور احسن العلما سے استدعا کی کہ وہ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما کے صدر الصدرور کا منصب سنبھال لیں اور ساتھ ہی ساتھ مسجد کھڑک کی امامت وخطابت بھی قبول فرمالیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ یہ استدعا ان اکابرین کرام نے زبانی بھی کی تھی اور اس سلسلے میں تحریراً بھی التماس کیا تھا۔ حضور احسن العلما نے ان دونوں معاملات کے سلسلے میں جو جواب دیا، وہ تاریخی حیثیت کا حامل تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ میرے بھائی صاحب علیہ الرحمۃ نے مجھے آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما کا معمولی ممبر بھی کبھی نہیں بنایا۔ اب میں اس کے صدر الصدور کا منصب کیسے قبول کرسکتا ہوں۔ البتہ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما کی جو خدمت پہلے کرتا آیا تھا، اس سے اب بھی دریغ نہیں کروں گا۔ جہاں تک مسجد کھڑک کی امامت وخطابت کا تعلق ہے تو اپنے بھائی صاحب کی حیات میں بھی جب میں بمبئی میں ہوتا تھا، مصلیٰ میرے ہی سپرد ہوجاتا تھا لیکن ان کے بعدِ وصال یہ ذمہ داری میں اس لیے قبول نہیں کرسکتا کہ میں اپنی خانقاہ کی مسجد برکاتی کا متولی، امام وخطیب ہوں اور اس کے علاوہ بھی کئی مساجد کا متولی اور خدمت کا ذمہ دار ہوں۔ البتہ مسجد کھڑک سے اپنا تعلق اپنی زندگی کے آخری حصے تک قائم رکھوں گا۔ کیوں کہ اس حجرے میں مجھے اپنے بھائی صاحب علیہ الرحمۃ کی روح کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ آخری دم تک حجرہ مسجد کھڑک سے ان کا وہی تعلق قائم رہا۔

ان دونوں پیشکشوں پر حضور احسن العلما کے فیصلے بہت دور اندیشی کے حامل تھے۔ حضور سید العلما علیہ الرحمۃ خانقاہ سے باہر رہ کر دین کی خدمت اور تنظیم کی ضرورت پوری کرتے رہے اور زندگی بھر مطمئن رہے کہ خانقاہ برکاتیہ کا سجادہ نشین اپنے مستقر پر موجود رہ کر خانقاہ، درگاہ ومسجد برکاتی وغیرہ کی خدمت بطریق احسن انجام دے رہا ہے۔ لیکن حضور احسن العلما نے حضور سید العلما کے وصال کے بعد ان مناصب کو اس لیے قبول نہیں کیا کہ اگر وہ ان مناصب کو قبول کر لیتے تو خانقاہ برکاتیہ یعنی اہل سنت وجماعت کے روحانی مرکز کی خدمت اس طرح کوئی نہیں کرسکتا تھا جس طرح انھوں نے فرمائی۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد بریلی شریف کی خانقاہ سے متعلق مناصب کا معاملہ جب سامنے آیا تو حضور احسن العلما علیہ الرحمۃ اور حضور برہان ملت علیہ الرحمۃ کو ان معاملات کا حکم بنایا گیا۔ ان دونوں اکابرین نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے فرمان اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی خواہش کے مطابق جو فیصلے فرمائے انہیں فیصلوں پر بفضلہٖ تعالیٰ بریلی شریف کی خانقاہ کے مناصب کا معاملہ خیر وخوبی کے ساتھ فیصل ہوا۔ حضور احسن العلما کی حیات مبارکہ میں جب بھی کبھی کسی معاملہ میں کوئی غلط فہمی پیدا ہوتی، تو بریلی شریف کے صاحبزادگان سیدھے اپنے روحانی مرکز مارہرہ شریف تشریف لے آتے اور حضور احسن العلما کو اپنا حکم بنا کر فیصلہ کراتے۔ بفضلہٖ تعالیٰ اہل سنت کے مرکز بریلی شریف کے ارباب ذی وقار اسی روش پر گامزن ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی پاک کے صدقے طفیل میں خانوادۂ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے صاحبزادگان سے دین متین کی وہ خدمت لے جو ان کے آباواجداد سے لی۔ آمین ثم آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

سیتا پور میں حضرت سید محمد صادق علیہ الرحمۃ جن کے بارے میں شجرہ برکاتیہ میں مندرجہ ذیل شعر ہے۔

قول وفعل وحال سب میں ہم کو تو سچا ہی رکھ
شہ محمد صادق مرد خدا کے واسطے

کی جائیداد کے متولی حضور احسن العلما تھے۔ مارہرہ شریف کی خانقاہی ذمہ داریوں کی وجہ سے وہ سیتا پور میں اتنا وقت نہیں پاتے تھے، جتنا جائداد پر قابض رہنے کے لیے ضروری رہتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کوٹھی کے کرایہ دار پنڈت کنج بہاری لال کے فوت ہونے کے بعد ان کا بیٹا کوٹھی پر قابض ہو گیا۔ احسن العلما علیہ الرحمۃ نے پہلے تو زبانی سمجھایا کہ کرایہ دار آپ کے والد تھے، نہ کہ آپ۔ آپ اس قبضے کو چھوڑ دیجئے ورنہ میں مناسب قانونی چارہ جوئی کرنے پر مجبور ہوں گا۔ وہ صاحب نہ مانے، مقدمہ قائم ہوا، ہائی کورٹ تک گیا اور آخر میں بفضلہٖ تعالیٰ حق کی فتح ہوئی۔ یہ مقدمہ لگ بھگ ۱۲ سال تک چلا اور ہزاروں روپے کا صرفہ ہو گیا۔ مقدمے کے فیصلے کے مطابق فریق مخالف پر ڈگری

ہوئی تھی جس کا اجرا کرانے پر ہزاروں روپے ہاتھ آتے۔ایک دن فریق مخالف کوٹھی کی چابی لے کر حضور والد ماجد علیہ الرحمۃ کے پاس حاضر ہوا۔ چابی پیش کی اور درخواست کی کہ ڈگری معاف کر دیجئے۔ ہرجانہ نہ لیجئے تو بہت مہربانی ہوگی۔اسی وقت معاف کر دیا، ایک لمحے کا توقف نہیں کیا۔

وہ ایک عظیم لمحہ تھا جب بزرگوں نے اس ولی صفت انسان کا نام رکھا تھا سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں۔ یہ نام سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، مولا علی کرم اللہ وجہ الکریم اور سید حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ جہہ کے ناموں کا ایسا بابرکت امتزاج ہے کہ حضور احسن العلما علیہ الرحمۃ کی ساری زندگی انہیں پاک ناموں کی خدمات کے سانچے میں ڈھل گئی اور کیوں نہ ہو، ماں اور باپ دونوں کی طرف سے ایسا سچا نسب پایا کہ ان مقدس ناموں سے نسبت رکھنے والی صفات کے سچے وارث ومصداق بن گئے۔ اگر حضور احسن العلما کے نام کے حروف پر غور کریں تو ہر ہر حرف میں ایسی ایسی صفات پوشیدہ ہیں جن کا عکس ان کی پوری زندگی میں باآسانی شناخت کیا جاسکتا ہے:

س	سید
ی	یادالٰہی
د	دل جوئی، دانش مندی
ش	شیریں بیانی
ا	الفتِ رسول
ہ	ہمت
م	محبت اولیائے کرام
ص	صدورِ کشف وکرامات
ط	طریقہ اجداد پر عمل
ف	فضلاء کی عزت وتوقیر
ی	یکانگتِ عامہ

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

ح	حلم
ی	یقین کی دولت
د	دین کی خدمت
ر	ریا سے نفرت
ح	حکمت کی باتیں کرنے کی عادت
س	سرداری
ن	نعمتوں کی تقسیم
م	مہمان نوازی
ی	یقین کی دولت
ا	انسان نوازی
ں	نمازوں کی کیفیت
ق	قادری سلسلے سے عشق، قرآن فہمی
ا	اعزہ پروری
د	دریا دلی
ر	ریا سے نفرت
ی	یقین محکم، عمل پیہم کی تفسیر

مختصراً ان صفات کی شناخت ان کی شخصیت میں کی جارہی ہے۔

س- سیادت:

وہ ماں اور باپ دونوں کی جانب سے نجیب الطرفین زیدی سید تھے۔ شجرۂ نسب بیان ہو چکا ہے۔ سیادت کا لفظ شرافت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مارہرہ شریف کے درودیوار گواہ ہیں کہ انھوں نے نہ صرف یہ کہ شرافت کی اعلیٰ اقدار پر زندگی بھر عمل کیا بلکہ شرافت کا ایک ایسا معیار قائم کر دیا جو ان کے بعد آنے والی پیڑھیوں کے لیے نصب العین کی حیثیت رکھتا ہے۔ کھانے کے دسترخوان سے لے کر منبر و محراب تک وہ

شرافت کی تمام اعلیٰ اقدار کے حامل رہے۔ کبھی بازار میں کھڑے ہوکر کسی سے طویل گفتگو نہیں کی۔ کبھی بازار میں کھڑے ہوکر کوئی چیز نہیں کھائی۔ کبھی انکسار کا دامن نہیں چھوڑا کبھی کسی کے غیاب میں ایسی کوئی بات نہیں کہی جو اس کے منہ پر نہ کہہ سکتے ہوں۔ معاشی طور پر کیسے ہی حالات رہے ہوں لیکن خاندانی وضع داری پر کبھی حرف نہیں آنے دیا۔

ی- یادالٰہی:

اللہ کی یاد ان کا ہر دم کا وظیفہ تھا۔ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اللہ کا نام لیتے۔ اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے۔ فجر سے بہت پہلے بیدار ہوجاتے اور یاد الٰہی میں مشغول ہوجاتے۔ گھریلو گفتگو تک میں اللہ کی ذات وصفات کا زیادہ سے زیادہ ذکر رہتا۔ زندگی کے آخری لمحوں میں بھی اس سے غافل نہیں رہے۔ آخری روز دن بھر کچھ نہ کچھ پڑھتے رہے اور عشا کے وقت جب جان جان آفریں کے سپرد کی تب بھی ہونٹوں پر یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم کی تکرار تھی اور دم واپسیں اللہ اللہ کہتے ہوئے اس دارِ فانی کو الوداع کہا۔ گھر کے بزرگ بتاتے ہیں کہ وہ بچپن ہی سے، جب کہ بالغ بھی نہیں ہوئے تھے، پنج وقتہ نماز کے پابند ہوچکے تھے۔ قرآن عظیم کے حافظ تھے اور اللہ کی اس عظیم کتاب کا وردان کا معمول تھا۔

د- دل جوئی، دانش مندی:

ان کے سینے میں سب کے لیے شفقت ومحبت کے دریا لہریں لیتے تھے۔ اعزہ ہوں کہ احباب، علمائے کرام ہوں کہ مشائخ عظام، خدام ہوں کہ عوام، بزرگ ہوں کہ خرد، ان کی محبت کا فیضان عام تھا۔ کسی کو پریشان دیکھتے تو خود بے چین ہوجاتے اور جب تک اس کی پریشانی رفع نہ ہوتی، اس کی دل جوئی کرتے رہتے۔ خانقاہ کے خدام کو اگر تنبیہ کے طور پر ان کی اصلاح کے پیش نظر کبھی ڈانٹ دیا تو ڈانٹنے کے بعد خود بے چین ہوجاتے اور حتیٰ الوسع اس خادم کی دل جوئی کرتے۔ سید رفیع الدین مرحوم جو گھر کے پرانے خادم اور کارندے تھے، اکثر حضور احسن العلما کی تنبیہ سے مشرف ہوتے۔ پھر خود

ہی تھوڑی دیر بعد ان کی دل جوئی کر دیتے اور اتنے احسن طریقے سے کرتے کہ ڈانٹ کھانے والا انتظار کرتا کہ کاش ہماری بھی ایسی قسمت ہو کہ میاں کبھی ہمیں بھی ڈانٹیں۔

اعزہ سے ان کے منصب اور رشتے کے لحاظ اور تناسب سے احترام کرتے اور اگر کسی سے شاکی بھی ہوتے تو اس کا اظہار نرم الفاظ اور مدھم لہجے میں کرتے تاکہ ان کے مطمحِ نظر کی ترسیل بخوبی ہو جائے اور خواہ مخواہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ اپنے بدقسمت و بدترین دشمن کا ذکر بھی شیریں الفاظ اور متبسم لہجے میں کرتے۔ اگر ان کے کسی دشمن کی بھی غیبت ان کے سامنے ہوتی تو وہ مضطرب سے ہو جاتے اور موضوع بدل دیتے۔

کوئی حد ہے بھلا اس احترامِ آدمیت کی
بدی کرتا ہے دشمن اور ہم شرمائے جاتے ہیں

اپنے بچوں کو بہت چاہتے تھے اور ان بچوں میں اپنے بھائی اور بہنوں کے بچوں کو بھی شامل سمجھتے تھے۔ ہم میں سے کسی سے ناراض ہوتے تو بلا مبالغہ ہم پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہو جاتی، لیکن یہ ان کی شفقت کو گوارہ نہیں تھا کہ ایسی کیفیت تادیر قائم رہے۔ تھوڑی دیر بعد کسی بہانے سے بات شروع کر دیتے اور اس انداز سے مخاطب کرتے کہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ تھوڑی دیر پہلے اس پیکرِ جمال پر رنگِ جلال چھایا ہوا تھا۔

اگر کسی کو ملول دیکھتے تو فکرمند ہو جاتے اور اس کے ملال کا سبب جاننے کے بعد تلافی کی کوئی صورت پیدا کر دیتے۔

اپنے برادرِ حقیقی کا خط نہ ملنے پر اپنی بھانجی سیدہ حمیرا خاتون کو ۱۰؍فروری ۱۹۷۶ء کے خط میں لکھتے ہیں:

''اس بار نہ جانے کیا بات ہے حسین میاں سلمہٗ ☆ بالکل خاموش ہیں۔ میں نے بمبئی پہنچنے سے اب تک انہیں ۳؍خطوط بھیجے۔ ان کے ہاتھ سے کسی کی رسید تک نہیں ملی، فکر ہے۔ دعاہائے خیر برابر کرتا رہتا ہوں۔ اگر خدانخواستہ میری طرف سے انہیں کوئی رنج پہنچا ہو تو مجھے بے تکلف مطلع کر دیں، اس کی تلافی بہ احسن وجوہ ہو جائے گی۔ انشاءاللہ۔ باقی سب خیریت ہے۔ اچھا خدا حافظ ماموں جان

ان کی دل جوئی کے واقعات کہاں تک بیان کروں۔ جس شخص کو بھی ان کی قربت کا فیض حاصل ہوا، وہ بذات خود حضور احسن العلما کی اس ممتاز صفت کا شاہد ہے۔

ان کے کسی ملازم کی طبیعت خراب ہوجاتی تو بہ نفس نفیس اس کے گھر جا کر عیادت کرتے۔ ملازم شرمندہ ہوجاتا تو اس کا اضطراب دور کرنے کے لیے کہتے کہ آپ کی ناسازی طبع کی وجہ سے آپ کو کئی دن سے دیکھا نہیں تو سوچا آج چل کر آپ سے مل لیں۔ ملازم کا چہرہ یہ سن کر بشاش ہوجاتا اور آدھی بیماری ان جملوں سے ہی دور ہوجاتی۔

دانش مندی:

خداداد صلاحیت اور مرشد مجازی حضرت تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کا فیض تربیت تھا کہ باری تعالےٰ نے ان کے لیے دانش کی دولت ارزاں کردی تھی۔ اپنے بچپن سے لے کر آخری دم تک سینکڑوں مرحلے آئے، لیکن انھوں نے کبھی ہوش کا دامن نہیں چھوڑا۔ وہ جوش کے بھی قائل تھے لیکن جوش میں مبالغے سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔ وہ اکثر ایک بلیغ جملہ استعمال کرتے:

''اتنا بھاگ کر نہ چلو کہ گر پڑو''

سمجھنے والے جانتے ہیں کہ اس جملے میں کیا اسرار ہیں۔ اس صاحب بصیرت کے دل کی آنکھوں نے مستقبل کا نقشہ دیکھ لیا تھا۔ خانقاہوں میں سیاست کے دخول سے خانقاہوں کی عظمت پر جو حرف آتا ہے، اس سے واقف تھے۔ وہ مرض کے اسباب سے بھی واقف تھے اور اس کے علاج آشنا بھی تھے۔ پیرزادے اگر جاہل ہوں تو ان کے چاروں طرف پھیلے ہوئے عقیدت کے جال کا فائدہ سب سے پہلے پارٹی بندی والی سیاست داں ہی اٹھاتے ہیں۔ انھوں نے شروع سے ہی اپنی اولاد کو ابتدائی گھریلو دینی تعلیم اور مدرسے کی پابندی کے بعد اعلیٰ تعلیم کی طرف راغب کیا تھا کہ جہالت کا اژدہا خانقاہی عظمتوں کو نہ نگل سکے۔ وہ اپنی اولاد میں دین و دنیا دونوں کی تعلیم کا امتزاج دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ ان کی اولاد بفضلہٖ تعالےٰ اپنے بازو کی کمائی کھائے

اور مریدین کی نذر پر نظر نہ رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ان کی دعائیں قبول فرمائیں۔ وہ اکثر نصیحت کرتے کہ بازار میں کبھی وقت نہ گنوانا، اس کے بجائے باغ اور جنگل کی سیر و تفریح کا لطف لینا اور اس کے لیے وہ ضروری سامان بھی فراہم کرتے۔ وہ کاموں کو صرف اسی حد تک پھیلاتے جسے آسانی سے سمیٹا بھی جا سکے۔ اعراس ہوں یا شادی بیاہ کی محفلیں۔ وہ اپنی دنیاوی بساط کے اندر ہی سارے کام کرتے۔ کسی سے چندہ مانگنے کی نوبت نہیں آنے دیتے۔

خانقاہ، درگاہ و مساجد میں انھوں نے بہت تجدید کاری کی اور خود نئی عمارات بھی تعمیر کرائیں۔ عمارت تعمیر کرنے سے پہلے معمار کو بلا کر تخمینہ لیتے اور اگر دیکھتے کہ معمار کے تخمینے سے ڈیوڑھا موجود ہے، تب کام شروع کراتے۔ بتاتے تھے کہ بیٹا معمار حضرات شروع میں کم تخمینہ بتاتے ہیں تاکہ کام شروع کرا دیا جائے، بعد میں کام کرانے والا کسی نہ کسی طرح قرض ادھار لے کر مکمل کرا ہی لے گا۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ ان کا یہ خیال بالکل درست ہوتا تھا۔

اعراس کی تاریخوں کو موسم کے پیش نظر زائرین اور کارکنان کی سہولت کی خاطر تبدیل کر دیتے اور تحریری طور پر اعلان فرما دیتے۔ البتہ اصل تاریخ پر خانقاہ میں مقامی طور پر فاتحہ نیاز ضرور کرا دیتے۔ تاریخ پر اصرار کرنے کے مقابلے میں وہ زائرین عرس اور کارکنان تقریب کی آسانی اور سہولت کو پیش نظر رکھتے۔

فتنے فساد کی جگہ سے خود بھی دور رہتے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔ وہ ایسی جگہوں پر جانے سے احتراز کرتے جہاں اس بات کا رتی بھر بھی اندیشہ ہو کہ فتنہ یا فساد ہو سکتا ہے۔ وہ طبعاً امن پسند اور عافیت خواہ تھے۔ گھر میں زمین داری کا بھی سلسلہ تھا۔ مقدمات کا زمین داری سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔ وہ ہمیشہ اس بات کی تلقین فرماتے کہ جہاں تک ہو سکے آج کے کورٹ کچہری کے ماحول میں مدعی بن کر نہیں جانا چاہیے، وہ اللہ سے دعا کرتے کہ خدا دشمن کو بھی کورٹ کچہری سے دور رکھے۔

وہ جب بھی کسی کام کا ارادہ کرتے تو اس کے منفی پہلو پر پہلے غور کر لیتے۔ اپنے

مریدوں اور بچوں کو بھی ان کی یہی نصیحت تھی کہ مثبت پہلو تو بہت چمک دار ہوتے ہیں، سامنے نظر آ جاتے ہیں لیکن منفی پہلو تہ اندر تہ ہوتے ہیں۔ ان کو بھی خوب اچھی طرح جانچ لینا چاہیے، پھر کسی کام کا ارادہ کرنا چاہیے۔

اپنے تبلیغی دوروں میں منتظمین کو خاص طور سے ہدایت کر دیتے کہ جب تک میں قطعی طور سے دن اور تاریخ کے ساتھ حامی نہ بھرلوں میرا نام اشتہار میں نہ دیجئے گا۔ خدانخواستہ کسی وجہ سے نہ آ سکا تو آپ کی اور میری، دونوں کی بدنامی ہوگی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اگر وہ کسی وجہ سے جلسے میں شرکت نہ کر پاتے تو کسی کو بھی منتظمین پر حرف گیری کا موقع نہ ملتا۔ اور اگر شرکت کر لیتے تو سب انہیں دیکھ کر سرشار ہو جاتے اور سامعین بھی منتظمین کا شکریہ ادا کرتے کہ اشتہار میں نام نہ ہونے کے باوجود آپ لوگوں نے حضور احسن العلما کو جلسے میں بلا لیا۔ اسی لیے وہ کسی جلسے کے لیے پیشگی کرایہ نہیں لیتے۔ کوئی ارسال کر دیتا تو منی آرڈر واپس کر دیتے۔

بڑے ابا حضور سید العلما علیہ الرحمۃ اور قصبے کے چیئرمین بابو اوم پرکاش کے درمیان ایک کھیت کے سلسلے میں مقدمہ تھا۔ برسوں وہ مقدمہ چلتا رہا۔ نوعیت کچھ ایسی تھی کہ فریقین کے پاس کاغذات کمزور تھے۔ بڑے ابا علیہ الرحمۃ مقدمے سے بیزار ہو گئے اور پاپا علیہ الرحمۃ سے فرمایا للّٰہ! اب ہم سے یہ مقدمہ نہیں لڑا جاتا۔ پاپا نے فرمایا: ٹھیک ہے، آپ فکر مند نہ ہوں میں مقدمہ لڑوں گا۔ اس کے بعد وہ پہلے سے بھی زیادہ تندہی سے پیروی کرانے لگے، کافی اخراجات بھی ہوئے۔ اس درمیان ۱۹۷۴ء میں بڑے ابا علیہ الرحمۃ نے اس دارِ فانی کو الوداع کہا۔ بڑے ابا کے جانشین ہمارے بھائی صاحب حضرت حسنین میاں مدظلہ سرکاری ملازمت میں تھے۔ احسن العلما علیہ الرحمۃ نے ایک دانش مندانہ فیصلہ کیا اور بابو اوم پرکاش کو گھر پہ بلا کر بھائی صاحب سے ملاقات کرائی اور کہا کہ یہ عمر میں آپ کے بیٹے کے برابر ہیں۔ آپ کو زیب نہیں دے گا کہ آپ ان سے مقدمہ لڑیں، بہتر ہوگا کہ فیصلہ کر لیں۔ اسی دن بابو اوم پرکاش نے نصف نصف پر فیصلہ کر لیا اور وہ قصہ ختم ہوا ورنہ گھر کی زمین، کاغذات کی کمزوری اور فریق مخالف کی دنیاوی طاقت کی

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

وجہ سے یا تو مکمل طور سے ہاتھ سے جاتی رہتی یا پھر گرام سبھا کے ہتھے لگ جاتی۔ بفضلہٖ تعالیٰ آج وہ زمین بھائی صاحب مدظلہ کے قبضے میں ہے اور سرسبز ہے۔

قصبے کی ایک مسجد میں خنزیر کاٹ کر ڈالنے کا واقعہ بیان ہو چکا ہے کہ کس طرح حضور احسن العلما نے ایک بڑے فتنے کی سرکوبی فرمائی تھی۔

مسجد برکاتی میں آثار متبرکہ ہیں جن کی اعراس میں زیارت ہوتی ہے۔ یہ آثار متبرکہ بڑی سرکار کے صاحبزادگان کی ملکیت بدرجہ مساوی ہیں لیکن ان کی حفاظت کا دنیاوی انتظام حضور احسن العلما علیہ الرحمۃ کے سپرد تھا جو اب حضرت امین ملت مدظلہ العالی کے سپرد ہے۔ ایک بار خاندان کے کچھ بدافراد کی سازش کے نتیجے میں آثار متبرکہ کی چوری ہوگئی لیکن بفضلہٖ تعالیٰ فوراً شناخت ہوکر تمام آثار متبرکہ کی ریکوری recovery ہوگئی اور دادا حضرت سید شاہ آل عبا علیہ الرحمۃ خلیفہ حضرت سید ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ کی سپردگی میں ایک ایک چیز دے دی گئی جو بفضلہٖ تعالیٰ واپس اپنی اپنی جگہ پر بخیر وخوبی پہنچ گئی۔ اس واقعہ کے پیش نظر حضور احسن العلما کو یہ کبھی گوارہ نہیں ہوتا کہ کوئی مسافر خانقاہ میں آئے اور مسجد میں قیام کرے۔ وہ مسجد کے آداب اور شریعت کے مسائل بتا کر اس مسافر کو مسجد میں قیام کرنے اور سونے سے منع فرماتے اور خانقاہ کا کوئی کمرہ کھلوا دیتے تاکہ وہ مسجد میں قیام کرنے کے بجائے خانقاہ میں قیام کرے۔ کیوں کہ مسافر کے چہرے پر تو لکھا ہوتا نہیں کہ یہ عام زائر ہے یا چور، مسافر بھی خوش رہتا اور آثار متبرکہ کی حفاظت کی ذمہ داری بھی بخیر وخوبی پوری ہو جاتی۔

کبھی بھی کسی خانقاہ یا وہاں کے افراد کی برائی نہیں کرتے۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح خانقاہی نظام کمزور ہو جاتا ہے اور اس کا نقصان آخری طور پر مذہب مہذب اہل سنت کو اٹھانا پڑتا ہے۔ آج کے ماحول کے پس منظر میں ان کے اس خیال کو ذرا اپنے تصور میں رقصاں کیجئے تو اندازہ ہوگا کہ ان کا ایک ایک لفظ کس کس زاویے سے لشکارے مار رہا ہے۔

ملازمین کا بہت خیال فرماتے تھے۔ وہ اس کی تخصیص نہیں کرتے تھے کہ ملازمین، ان کے ذاتی ملازمین ہیں یا درگاہ ومسجد کے خادم ہیں۔ ان کی خوشی، غمی، بیماری سب میں

ان کا خیال رکھتے تھے۔ معینہ تنخواہ کے علاوہ ہر ملازم کو نقد یا جنس کی شکل میں اتنا عطا کردیتے کہ وہ اصل تنخواہ سے زیادہ ہوجاتا۔ بفضلہٖ تعالیٰ آج ان کے ہر ملازم کے پاس مارہرہ شریف جیسے چھوٹے سے قصبے میں پختہ اور آرام دہ مکان موجود ہے اور تمام ملازمین کے بچے تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان کے پردہ فرمانے کے پانچ سال بعد بھی جب بھی کوئی خادم ان کا ذکر کرتا ہے تو آب دیدہ ہوجاتا ہے۔ حضور احسن العلما کا خیال تھا کہ گھر کے ملازمین اگر خوشحال رہیں گے تو اللہ تعالیٰ خوش ہوگا اور اور ساتھ ہی ساتھ ملازم بھی وفادار رہے گا اور اپنی آنے والی نسل کو اپنے سے بہتر مقام پر لے جانے کی کوشش کرے گا۔

ش-شیریں بیانی اور جوہرِ خطابت:

۱۹۴۲ء سے لے کر سفرِ آخرت سے کچھ پہلے تک مسجد برکاتی میں نماز جمعہ سے پہلے آدھے گھنٹے کا وعظ فرماتے۔ قصبے کے افراد کے علم وضرورت کے مطابق بہت سمجھا سمجھا کر دین کی باتیں بتاتے، دنیا کی باتیں سمجھاتے۔ لہجہ اتنا نرم ہوتا کہ لوگ کہتے کہ میاں بولتے رہیں اور ہم سنتے رہیں۔ ان بیانات میں نماز، روزہ، حج، زکوۃ کے مسائل بھی ہوتے، الفتِ رسول کا ذکر بھی ہوتا اور دنیا میں جینے کے آداب بھی ہوتے۔ مسجد برکاتی میں ان کے بیان کردہ مواعظ کے سینکڑوں کیسٹ حافظ شریف احمد برکاتی کے پاس ہیں۔ انہیں یکجا کر کے کتابی صورت میں مرتب کرلیا جائے تو علم ومعرفت کے صدہا موتی ایک بڑے سے ہار میں گندھ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضور احسن العلماء ایک بے مثال مقرر تھے۔ ان کے بیان میں سلاست، تلقین، خطابت اور تفہیم کے پہلو بہت روشن تھے۔ انہوں نے پیہم چوّن برس تک خانقاہِ برکاتیہ کی جامع مسجد برکاتی کے منبر سے رہنمائی فرمائی۔ اگر ان کی تقاریر کے موضوعات اور طرزِ خطابت کا تجزیہ کیا جائے تو یہ نکات سامنے آتے ہیں۔

ان کے موضوعات میں توحید، حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، محبتِ اولیائے کرام، پابندیٔ فرایض کی تلقین، حقوق العباد کی پاسداری، فتنوں سے دور رہنے کی نصیحت،

شعائرِ اسلامی پر اصرار، مخلوقِ خدا سے محبت، شہدائے اسلام اور اولیائے کرام کے واقعات سے اولوالعزمی کے نتائج اخذ کرنا، بری رسومات سے پرہیز، حصولِ علم پر زور وغیرہ شامل تھے۔ اسلامی تاریخ ان کا مستقل موضوع تھا جس پر وہ بے تکان تقریر کرتے تھے۔

مندرجہ بالا موضوعات کی ادائیگی کے لئے ان کی خطابت نے جن اسلحہ جات کا انتخاب کیا وہ مندرجہ ذیل ہیں:

آیاتِ قرآنی، احادیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، تاریخ اسلام، صحابہ کے واقعات، سعدی، جامی، رومی کے حسبِ موقع اشعار، اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تصنیف 'حدایق بخشش' کے برمحل اشعار، تسہیل بیان کے لئے مترادفات کا استعمال، چھوٹے چھوٹے جملوں کا عام فہم انداز میں استعمال، عربی گرامر کی نزاکتوں سے سامعین کو بے تکلف کرنا۔

حضرتِ والا کی خطابت میں بڑی روانی تھی۔ ان کی آواز بلند اور گونج دار تھی۔ مائک کے بغیر ان کی تقریر دور دور تک سنی جاتی تھی۔

ان کی خطابت کا اعلیٰ ترین جوہر یہ تھا کہ وہ آیات قرآنی سے اپنے مدعا کی تائید وتصدیق کرتے چلتے تھے۔ قرآن کریم کے متن اور مفاہیم پر ان کا استحضار ضرب المثل کا درجہ رکھتا ہے۔

دوسرا وصف جس کا بیان ضروری ہے کہ ان کی خطابت میں کہانی یا افسانے والی یکسوئی، یک رُخا پن اور تسلسل نہیں تھا بلکہ ان کی خطابت میں داستان جیسی علویت، پھیلاؤ اور گمبھیرتا تھی۔ لیکن وہ ''بات یہاں سے شروع ہوئی تھی'' فرما کر پھر اپنے موضوع پر لے آتے تھے۔ ان کی خطابت کا سامع ان کا مقتدی نہیں رہتا تھا، ہم سفر بن جاتا تھا اور جب وہ ان کی خطابت کے میدان میں ان کے ساتھ داخل ہوتا تھا تو دیر تک ان کے ساتھ مختلف ''مقامات'' کی سیر کرتا تھا۔ کہیں توحید کی وادیوں سے گذر رہا ہے، کہیں حُبِّ رسول کے گلستانوں میں سیر کر رہا ہے، کہیں سلوک ومعرفت کے مرحلے ہیں کہیں تاریخ وادب کے دریا بہہ رہے ہیں، کہیں فرایض وواجبات کے نظارے ہیں تو کہیں حقوق العباد کے ماہ پارے ہیں۔ آواز کا زیر وبم، مقامی الفاظ کا بے تکلفانہ استعمال، جذبے کی شدت اور فکر کی حدت سامع کو ایک عجیب وغریب دنیا میں لے جاتی تھی اور جب وہ اس

دنیا سے واپس آتا تو دیکھتا تھا کہ حضور احسن العلماء کا نورانی چہرہ سامنے ہے اور وہ دستِ دعا بلند کئے ہوئے اپنے رب کے حضور میں اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے، تمام زمانے کے لئے دعا مانگ رہے ہیں۔ سامع کا سفر ختم ہوتا اور وہ دیگر سامعین کی ''آمین'' میں اپنی آواز ملا دیتا تھا۔

اعزہ، احباب، مریدین اور متوسلین کے علاوہ اپنے خدام سے بھی بہت شیریں بیانی سے پیش آتے۔ تعویذ لینے والے افراد ناوقت آتے تو کبھی ماتھے پر شکن تک نہ لاتے۔ البتہ صرف اتنا کہہ دیتے کہ جمعے کے دن مجھے چھٹی دے دیا کرو۔ علم نفسیات کا ایک کلیہ ہے کہ بچوں سے محبت وشفقت کرنے والا شخص دل کا بہت نیک ہوتا ہے۔ ان کو دیکھ کر اور برت کر علم نفسیات کے اس کلیے پر یقین اور زیادہ جم جاتا۔ وہ بہت واضح گفتگو کرتے تھے۔ الفاظ پورے مخارج کے ساتھ ادا کرتے اور گفتگو کے تقاضے کے مطابق لہجے میں اتار چڑھاؤ کا خیال رکھتے۔ کوئی مشکل لفظ منہ سے ادا ہوتا تو فوراً اس کے آسان مترادافات کے ڈھیر لگا دیتے تاکہ سامنے والا بات کو اچھی طرح سمجھ لے۔ گفتگو میں اکثر عربی فارسی، اور اُردو کے اشعار بھی پڑھتے۔ عربی میں حضرت حسان بن ثابت، فارسی میں رومی، وسعدی اور اُردو میں میرؔ اور اعلیٰ حضرت کے اشعار بے تکان پڑھتے۔

سیرت نبوی کے واقعات سناتے، اسلامی تاریخ کی باتیں بتاتے اور خاندانی واقعات پر روشنی ڈالتے۔ احباب کے مجمع میں ہوں تو جس گاؤں کا ہے، اسی کے لحاظ سے اس سے بات کرتے۔ وہ اس بات کی قطعی کوئی شعوری کوشش نہیں کرتے تھے لیکن رب کریم کا ان پر کرم تھا کہ ان سے متعلق ہر شخص سمجھتا تھا کہ میاں ہم کو بہت چاہتے ہیں۔

انھوں نے بڑے بڑے جلسوں میں تقریریں کیں، اور متواتر پانچ چھ گھنٹے تک تقریر کرنے کا ریکارڈ قائم کیا۔ وہ خطبے کے بعد قرآنی آیات کی تلاوت کا شرف حاصل کرتے۔ پھر اس کا مفہوم آسان زبان میں بیان کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت کے کچھ شعر پڑھتے اور پھر خطاب کا وہ جلوہ دیکھنے کو ملتا کہ جس زمین میں بات کرتے، وہ آسمان ہو جاتی۔ ان کی آواز بہت شیریں اور دور تک سنائی دینے والی تھی۔ ان کی تقریب کا ایک

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

ایک لفظ بغیر مائیکروفون کے مجمع کے آخری کنارے سے با آسانی سنا جاتا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ بڑے ابا علیہ الرحمۃ کا چہلم تھا اور حضور والد ماجد قدس سرہٗ نے قل کے وقت بیان شروع کیا۔ جلسے میں حضور مفتیٔ اعظم ہند، حضرت برہان ملت، حضور مجاہد ملت، مولانا مشتاق احمد نظامی جیسے جید علمائے کرام موجود تھے۔ حضور احسن العلما نے لفظ ''قـــــل'' پر گفتگو فرمائی اور دوران گفتگو مجمع ان کی چہرے کی طرف ساکت وجامد بنا دیکھتا رہا اور وہ قرآنی آیات سے ثابت کرتے رہے کہ ''قـل'' میں کیسی کیسی نعمتیں ہیں۔ قل میں محبت ہے ''قل'' میں پناہ ہے اور ''قل'' میں وحدت ہے۔ جس وقت وہ اپنی تحقیق پیش کر کے تصدیق کے طور پر قرآنی آیت پڑھتے تو مجمع سبحان اللہ کے نعروں سے گونج اٹھتا۔ مجھے وہ منظر اچھی طرح یاد ہے جب مندرجہ بالا اکابرین وعلمائے کرام حضور احسن العلما کے وعظ کو سن کر انہیں کیسی محبت اور عقیدت کی نظروں سے دیکھ رہے تھے اور غالباً دل ہی دل میں سوچ رہے تھے کہ حضور سید العلما جیسے جید واعظ کا وصال ہو گیا لیکن بفضلہٖ تعالیٰ خانقاہ برکاتیہ ابھی خالی نہیں ہوئی بلکہ خاندان کے بزرگوں کے روحانی فیض میں اب حضور سید العلماء کا فیض روحانی بھی شامل ہو گیا کہ آج نائب شاہ برکت اللہ روحانیت ومعرفت کے کیسے بیش قیمت موتی لٹا رہا ہے۔

اپنی آخری علالت کی پہلی رات میں، جو رمضان مبارک کی ۲۷ ویں شب تھی، بھی ایک عجیب وغریب عالم تھا۔ شیریں بیانی، روحانیت اور معرفت کی دو آتشہ کے ساتھ جذب کے پیالے میں تقسیم کی جا رہی تھی اور مسجد کھڑک کے حجرے سے بلند ہونے والے نعرے باہر سڑک پر سنے جا رہے تھے۔

ان کی خطابت کی جلوہ سامانی کا بیان پڑھنا ہو تو آیئے مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری سے رجوع کریں جو اپنے مضمون ''حضور احسن العلما والمشائخ، ایک نادرِ روزگار شخصیت'' میں رقم طراز ہیں:

> ''۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۰ھ ۱۳ اگست ۱۹۸۹ء روز یکشنبہ کو میں کبھی نہیں بھول سکتا جب برادر گرامی حضرت مولانا بدرالقادری (مبلغ انگلستان) کی

ہمراہی میں پہلی بار مارہرہ شریف حاضر ہوا، وہاں پہنچنے کے بعد اپنے احساسات کیا رہے، یہ تو الگ موضوع ہے۔ صبح کے وقت جب ہم لوگ آستانے کی مسجد میں پہنچے تو اچانک اعلان سنا کہ آج دسویں محرم ہے۔ آج بانیٔ سلسلہ برکاتیہ حضرت سید شاہ برکت اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس مقدس ہے اور حضور احسن العلماء خطاب فرمائیں گے۔ یہ اعلان سنتے ہی دل کی کلیاں کھل اٹھیں، عقیدتوں کا خمار اور بڑھ گیا۔ آستانہ جات کی حاضری کی سعادت کے ساتھ ساتھ حضور احسن العلما کی زیارت کا جو اشتیاق دلوں میں تھا، اس کی تکمیل امید وبیم کے حیزے سے نکل کر یقین کے اجالے میں آ چکی تھی اگر چہ اس سے قبل حضرت کی دوبار زیارت کا شرف حاصل ہو چکا تھا لیکن وہ زیارتیں صرف دید کی حد تک محدود تھیں، گفت وشنید کی نوبت ونعمت سے محروم تھے۔ اب آگے اس سفر موجب ظفر کی مختصر روداد مولانا بدرالقادری صاحب کے سفرنامے 'جادۂ و منزل'' سے انھیں کے قلم عقیدت رقم سے ملاحظہ کیجئے:

''آج ان شہباز ان معرفت کے مقدس آستانے نگاہوں کے سامنے تھے۔ مسرت وشادمانی سے دل بلیوں اچھل رہا تھا۔ جذبات کی عجیب کیفیت تھی۔ خانقاہ شریف کے صدر دروازے سے بہت پہلے رکشتہ سے اتر گئے اور پیدل چل کر آستانہ بوسی کرتے ہوئے پہلے مسجد میں داخل ہوئے۔ غسل ولباس میں مصروف تھے کہ خادم نے آ کر خبر دی آج عاشورہ محرم ہے۔ قرآن خوانی شروع ہو چکی ہے، خانقاہ برکاتیہ میں آج سید الشہدا، نوشاہ گلگوں قبا شہید کربلا رضی اللہ عنہ کی فاتحہ کے ساتھ امام الاولیا حضرت مولانا سید شاہ برکت اللہ مارہروی علیہ الرحمۃ کا عرس بھی ہے۔ خانقاہ برکاتیہ کے موجودہ سجادہ نشین بقیۃ السلف حضرت علامہ سید شاہ حسن میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم کی ملاقات اور زیارت بھی سفر کا خاص مقصد تھا۔ نعمانی صاحب راستے میں بتا رہے تھے کہ باہر کم ہی نکلتے ہیں۔ چند لمحوں کی زیارت ہو جائے تو بھی

غنیمت ہے، ہم عمر ہا عمر کے پیاسے مگر اس بارگاہ کی چند بوندوں کو بھی دریاؤں پر ترجیح دیتے ہیں۔ خدا نے کرم ایسا کیا کہ عاشورہ کی تاریخ خاص حضرت حسن میاں کے وعظ کی تاریخ نکلی۔ اب ہم لوگ مسجد ہی میں تھے کہ کاس گنج کے مولانا قاری صغیر احمد صاحب برکاتی تشریف لائے۔ تعارف ہوا اور انھیں کے ہمراہ ہم لوگ خانقاہ شریف میں حاضر ہوئے نعت خواں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی نعتیں پڑھ رہے تھے۔ اتنے میں حضرت حسن میاں صاحب قبلہ تشریف لائے۔ ملاقات کی پھر کیا تھا تقریر شروع ہوئی۔ ڈھائی گھنٹے تک تصوف و تاریخ اور معارف و حقائق پر گھن گرج کی بارش ہوتی رہی اور تقریباً پوری تقریر کے مخاطب اول ہم ہی لوگ تھے۔

(جادہ و منزل از مولانا بدالقادری شائع کردہ المجمع الاسلامی مبارک پور ص ۴۷۹-۴۸۰)

اس محفل کا اختتام بھی حسب روایتِ اہل سنت صلوٰۃ وسلام اور دعا پر ہوا پھر شیرینی تقسیم ہوئی اس واقعے کی خاص بات جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ اس محفل میں دو ڈھائی گھنٹے کی تقریر کے بعد بھی صلوۃ وسلام خود احسن العلماء ہی نے پڑھا اور سلام بھی کون وہی امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا جاں نواز، ایمان افروز عشق آگیں اور مشہور انام سلام یعنی ''مصطفٰے جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' اور آخر میں اضافے کے طور پر جب سرکار احسن العلما نے یہ شعر پڑھا ؎

ڈال دی قلب میں عظمت مصطفٰے
سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

تو میری آنکھوں میں عقیدت و مسرت کے آنسو امنڈ آئے کہ واہ رے امام احمد رضا کی مقبولیت کہ ان کے آقازادوں کی ان سے عقیدت و محبت جس پر ہزار جان سے قربان ہونے کو جی چاہتا ہے اور سچ پوچھیے تو امام احمد رضا کی ان کی سرکاروں میں یہی مقبولیت ہے جس نے ان کو چار دانگ عالم

میں محبوب ومقبول بنا دیا۔

الفتِ رسول:

وہ الفتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے یا اللہ اور یا رسول اللہ منہ سے نکلتا۔ سیرت پاک پر گفتو کرتے تو آنکھیں وفورِ محبت سے بھیگ جاتیں۔ اپنے وعظ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرماتے تو ہم لوگوں کو محسوس ہوتا گویا ہم چشم تصور سے آقائے دو جہاں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کا شرف حاصل کررہے ہیں۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا تو ان کا چہرہ کھل جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کا ذکر فرماتے اور فوراً ہی کسی فارسی شاعر یا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا کوئی شعر پڑھ دیتے اور وہ شعر اس موضوع سخن کے لحاظ سے اتنا مناسب ہوتا کہ سننے والے کے دل کی کلی کھل اٹھتی۔ جب سلام کا وقت آتا تو بہت جوش وخروش اور بلند آواز سے ترنم کے ساتھ سلام پیش فرماتے۔ شدّت جذبات کا یہ عالم ہوتا کہ پیشانی مبارک پر سخت سردی کے باوجود پسینے کے قطرے بہنے لگتے۔ سنتوں پر عمل کرنے میں بہت راغب تھے۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت ان کا بایاں قدم پہلے اندر گیا ہو یا باہر آتے وقت دایاں قدم پہلے باہر آیا ہو۔

کھانا کھاتے وقت سنتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا خیال رکھتے۔ حتیٰ کہ نشست تک میں اس بات کی احتیاط رکھتے کہ کھانا کھاتے وقت حضور کے جس طریق نشست کا ذکر احادیث میں آیا ہے، اسی طرح کی نشست ہو۔

کھانے کی پلیٹ میں اپنے سامنے والے حصے سے شروع کرتے جو طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ روٹی کو کبھی دانت سے کاٹ کر نہیں توڑتے تھے۔ ایسا کرتے کسی کو دیکھتے تو فوراً سرزنش کرتے۔ روٹی کا نوالہ روٹی سے کیسے علیحدہ کیا جائے، کرکے سمجھاتے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے الفت کا مطلب ہے ان کی اتباع، ان کی

اتباع کا مطلب ہے ان کے عمل اور قول کے مطابق عمل کرنا۔ وقت رحلت بھی وہ اس سے غافل نہیں رہے۔ رحلت سے تھوڑی ہی دیر پہلے انھوں نے ایک پیالے میں پانی منگا کر مجھے حکم دیا کہ ان کے ماتھے اور چہرے پر پانی لگاؤں۔ مدارج النبوۃ میں تفصیل کے ساتھ درج ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے قبل اسی سے ملتا جلتا عمل کیا تھا جس کی شہادت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دی ہے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر انھوں نے کسی قسم کا کمپرومائز (سمجھوتہ) نہیں کیا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے حضور احسن العلما کو جو ایک مخصوص والہانہ محبت تھی، وہ بھی غالباً عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دین تھی۔ مسلک اعلیٰ حضرت کی اساس الفت رسول اور عظمت نبی پر قائم ہے۔ اسی لیے تو حضور احسن العلما علیہ الرحمۃ نے وقت آخر سے دو تین دن پہلے اپنے بچوں کو جو وصیت کی وہ یہ کہ:

''مسلک اعلیٰ حضرت پر مضبوطی سے ڈٹے رہنا۔ میرا جو مرید اس مسلک سے ہٹ جائے، میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں۔''

(الفاظ میرے ہیں لیکن مفہوم وہی ہے جو حضرت امین ملت مدظلہ العالی نے مجھے بتایا کہ اس وصیت کے وقت میں اسپتال کے اس کمرے میں موجود نہیں تھا۔ رفیق ملت سید نجیب حیدر سلمہٗ موجود تھے۔)

وہ مسلک اعلیٰ حضرت کو عشق رسول، عظمتِ نبی اور اپنے بزرگوں کے اقوال سے جدا نہیں جانتے تھے۔ خدا گواہ ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرۂ شیرانہ جس دلیری، استقامت، مداومت اور تسلسل سے خانوادہ برکات کے ان دو بزرگوں یعنی حضور سید العلما علیہ الرحمۃ اور حضور احسن العلما علیہ الرحمۃ نے لگایا، اس کی سعادت ان کے زمانے میں شاید ہی کسی دوسرے کے حصے میں آئی ہو۔ دراصل مسلک اعلیٰ حضرت کے پردے میں وہ الفتِ رسول کا نعرہ لگاتے تھے عظمتِ نبی کا پرچار کرتے تھے۔

ہمت:

ایک بار ہم سب بذریعہ ریل گاڑی سیتاپور جا رہے تھے۔ پیلی بھیت کے اسٹیشن

پر والد محترم کی کلائی پر بندھی گھڑی پر ایک چور نے ہاتھ مارنا چاہا۔ گاڑی روانہ ہو چکی تھی اور رات کا وقت تھا۔ آگے میلانی کا اسٹیشن تھا اور ترائی کا گھنا جنگل۔ جیسے ہی اس نے گھڑی پر ہاتھ مارا، والد محترم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ چور گھبرا گیا کہ ٹرین چل پڑی تھی۔ اسی حالت میں اسے تنبیہ کی۔ اس نے توبہ کی اور معافی کا خواستگار ہوا۔ والد محترم نے اس کا ہاتھ نہیں چھوڑا ورنہ وہ بری طرح زخمی ہو جاتا۔ ہاتھ کے ذریعے اس کا پورا وزن سنبھالے رہے اور کھڑے ہو کر دوسرے ہاتھ سے زنجیر کھینچ کر ٹرین روکی، تب اس کا ہاتھ چھوڑا۔ یہ واقعہ ۱۹۶۱ء یا ۱۹۶۲ء کا ہے۔

۱۹۸۲ء یا ۱۹۸۳ء کا واقعہ ہے کہ ہم، بیرون خانقاہ کمرہ موسومہ بہ مدرسہ کے سامنے والے حصے میں بیٹھے تھے کہ پیچھے کی گلی میں زکریا دادا مرحوم کے افتادہ گھر سے عجیب طرح کی آوازیں آنے لگیں۔ ہم لوگوں کو کچھ خوف محسوس ہوا۔ فرمایا چل کر دیکھیں کیا بات ہے۔ سب سے آگے وہ خود، پیچھے ہم لوگ اندھیری گلی میں زکریا دادا مرحوم کے گھر تک پہنچے۔ گھر کے بند دروازے کے پیچھے سے برابر آوازیں آ رہی تھیں۔ والد محترم نے خبردار کیا تب بھی وہ آوازیں بند نہیں ہوئیں۔ فرمایا لگتا ہے کوئی کتا پھنس گیا ہے، دیوار سے جھانک کر دیکھو۔ تب میں نے رائفل ہاتھ میں لے کر دیوار سے جھانک کر دیکھا تو واقعی ایک کتا تھا جو راستہ نہ ملنے کی بے چینی میں دروازے پر پنجے چلا رہا تھا۔ خیر! دروازہ کھلوا کر اسے آزاد کیا گیا۔

الحاج عتیق احمد برکاتی بتاتے ہیں: ''میاں میں اتنی ہمت تھی کہ چمن گنج سے جاج مئو تک پیدل چلے جاتے تھے۔ وہ بھاگنے کی رفتار سے چلتے تھے اور ہم بچے ان کے پیچھے بھاگتے ہوئے چلتے تھے۔''

اخیر عمر میں اپنے غریب مریدوں کی دل جمعی کے لیے ان کی دعوت قبول کر لیتے۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ان کو تین تین، چار چار منزل تک چڑھنا ہوگا۔ وہ سانس کے آزار اور دل کی بیماری کے باوجود خداداد ہمت کے بوتے پر اپنے غریب مرید کی دل دہی کی خاطر یہ تکلیف گوارہ فرماتے۔

م-محبت اولیائے کرام:

اولیائے کرام سے انہیں بے حد محبت تھی۔ خصوصاً حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہیں بے پناہ عقیدت تھی۔ حدائق بخشش (اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کلام) انہیں زبانی یاد تھا۔ حمد و نعت کے بعد وہ چھانٹ چھانٹ کر غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبتیں بے حد والہانہ انداز میں پڑھتے۔

زندگی کے آخری دن سے تین روز قبل گیارہویں شریف کی محفل اسپتال کے کمرے میں سجائی۔ حضرت امین میاں مدظلہ العالی سے فرمایا کہ بیٹا حضور غوث پاک کی منقبت پڑھو۔ ''واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا'' حضرت امین میاں نے منقبت پڑھی۔ اس شعر کو دو بار پڑھوایا ؎

سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبے کا طواف
کعبہ کرتا ہے طوافِ درِ والا تیرا

پھر فرمایا:

''بیٹا ہم تو 'اِن' کے موردِ ثی غلام ہیں''۔ لفظ 'اِن' کے استعمال سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ حضور غوثِ پاک کی زیارت اپنے ماتھے کی آنکھوں سے فرما رہے تھے۔

جب کسی اجنبی علاقے میں تشریف لے جاتے تو پوچھ پوچھ کر اولیائے کرام کی مزارات پر حاضری دیتے۔ حاضری دیتے وقت وہ اپنے اسلاف کے طریقوں پر ہی عمل کرتے اور کسی ایسی بات کا ارتکاب نہ کرتے جس کو دیکھ کر کوئی بدعت کا الزام لگا سکے۔

اپنے خانوادہ کے بزرگوں میں حضور صاحب البرکات رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور شمس العارفین اچھے میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ' کا ذکر بہت تواتر کے ساتھ کرتے۔ اکثر ایسا ہوا کہ حضور صاحب البرکات کے فارسی اور ہندی شعر پڑھتے پڑھتے ان پر حال کی سی کیفیت طاری ہو جاتی۔ وہ محل سرائے زنانہ کے صحن میں اپنے پلنگ پر بیٹھے بیٹھے حضور صاحب البرکات کا یہ شعر بہت دیر تک وارفتگی کے ساتھ پڑھتے رہے۔

حالتے رفت کہ پنہاں ہمہ پیدا گشتہ
شورِ منصور ز ہر پردہ ہویدا گشتہ

یکا یک ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ اس دوران انھوں نے کسی ایسی زبان کے کچھ جملے بولے جو ہم نہیں سمجھ پائے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس کیفیتِ خاص سے واپس آئے۔

ولی کے بارے میں ہم ان سے پوچھتے کہ ولی کی کیا پہچان ہوتی ہے۔ فرماتے کہ جسے دیکھ کر خدا یاد آجائے وہ ولی ہے۔

ص-صدورِ کشف وکرامات:

ان کی کرامات کا ذکر کروں تو ایک دفتر ناکافی ہوگا لیکن خانوادہ برکات کے صاحبزادگان اپنے بزرگوں کی کرامات کا بیان عموماً نہیں کرتے۔ ان کے ہزار ہا مریدان کی آنکھوں دیکھی کرامات بتانے کے لیے بفضلہٖ تعالیٰ زندہ ہیں۔ ان کے ایک چاہنے والے برادرم عبدالواحد نور محمد قادری برکاتی گونڈلوی کا تحریری بیان من وعن نقل کرتا ہوں۔

''میری عمر قریب ۷ یا ۸ سال رہی ہوگی برابر یاد نہیں، زیادہ سے زیادہ ۹ ہوگی تب گونڈل میں، میں اور میرے بڑے بھائی محمد ابراہیم، تاج العلماء محمد میاں صاحب سے بیعت ہوئے۔ آپ کا چہرۂ مبارک اتنا نورانی تھا کہ اپنے تو اپنے غیر بھی دیکھتے تو دیکھتے رہ جاتے۔ آپ کا رعب اس قدر تھا کہ بڑے بڑے حضرات باادب ہاتھ باندھے کھڑے رہتے۔ لیکن ہم بچے بلا جھجھک آپ کے پاس پہونچ جاتے، دست بوسی کرتے اور باادب بیٹھ جاتے۔ آپ بڑی شفقت سے باتیں کرتے، نماز پڑھنے کی تاکید کرتے، اسکول کی پڑھائی پر توجہ دینے کی تلقین کرتے وغیرہ۔ اس وقت ہم سوچتے آپ تو اتنا پیار سے ہم سے باتیں کرتے ہیں پھر بھی یہ حضرات کیوں اتنا جھجکتے ہیں! اس وقت اپنی کم فہمی کی بنا پر ہم سمجھ نہیں پاتے۔

انہیں کے ساتھ ان کے بھانجے سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں صاحب بھی تشریف لاتے۔ گورا نورانی چہرہ، داڑھی مبارک کے سیاہ بال، باوقار شخصیت نظر آتے تھے۔

گونڈل دو، تین سال میں ایک مرتبہ آتے ۸ یا ۱۵ روز رہ کر چلے جاتے۔ لیکن جب مارچ ۱۹۶۵ء میں، میں ممبئی میں مستقل رہنے آ گیا۔ تو اکثر دست بوسی کا شرف حاصل ہوتا۔ آپ ممبئی میں اپنے بڑے بھائی حضرت سید العلما سید آل مصطفیٰ علیہ الرحمہ کے پاس کھڑک کی مسجد میں ٹھہرتے۔

ایک بار ممبئی کے کھجور کے مشہور تاجر حاجی عثمان بھائی معروف بہ حاجی بابو کے یہاں شادی کی تقریب کے سلسلے میں تشریف لائے تھے۔ حضرت کے ٹھہرنے کے لیے ایک بڑا ایرکنڈیشنڈ فلیٹ کا انتظام مع مریدوں اور ملازم کے لیے کیا گیا۔ آپ جب اپنے بڑے بھائی سے ملنے کھڑک کی مسجد میں گئے تو آپ کے بڑے بھائی کو یہ گوارہ نہ ہوا کہ چھوٹا بھائی میرے پاس نہ رہ کر کہیں اور رہے۔ سید میاں نے یہ بات اپنے بھائی سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں سے کہی تو آپ بھائی کی محبت میں تمام آسائش چھوڑ کر بھائی کے قریب مسجد کے حجرہ میں آ گئے۔ کتنا پیار تھا ان دونوں بھائیوں میں۔

حضرت مجھے بہت چاہتے تھے حالانکہ میں اس قابل کہاں۔ یہ اللہ کا کرم تھا جس نے آپ کے دل میں مجھ ناچیز کے لیے اتنی محبت پیدا کر دی تھی، اس کے لیے میں اس ذات پاک کا شکریہ ادا کرتا رہتا ہوں۔

ان کے ساتھ بیتے دنوں کو یاد کرتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے، گویا حضرت میرے قریب ہی ہیں، میں انہیں نہیں دیکھ سکتا پر وہ مجھے ضرور دیکھتے ہیں۔

میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور خوش خبری سنائی کہ حضرت میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اور والدہ کی پسند پر اس کا نام محمد یعقوب رکھا ہے، آپ نے دست مبارک اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، آپ کی خوشی کو دیکھ کر یوں لگا جیسے آپ کے یہاں پوتا پیدا ہوا ہے، مجھے مبارک باد اور بہت ساری دعائیں دیں۔ پوچھا کتنے بیٹے ہوئے، میں نے جواب دیا، حضرت یہ پہلا ہی تو ہے۔ اس پر فرمایا دوسرا بھی بیٹا ہی ہے، آج بھی حضرت کی شہادت کی وہ انگلی جسے اٹھا کر آپ مجھ سے یہ کہہ رہے تھے، نظروں کے سامنے ہے۔ میں نے یہ بات کسی سے نہ کہی، کچھ عرصہ بعد دوسرا

لڑکا پیدا ہوا۔ حضرت ممبئی میں ہی تھے، رمضان شریف کا مہینہ تھا، میں نے حضرت سے کہا، میرے یہاں بیٹا پیدا ہوا ہے، آپ بچے کا نام تجویز فرمائیں۔ تو آپ نے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، مجھے مبارک باد اور دعائیں دیں، اور پوچھا کہ کتنے لڑکے ہوئے، میں نے جواب میں عرض کیا: حضور یہ دوسرا لڑکا ہے، آپ نے اسی طرح شہادت کی انگلی اٹھائی اور فرمایا تیسرا بھی لڑکا ہے۔ میں ہسپتال اپنی بیوی اور بچے کی خیریت معلوم کرنے گیا تو بیوی سے کہا، حضرت نے یعقوب کے بعد کہا تھا دوسرا بھی لڑکا ہے تو محمد شعیب کی تشریف آوری ہوئی۔ اب حضرت نے تیسرے لڑکے کی خبر دی ہے تو بیوی بولی بس دو لڑکے بہت ہیں، میں نے کہا حضرت نے کہا ہے، تو اس میں انشاء اللہ فرق نہ ہوگا، پھر تیسرا بھی لڑکا ہوا۔ اس وقت حضرت ممبئی میں نہ تھے، بیس دن بعد تشریف لائے، میں خدمت میں حاضر ہوا عرض کی میرے یہاں لڑکا ہوا ہے، آپ نے اسی طرح شکر ادا کیا مبارک باد اور دعائیں دیں، اور پوچھا کتنے لڑکے ہوئے میں نے کہا یہ تیسرا لڑکا ہے، آپ نے کہا ہاں بس: اب ایک لڑکی کی ضرورت ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کی حدیث سنائی کہ جس نے تین یا دو یا کم سے کم ایک لڑکی کی بھی پرورش کی، اس کو جنت کا مژدہ ہے۔ میں نے کہا دعا فرمائیں، آپ نے فرمایا ابھی نہیں پہلے انہیں بڑا کرلو، اس کے بعد میرے یہاں کوئی بچہ نہیں ہوا۔

دوسرا واقعہ یوں ہے: میں روزانہ بعد نماز عشا حاضر خدمت ہوا کرتا تھا۔ ایک دن معمول کے مطابق گیا، دست بوسی کی اور بیٹھ گیا۔ حضرت نے پوچھا: عبدالواحد کیسے ہو؟ میں نے جواب میں عرض کیا: اللہ کا کرم اور آپ کی دعا ہے، آپ نے دوبارہ پرسش کی، گھر میں سب کیسے ہیں؟ میں نے وہی جواب دیا، یہ پوچھنا ان کا معمول تھا۔ اس دن پھر پوچھا بچے کیسے ہیں، میرا جواب وہی تھا، پھر پوچھا بچے کیسے ہیں، مجھے تعجب ہوا کہ حضرت بار بار کیوں پوچھ رہے ہیں۔ اب جواب دینے میں میری آواز نرم پڑ گئی۔ حضرت نے فرمایا: گھر جاؤ وقت کافی ہوگیا ہے، اور تاکید کی سیدھے گھر جاؤ، میں وہاں سے چل دیا گھر پہونچا تو بیوی چھوٹے بچے محمد عرفان کو گود میں لیے بیٹھی تھی، مجھے دیکھتے ہی کہا: بچے کو

دیکھو کتنا بخار ہے؟ بچہ بخار سے تپ رہا ہے، میں نے کہا رات کے بارہ بج رہے ہیں، اس وقت کوئی ڈاکٹر بھی نہیں ملے گا۔ صبح ہوتے ہی ڈاکٹر کے پاس لے جائیں گے۔

مجھے ایک بار کچھ سامان خریدنے کا حکم دیا۔ فرمایا: بہت ضروری نہیں ہے جب بھی فرصت ملے لا کر دے جانا، عشا بعد تو آتے ہی ہو، میں نے صبح کو وہ چیزیں لا کر پیش کر دیں، ساتھ ہی بقایا رقم ۳۷ روپے ۲۵ پیسے بھی دینے تھے، پر جیب میں چونّی نہ تھی، تو میں نے اٹھنّی رکھ دی اور حضرت کو حساب پیش کر دیا، آپ نے سرسری طور پر پرچی دیکھی کہ کیا کیا منگوایا تھا، پھر ٹوٹل پر نظر پڑی تو فرمایا مجھے چونّی تمہیں دینی ہے، میں نے کہا حضرت رہنے دیں، چونّی کی کیا بات ہے، آپ نے فرمایا حساب تو حساب ہے، تمہارا ہے تم لے لو، میرا ہے مجھے دے دو، اب حضرت ریزگاری ڈھونڈنے لگے، مل نہیں رہی تھی، میں نے پھر کہا حضرت رہنے دیں، آپ نے جواب میں فرمایا: بخشش دے رہے ہو یا حساب؟ بہت پریشان ہوئے: ریزگاری کی وہ پوٹلی ملنے کو تیار نہیں یہاں، تک کہ آپ پسینہ پسینہ ہو گئے، اب مجھ سے نہ رہا گیا، میں نے کہا حضرت وہ اٹھنّی ہی مجھے دے دیں، اس پر آپ میری طرف پلٹے۔ چہرے پر مسکراہٹ اور لہجے میں ہلکی سی ڈانٹ۔ وہ میری چونّی، تمہیں کیوں دوں؟ مجھے ہنسی آ گئی۔ نہ تو میری چونّی خود رکھتے ہیں اور نہ اپنی چونّی مجھے دیتے ہیں۔ آخر میں وہ پوٹلی ملی اور میری چونّی مجھے عطا فرمائی۔''

جناب محمد اکبر قادری لکھتے ہیں:

محمد مشتاق برکاتی کھجور والا ممبئی میں رہتے ہیں۔ وہ حضرت والا کی کئی کرامتیں بیان کرتے ہیں۔ بتاتے ہیں کہ وہ ایک موقع کی دوکان لینا چاہتے تھے اور اس کا سودا ہو گیا، بیعانہ وغیرہ دے دیا گیا مگر دوکان مالک لالچ میں آ کر مکر گیا۔ مشتاق بھائی مایوس ہو کر حضرت والا کے پاس آئے، سارا واقعہ بتایا۔ حضرت والا نے فرمایا: مشتاق بھائی! دل چھوٹا مت کیجئے، وہ دکان آپ ہی کو ملے گی۔ ایسا ہی ہوا۔

مشتاق بھائی بتاتے ہیں کہ گونڈل میں ایک صاحب ہیں، ان کا پاسپورٹ نہیں بن رہا تھا۔ کافی تھک ہار کر بیٹھ گئے تھے۔ ایک دن حضرت والا کے پاس حجرۂ کھڑک میں

آئے اور اپنی پریشانی بیان کی۔ حضرت والا نے ان کے ماتھے پر اپنی انگشت شہادت سے کچھ لکھ دیا اور فرمایا اب جایئے گا، آپ کا کام ہو جائے گا۔ اسی دن ان کا پاسپورٹ بن گیا۔

ط-طریقہ اجداد پر عمل:

وہ طریقۂ اجداد کے بہت بڑے عامل تھے۔ روزمرہ کی باتوں میں تو نہیں لیکن معاملات، عبادت و اخلاق میں وہ اپنے اجداد و اسلاف کی سچی تصویر تھے۔ خاندانی روایتوں کے حافظ بھی تھے اور عامل بھی۔ حضور تاج العلما رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھیں بہت محبت وعقیدت تھی۔ وہ ممکنہ حد تک حضور تاج العلما رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقوں کی پیروی کرتے تھے۔ احتیاط اور میانہ روی کی دولت غالباً انہیں اپنے خالِ محترم علیہ الرحمۃ والرضوان سے ہی ملی۔

ف-فضلا کی عزت وتوقیر:

وہ علمائے دین کی بہت عزت کرتے تھے اور اپنے مریدین ومتوسلین کو بھی یہی نصیحت کرتے تھے۔ غالباً اسی لیے ان کے وصال کے موقع پر حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب مدظلہ العالی نے یہ شعر کہا ہے ؎

علم و اہلِ علم کی توقیر تھی شیوا ترا
جانشیں میں ہونمایاں جلوۂ زیبا ترا

(علامہ اختر رضا خاں ازہری میاں)

ان کی علما نوازی کا ذکر فقیہ عصر شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق قادری برکاتی امجدی علیہ الرحمہ سے سنیئے:

''حضرت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس عہد کے پیروں کے برخلاف علما کا ان کے شایان شان پورا پورا احترام فرماتے۔ عرس مبارک میں یہ منظر قابلِ دیدنی ہوتا کہ عرس مبارک کے اجلاس عام میں حضرت خود اور خاندان کے تمام افراد زمین پر ہوتے اور علمائے کرام تخت پر۔''

(اہل سنت کی آواز ۱۹۹۵ء صفحہ ۴۷)

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ علمائے کرام انہیں نذر پیش کرتے تو وہ اپنی طرف سے کچھ اور ملا کر انہیں نذر کر دیتے۔ جس وقت وہ علمائے کرام کے ساتھ ہوتے اس وقت عربی ادب اور مسائل فقہ پر خوب خوب گفتگو کرتے۔

حضور احسن العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذاتِ بابرکات تھی جس نے خانقاہِ برکاتیہ کو بیسویں صدی کے نصف آخر میں دیگر امتیازات کے ساتھ، علمائے کرام کی عزت وتوقیر کے امتیاز کو قایم رکھا۔

حضرت علامہ محمد احمد اعظمی مصباحی، شیخ الجامعۃ، الجامعۃ الاشرفیہ تحریر فرماتے ہیں:

''..... یہ امتیاز بعد کے مشائخ میں بھی قائم رہا اور حضرت احسن المشائخ نے بھی پورے طور سے اس کو برقرار رکھا۔ دین میں صلابت، عقائد میں اخلاص، الحب للہ والبغض فی اللہ میں صداقت ہی کا یہ اثر تھا کہ اعلیٰ حضرت اور مفتیٔ اعظم قدست اسرارہم کا ذکر بڑی محبت وعقیدت کے ساتھ کرتے، ان کے فتاویٰ کو حرز جاں بناتے۔ ان کی عظمتوں کا تذکرہ ہوتا تو بس سنتے جایئے۔ کوئی مرید باصفا یا محبِّ بے ریا جو بیان کرتا، اس سے زیادہ اس جانشینِ پیران بزرگ کی زبانِ حق ترجمان سے چرچا ہوتا۔ سچی بزرگی کی نشانی یہی ہے.....'' (رسالہ اہلسنت کی آواز جلد دوم صفحہ ۶۱)

حضرت مولانا محمد عبدالمبین قادری یوں رقم طراز ہیں:

''اور آخر میں اضافے کے طور پر جب سرکار احسن العلماء نے یہ شعر پڑھا

ڈال دی قلب میں عظمت مصطفیٰ
سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

تو میری آنکھوں میں محبت وعقیدت کے آنسو اُمنڈ آئے کہ واہ رے امام احمد رضا کی مقبولیت کہ ان کے آقازادوں کی ان سے محبت وعقیدت جس پر ہزار جان سے قربان ہونے کو جی چاہتا ہے اور سچ پوچھئے تو امام احمد رضا کی ان سرکاروں میں یہی مقبولیت ہے جس نے اُن کو چار دانگ عالم میں محبوب ومقبول بنا دیا۔'' (اہل سنت کی آواز جلد دوم صفحہ ۶۷)

ی-یگانگت عامہ:

والد گرامی عام لوگوں سے بھی بہت خلوص ومحبت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ انھوں نے اپنی زندگی کے بعض اوقات عوام الناس کے لیے وقف کر دیئے تھے۔ وہ ان اوقات کی پابندی فرماتے۔ ان اوقات میں ان کے پاس جو بھی آتا، وہ حسب مراد ان سے کچھ نہ کچھ حاصل کر کے ہی لے جاتا۔

دوران تعلیم جب میں علی گڑھ کے لیے عازم سفر ہوتا تو صدقے کے طور پر کچھ روپئے دیتے اور فرماتے جو بھی ضرورت مند نظر آئے دے دینا۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا اہل ہنود کو بھی۔ فرمایا ہاں اہل ہنود میں بھی کوئی ضرورت مند نظر آئے تو دے دینا۔ پھر فرمایا کہ یہ صدقات واجبہ میں نہیں ہے جس کا مصرف صرف مسلمان ہی ہوسکتا ہے۔ یہ صدقہ نافلہ میں ہے جو کسی بھی غریب ضرورت مند کو دیا جاسکتا ہے۔

ایک بار گھر کی مہترانی کسی تیوہار پر حق مانگنے آئی۔ نہادھو کر صاف لباس پہنے ہوئے تھی۔ نجیب میاں سلمہٗ اس وقت دو ڈھائی برس کے ہوں گے۔ مہترانی نے ازراہِ شفقت نجیب میاں کو گود میں لے لیا اور بازار تک ہو آئی۔ شام کو پڑوس کی کچھ عورتوں نے اعتراض کیا کہ آج مہترانی نے نجیب میاں کو گود میں اُٹھایا۔ میرے والد کریم نے فرمایا: کسی کو اس میں کیا شکایت؟ مہترانی صاف ستھری تھی، لباس بھی صاف تھا، اس نے جذبۂ شفقت میں نجیب حیدر کو گود میں لے لیا۔ اگر کوئی بھی منع کرتا تو اس کی دل شکنی ہوتی۔

اس واقعے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے کہ کس طرح بابری مسجد کی شہادت کے سانحے کے موقع پر حضور احسن العلما نے سیکڑوں عوام کو کئی دن تک خانقاہ میں رکھ کر حفاظت اور خورد ونوش کا انتظام فرمایا تھا۔ مختصر یہ کہ ان کے خلوص ومحبت کے بادل سب پر یکساں برستے تھے، وہ عوام وخواص کا امتیاز نہیں کرتے تھے۔ البتہ جہاں عزت وتوقیر کا معاملہ ہوتا تو وہ سامنے والے کے شایانِ شان عزت وتوقیر کرتے۔ لیکن جہاں تک جود وکرم کا معاملہ تھا، وہ عوام کے تئیں، کچھ زیادہ ہی تھا کہ عوام کو اس کی ضرورت بھی زیادہ ہوتی ہے۔

ح۔حلم وانکسار:

دینے والے نے انھیں حلم و انکسار کی دولت سے خوب خوب نوازا تھا۔ حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب قدس سرہٗ کا بیان پہلے گزر چکا کہ وہ کس طرح حلم وتواضع کا سلوک روا رکھتے تھے۔ قصبے میں اگر کسی غریب کی لڑکی یا لڑکے کی شادی کی دعوت ہوتی تو رکشے پر بیٹھ کر اس کے گھر جا کر تقریب میں شرکت کرتے۔ صاحب خانہ انہیں دیکھ کر کھل کھل اٹھتا۔

اپنے گھر آئے مہمان کو عزت کے ساتھ بیٹھاتے۔ پہلے پانی پلواتے پھر چائے وغیرہ سے تواضع کراتے۔ اگر آنے والوں کی تعداد بیس بھی ہوتی تب بھی ماتھے پر شکن نہیں آتی۔ بس اتنا کہتے کہ چھوٹا قصبہ ہے، اطلاع دے کر آتے تو آپ کو اتنی زحمت نہ ہوتی۔

میں نے اپنی آنکھ سے انہیں گھر سے ناشتے کی ٹرے لے کر ملازمین کو ناشتہ دیتے دیکھا ہے ع

اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

ی۔یقین کی دولت:

اللہ تعالیٰ نے انہیں یقین کی دولت سے مالا مال فرمایا تھا۔ کیسا ہی برا وقت سامنے کیوں نہ آ جائے، وہ یقین اور امید کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے۔ یہی فرماتے کہ اللہ نے چاہا اور اس کے چاہے سے اس کے رسول نے، سب معاملات بہتر ہو جائیں گے۔ ان کے اسی یقین کا کرشمہ ہوتا کہ معاملات کا رُخ اچھائی کی طرف مڑ جاتا۔

وہ دوسروں کو بھی یقین اور امید کی دولت کی اہمیت بتاتے رہتے تھے، فرماتے تھے کہ کسی بھی معاملے میں نا اُمید ہونا گناہ ہے۔

ایک کم فہم نے ان کی زندگی میں ان پر کئی مقدمات کئے۔ وہ ہر بار یہی کہتے ؎

سن لیں اعدا میں بگڑنے کا نہیں
وہ سلامت ہیں بنانے والے

ہر مقدمے پر وہ یہی فرماتے کہ مدعی انشاءاللہ تعالیٰ نامراد ہوگا اور منہ کی کھائے گا۔ بفضلہٖ تعالےٰ ہر مقدمے کا یہی انجام ہوا۔ سپریم کورٹ کا آخری مقدمہ بھی ان کے وصال کے بعد ان ہی کے حق میں فیصل ہوا اور مدعی کا مقدمہ خارج ہوا۔

برسات کے موسم میں اگر بارش رک جاتی تو صدر دالان کے درمیان در میں کھڑے ہوکر آسمان کی طرف دیکھتے۔ ان کی آنکھوں میں یقین کا نور ہوتا تھا۔ پھر ہاتھ اُٹھا کر دعا فرماتے۔ ایک ہی دو دن میں اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ رحمت کا پانی برسا دیتا۔ جل تھل ہو جاتا۔

میں سِول سروس کے امتحان میں بیٹھا۔ دعا کے لیے عرض کی۔ دعا فرمائی اور کہا: محنت کرو، اچھی امید رکھو، اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین کرو۔ انشاءاللہ تعالیٰ امتیاز کے ساتھ کامیاب ہوگے۔ بفضلہٖ تعالیٰ یہی ہوا۔

مثالیں اور واقعات بیان کرنے پر آؤں تو صفحات کم پڑ جائیں گے۔ مختصر یہ کہ ان کی ایمانی قوت نے ان کے دل میں یقین اور امید کے ایسے چراغ جلا رکھے تھے جن کی لو آخر دم تک مدھم نہیں پڑی۔

د- دین کی خدمت:

یہ وہ بات ہے جس پر بہت تفصیل سے لکھنے کو دل چاہتا ہے لیکن اختصار کی نیت سے یہ باب شروع کیا ہے۔ ان کی خدماتِ دین متین کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱- خود دین کی خدمت کرنا۔

۲- دوسرے خدمت کرنے والوں سے تعاون کرنا۔

۳- دین کی خدمت کرنے والوں کی تقریراً اور تحریراً حوصلہ افزائی کرنا۔

تبلیغ دین کے سلسلے میں اس مرد باصفا نے دور دراز کے سفر اختیار کیے۔ شہروں کے نہیں، جہاں پیروں کو سب طرح کا آرام نصیب ہوتا ہے بلکہ چھوٹے چھوٹے قریوں اور دیہات کے متعدد سفر کیے۔ آج بھی جس کے گواہ جناب منشی پھول خان صاحب

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

گلولوی مدظلہ العالی بقیدِ حیات ہیں۔ وہ خدمتِ دین کے میدان میں تن من دھن تینوں کے ساتھ اترتے تھے۔ وہ صرف زبانی خدمت میں یقین نہیں کرتے تھے۔

دین کی خدمت کرنے والے دوسرے حضرات کے ساتھ بھی پرخلوص تعاون کرتے تھے۔ حضرت مولانا محمد احمد مصباحی مدظلہ العالیٰ نے تحریر فرمایا ہے کہ جب وہ حضرت سے ملنے حجرہ کھڑک بمبئی میں گئے اور ذکر کیا کہ وہ ایک مفید کتاب طبع کرانے بمبئی آئے ہوئے ہیں تو حضرت نے فوراً اپنے پاس سے ایک ہزار روپیہ عطا کیا۔ مولانا مصباحی مدظلہ نے فرمایا کہ حضرت میں اس لیے آپ کے پاس نہیں آیا تھا اور یہ کہ کتاب کے طبع ہونے کا انتظام ہو چکا ہے۔ حضرت نے فرمایا پھر بھی رکھ لیجئے۔ بہت سے کام ہونے ہیں۔

اسی طرح وہ دین کی خدمت کرنے والوں کی بھرپور حوصلہ افزائی بھی فرماتے تھے۔ کوئی بڑے کام کا بیڑا اُٹھا کر ان کے پاس آتا تو اس کے منصوبے کو مکمل طور پر سنتے۔ مشورہ دیتے، اونچ نیچ بتاتے اور دعا فرماتے۔ کبھی کبھی یہ بھی فرماتے کہ مثبت پہلو تو ہمیشہ آپ کے ساتھ ہے، منفی معاملات کی شناخت کر کے ان کا سدباب پہلے کر لیجئے۔ اللہ تعالیٰ یہ کام آپ کے ہاتھ سے ضرور کرائے گا۔ ایسے بے شمار مدارس ہیں، حضرت احسن العلما جن کے ساتھ حتی الوسع تعاون فرماتے۔

اب حضرت امین ملت مدظلہ اپنے والد گرامی کی اسی روایت پر گامزن ہیں۔ اللہ تعالےٰ اپنے کرم سے انہیں عمر، صحت اور سکون کی دولتوں سے حصہ فراواں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

ح۔ حکمت کی باتیں کرنے کی عادت:

میرا بچپن سے یہ مشاہدہ رہا کہ والد گرامی خوش مزاج اور شیریں بیان ہونے کے باوجود کبھی بھی بے معنی باتوں کو منہ نہیں لگاتے تھے۔ ان کے مزاج میں بھی حکمت کے موتی پروئے ہوئے ہوتے تھے۔ وہ موقع محل کے اعتبار سے اور مخاطب کی علمی صلاحیت کے مطابق اس سے گفتگو فرماتے۔ کبھی قرآن کا حوالہ دیتے، کبھی حدیث سے کوئی بات

ثابت فرماتے، کبھی اسوۂ صحابہ سے دلیل لیتے اور کبھی اولیائے کرام کی حکایتوں سے مفید مطلب نتائج اخذ کر کے بتاتے۔

وہ جدید علوم کو بھی حکمت کی راہ کا روڑہ نہیں سمجھتے تھے۔ گفتگو میں اکثر جدید علوم کی اصطلاحوں کے حوالے پے در پے دیتے چلے جاتے۔ مسجد برکاتی میں مسلسل چون (۵۴) سال تک نمازِ جمعہ سے پہلے وعظ کی محفل میں انھوں نے جو حکمت کے موتی لٹائے ہیں، کاش ان کو جمع کر دیا جائے تو ملت کے لیے ایک بیش قیمتی سرمایہ ہاتھ آ جائے۔

وہ علماء سے علمی گفتگو فرماتے، شعرا سے ادبی زبان میں مکالمہ کرتے، عوام سے سہل اور سلیس زبان میں گفتگو کرتے اور بچوں سے بچوں کی محدود الفاظ والی لغت میں بات کرتے۔ رابطے کی زبان کو مخاطب کے علم و تربیت کے مطابق استعمال کرنے کا عجیب وغریب کمال اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا تھا۔

س-سرداری:

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں انہیں سرداری کی عزت سے سرفراز فرمایا تھا۔ علمائے کرام کی محفل ہو یا مشائخ کی مجلس۔ وہ ان میں سردار محسوس ہوتے تھے۔ بہت سے دینی اور دنیاوی معاملات ایسے ہوتے جن میں ان کو حکم بنایا گیا اور ان کے طے کیے معاملات کو فریقین نے تسلیم کیا۔ حضور مفتیٔ اعظم قدس سرہ کے وصال کے بعد بریلی شریف کے نظم و انتظام کے معاملات کا فیصلہ کرنے کے لیے بھی حضور احسن العلما قدس سرہٗ کو حکم بنایا گیا تھا۔

حضرت علامہ محمد احمد مصباحی مدظلہ العالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

''اس وقت دنیائے سنیت میں ان کی ذات تمام علمائے اکابر و اصاغر کے لیے مرجع و مقتدا کی حیثیت رکھتی تھی۔ مفتی اعظم قدس سرہٗ کے زمانے میں جب کوئی سنگین اختلاف رونما ہوتا تو فیصلے کے لیے نگاہیں مفتی اعظم کی طرف اٹھتیں۔ ان کے بعد یہ اعزاز صرف حضرت احسن المشائخ کے حصے میں آیا۔''

(''اہلسنت کی آواز'' خصوصی شمارہ ۱۹۹۵ء صفحہ ۶۲)

ن-نعمتوں کی تقسیم:

یہ صفت وہ تھی جو انہیں اپنے جد کریم، فخر موجودات، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں خوب خوب عطا ہوئی تھی۔ وہ نعمتوں کو تقسیم کر کے استعمال کرنے کے موقف والوں میں ایک تھے۔ اس خصوص میں روحانیت، علمیت، خلوص، دنیاوی مال و دولت سب کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ ان کی اس صفت کے اتنے زیادہ گواہ موجود ہیں کہ میں اپنے قلم کو روکتا ہوں۔ صرف ایک بات بتانا چاہوں گا جو مارہرہ سے باہر والوں کے علم میں نہ ہوگی۔

باغوں سے پھل آتے وہ تقسیم ہوتے، کھیتوں سے سبزی آتی تو وہ محلے میں بانٹی جاتی۔ کھیتوں کی زمین ٹیوب ویل کے پانی سے سیراب ہوتی تھی لیکن وہ اناج تقسیم کرتے وقت آسمانی پانی سے سیراب ہونے والی دھرتی کا حساب لگا کر اناج تقسیم فرماتے تھے۔ مرحبا اس احتیاط پر اور مرحبا اس سخاوت پر۔

م-مہمان نوازی:

وہ اپنے وقت کے بہت بڑے مہمان نواز تھے۔ جب تک مہمان کو کھانا نہ کھلوا دیتے انہیں اطمینان نہ ہوتا تھا۔ خانقاہ میں اگر بے وقت بھی کوئی مہمان آ جاتا تو چیں بہ جبیں نہ ہوتے تھے۔

مہمانوں کی خدمت کے لیے اور ان کے آرام کے خیال سے انھوں نے ایک وسیع و عریض مہمان خانہ، خانقاہ برکاتیہ میں تعمیر کرایا۔ حالانکہ وہ حصہ خانقاہ کا سب سے زیادہ آرام دہ حصہ ہے لیکن اس مہمان خانے سے ذاتی طور پر آرام اٹھانے ایک بار بھی اس میں نہیں گئے۔ سید نجیب حیدر سلمہٗ کی شادی کے موقع پر باہر کے مہمانوں سے ملنے صرف ایک بار کھڑے کھڑے گئے اور مل کر واپس آ گئے، انہیں غالباً اپنے قدیم مکان میں ہی آرام ملتا تھا۔

اپنے وصال سے دو ماہ پہلے انھوں نے خانقاہ میں دوسرا مہمان خانہ تعمیر کرانے

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

کا ارادہ کیا اور اس کی ابتدا بھی کرادی۔ بعد میں یہ مہمان خانہ حضرت امین ملت مدظلہ نے مکمل کرایا۔

انہیں یہ بات گوارا نہیں تھی کہ کوئی مہمان اگر ناوقت آئے تو انہیں اس کی اطلاع نہ دی جائے۔ جی. بی. پنت اسپتال میں دورانِ علالت بھی وہ کبھی کبھی مجھے تنبیہ کرتے تھے کہ انہیں دیکھنے اور عیادت کرنے جو لوگ آتے ہیں، انہیں آنے سے روکا نہ جائے۔ کیوں کہ وہ لوگ پیسہ اور وقت خرچ کر کے بہت دور دور سے آتے ہیں۔ یہ وصال سے دو تین روز قبل ہی کی بات ہے۔

۱-انسان نوازی:

انسان نوازی کا سلیقہ کوئی ان سے سیکھتا۔ اپنے ملازمین کی عیادت کرنے بھی بہ نفس نفیس ملازمین کے گھروں پہ جاتے اور دعا پڑھ کر اور کچھ نقد دے کر تشریف لاتے۔ یگانگت عامہ کے ذیل میں کئی باتوں کا ذکر ہو چکا ہے، اس لیے اس بات میں قلم کو یہیں پر روکتا ہوں۔

ن-نمازوں کی کثرت:

بچپن میں جب رات تین ساڑھے تین بجے میری آنکھ کھلتی تو اس کی وجہ وہ آوازِ گریہ ہوتی جو والدِ کریم کا معمول تھا۔ بزرگ بتاتے ہیں کہ وہ بالغ ہونے سے پہلے باجماعت نماز کے پابند ہو چکے تھے۔ حد تو یہ ہے کہ اسپتال میں اپنے وصال سے دو تین روز قبل تک بیٹھ کر نماز ادا فرمائی اور برادرم عزیز سنی سے فرمایا کہ بھئی گواہ رہنا، ہم نے اس وقت کی نماز پڑھ لی ہے۔ عبادت و ریاضت میں اپنے اسلاف کا نمونہ تھے۔ اوراد و وظائف میں ان ہی طریقوں کی اتباع کرتے تھے جن کی بزرگوں سے سلسلہ بسلسلہ اجازت ملی ہوئی تھی۔ قصبے میں جب بارش کی کمی ہوتی تو نمازیوں کو جنگل لے کر نمازِ استسقا پڑھتے اور دوسرے ہی روز بارش کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

ق-قادری سلسلے سے عشق:

والد کریم سلسلۂ قادریہ کے بڑے عاشق تھے۔ اٹھتے بیٹھتے یا غوث کا کلمہ ادا کرتے۔ محفلوں میں حمد و نعت کے بعد سب سے پہلے حضور غوث پاک کی منقبت ہی پڑھتے۔ وصال سے دو تین روز قبل اسپتال کے کمرے میں محفلِ غوثیہ کا اہتمام کیا جس کا ذکر پچھلے صفحات میں ہو چکا ہے۔

ایک بار ان کی نظر سے ایک پوسٹر گزرا جس میں قبلہ بڑے ابا حضرت سید العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام کے آگے صرچشتی لکھا تھا، قادری نہیں۔ زمانہ گواہ ہے کہ وہ اپنے بڑے بھائی کو عشق کی حد تک چاہتے تھے۔ لیکن پوسٹر میں ان کے نام کے آگے قادری نسبت نہ دیکھ کر انھیں جو تکلیف ہوئی، اس کا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے جو انھوں نے اس سلسلے میں بڑے ابا قبلہ کو لکھا تھا۔ وہ خط آج بھی محفوظ ہے۔ بعد میں بڑے ابا قبلہ نے خط کا کافی وشافی جواب دیا۔ سلسلۂ قادریہ سے محبت کرنے کے باوجود وہ دوسرے سلسلوں کے بارے میں متعصب نہیں تھے۔ بفضلہٖ تعالیٰ انہیں قادریہ، چشتیہ، نقش بندیہ، سہروردیہ سلسلوں میں قدیم و جدید اجازتیں حاصل تھیں۔ ان کی ذاتِ بابرکات مختلف سلسلوں کا حسین سنگم تھی جس کا ذکر شارحِ بخاری مفتی شریف الحق صاحب قدس سرہٗ نے تفصیل کے ساتھ اہل سنت کی آواز جلد دوم میں کیا ہے۔

ا-اعزہ پروری:

حضور احسن العلما قدس سرہٗ رشتوں کو نبھانے کے سلسلے میں بہت وضع دار تھے۔ وہ قطع تعلق کو بہت برا تصور کرتے تھے۔ ان کا قطع تعلق صرف دین کی بنیاد پر ہوتا تھا، ذاتی انا کی بنا پر کبھی نہیں۔

اپنے دور کے عزیزوں کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ عید کے دن نماز سے فارغ ہو کر مارہرہ مطہرہ میں جتنے اعزہ ہیں، ان سے ملنے ان کے گھروں پر تشریف لے جاتے۔ ان کے بچوں کو یہ عادت ان ہی سے وراثتاً ملی ہے۔ اپنے اعزہ کے ساتھ اکثر مالی سلوک

بھی کرتے تھے لیکن اتنی راز داری سے کہ ہم اولادوں کو بھی خبر نہ ہو پاتی تھی حتیٰ کہ وہ عزیز خود ہی نہ بتادے۔

ایک بار محترمہ بڑی اماں مرحومہ (زوجہ حضور سید العلما علیہ الرحمۃ والرضوان) نے ان سے کہا کہ اپنے کسی ملازم سے کہہ دو کہ مجھے سودا لا کر دے دیا کرے۔ اسی وقت گھر آ کر نجیب حیدر سلمہٗ جو اس وقت بچے تھے، کا ہاتھ پکڑ کر لے گئے اور کہا کہ دولھن بھابی یہ ملازم آپ کی ہر خدمت کرے گا۔ بفضلہٖ تعالیٰ سید نجیب حیدر سلمہٗ نے اپنے والدِ کریم کی اس ہدایت پر بڑی اماں مرحومہ مغفورہ کی زندگی کی آخری سانس تک عمل کیا۔ اللہ تعالےٰ انہیں دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

وہ اپنے سسرالی اعزہ سے بھی بہت محبت اور شفقت فرماتے تھے۔ ان کی اہلیہ محترمہ کے ہمشیر زادے کے معذور بچے کا جب انتقال ہوا تو بہت تفصیلی خط تعزیت کا لکھا۔ یہ خط اہل سنت کی آواز جلد دوم میں شائع ہو چکا ہے۔ وہ کوشش کر کے وقت نکال کر اپنے اعزہ کے دکھ سکھ میں شریک رہتے تھے، چاہے اس میں انہیں کتنی ہی تکلیف کیوں نہ اٹھانا پڑے۔

د- دریا دلی:

طبیعتاً بہت فیاض اور سخی تھے۔ یہ فیاضی صرف اہل خاندان تک محدود نہیں تھی۔

تیری فیاضی کا شہرہ قریہ قریہ، کو بہ کو
دینے والے نے ترے ہاتھ کو بخشا تھا فراغ

ان کا ہاتھ کشادہ اور دستر خوان وسیع تھا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ علمائے کرام ان سے ملنے خانقاہ میں حاضر ہوتے اور وہ رخصت ہوتے وقت علمائے کرم کو خانقاہ کے تبرک کے طور پر کچھ نہ کچھ ضرور پیش فرماتے۔ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے اپنے مضمون میں تفصیل کے ساتھ اس بات کا ذکر کیا ہے۔ (اہلسنت کی آواز خصوصی شمارہ ۱۹۹۵ء)

حضور احسن العلما قدس سرہٗ جب باہر سے وطن واپس آتے تو اعزہ، اقارب

اور ملازمین کے لیے کچھ نہ کچھ تحفے ضرور لاتے۔ غالباً اسی لیے ہم لوگ بچپن میں ان کی آمد کا بے صبری سے انتظار کرتے تھے۔

مدارس کے تعاون اور کتب کی اشاعت میں حصہ بٹانے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ جب بمبئی میں تشریف فرما ہوتے تو مدارس کے سفیروں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔

مجھے خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ انھوں نے اپنے بعض مریدوں کو پیسہ دے کر کاروبار کی ترغیب دی۔ بعد میں کاروبار میں اضافہ ہونے پر مرید کے اصرار کے باوجود دیا ہوا پیسہ واپس نہیں لیا۔ کہا اسے ہماری طرف سے پھر قبول کرلو۔

اکثر ایسا ہوتا کہ کوئی غریب مرید انھیں روپئے نذر کرتا۔ وہ قبول کر کے اس سے پوچھتے کہ اب میں ان روپیوں کا مالک ہوں۔ مرید کہتا بے شک۔ وہ فرماتے کہ اب تم ان روپیوں کو میری طرف سے قبول کرلو، راستے میں ناشتہ وغیرہ کرنا۔

سیکڑوں افراد کا مشاہدہ ہے کہ وہ روپیوں کو سینت سینت کر نہیں رکھتے تھے۔ میز پر، تکیے کے نیچے، فرشی نشست کے نیچے، گدے کے نیچے، صدری کی جیب میں، طاق میں، کتابوں میں، غرض یہ کہ وہ مال کو بہت سنبھال کر نہیں رکھتے تھے۔ جہاں ہاتھ ڈال دیتے تھے، روپئے نکل آتے تھے اور وہ خرچ کر دیتے تھے یا کسی کو عطا کر دیتے تھے۔ وہ حساب کے بہت پابند تھے لیکن کبھی جوڑ نہیں لگاتے تھے۔ حساب کی پابندی بھی غالباً اسی لیے کرتے تھے کہ کسی کو ان کی وجہ سے تکلیف نہ ہو۔

ر- ریا سے نفرت:

حضور احسن العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ ریاکاری سے بہت نفرت کرتے تھے۔ خود بھی اس بلا سے محفوظ تھے اور دوسروں کو بھی اس سے محفوظ رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔ وہ دوٹوک بات کہتے تھے۔ البتہ بات کہنے کا انداز اتنا دل نشین ہوتا تھا کہ سامنے والے کی دل شکنی نہیں ہوتی تھی اور وہ اچھی طرح سے حضرتِ والا کا مافی الضمیر سمجھ جاتا تھا۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ ایک بڑی خانقاہ کے سجادہ نشین کے بارے میں انہیں علم ہو گیا کہ وہ کچھ معاملات میں دوہرا کردار ادا کر رہے ہیں۔ جب ان سے ملاقات ہوئی تو فرمایا:

حضرت!

دورنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

پھر فرمایا: ''یک در گیر و محکم گیر'' (ایک کا دامن تھامو اور مضبوطی سے تھامو) یہ میرا چشم دید واقعہ ہے۔

وہ چاہتے تھے کہ سامنے والا اپنی بات واضح انداز میں کہے، چبا چبا کر نہ کہے۔ اگر کوئی غیر واضح انداز میں کوئی بات کہتا تو حضرتِ والا اس سے گزارش کرتے کہ بات کو پھر دہرائیے۔ وہ تب تک گزارش کرتے رہتے جب تک بات بالکل واضح انداز میں بیان نہ ہو جاتی۔

حضرت والا دلنشیں انداز میں بات کرتے تھے لیکن زندگی میں ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ انھوں نے کسی سے خوشامدانہ انداز میں یا چاپلوسی کے انداز میں بات کی ہو۔ وہ اس فن سے بالکل ناواقف تھے۔

حضرت احسن العلما کی چند عادات مبارکہ کا ذکر:

۱- ہتھیلی رخسار کے نیچے رکھ کر داہنی کروٹ لے کر اس طرح سوتے تھے کہ گھٹنے تھوڑے سے مڑے ہوتے تھے۔

۲- گرمی بہت مانتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے کنویں یا نل سے پانی کھینچ کر بالٹی بھر کر نہاتے اور گیلی تہبند پہنے پہنے بان کے ننگے پلنگ پر لیٹ جاتے اور اس سے پہلے پلنگ پر بھی پانی کے چھڑکاؤ کا اہتمام کرتے تھے۔

۳- ٹرین سے سفر کرنا ہوتا تو وقت سے کافی پہلے اسٹیشن پر پہنچ جاتے۔ کار سے سفر کرنا ہوتا تو صبح صادق کے وقت گھر سے نکل لیتے تھے۔

۴- کھانا کھاتے وقت سیدھی ٹانگ کی پنڈلی کو کھڑا رکھتے اور بائیں ٹانگ کی پنڈلی کو موڑ کر فرش یا پلنگ پر رکھتے تھے۔

۵- سفر پر جاتے وقت اپنی ہمشیرہ صاحبہ جو گھر میں مستقل رہنے والے افراد میں سب سے بزرگ تھیں، کے پاس آ کر بتاتے کہ میں فلاں جگہ جا رہا ہوں اور انشاءاللہ فلاں تاریخ کو واپسی ہوگی۔

۶- سفر پر جانے سے پہلے آیات قرآنی پڑھ کر دستک دیتے اور درگاہ شریف پر فاتحہ پڑھ کر سفر کی ابتدا کرتے۔ واپسی میں بھی درگاہ برکاتیہ پر سواری روک کر اتر کر فاتحہ پڑھ کر گھر میں داخل ہوتے اور اپنی ہمشیرہ صاحبہ کے پاس جا کر سلام کرتے۔

۷- وعظ کی محفل میں خطبۂ مسنونہ کے بعد آیات قرآنی پڑھ کر درود شریف پڑھ کر اور پڑھوا کر آیات قرآنی کا ترجمہ کرتے، پھر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی کسی نعت کے چند اشعار پڑھ کر مضمون بیان فرماتے۔ دوران تقریر سامعین سے بھی سوال کرتے جاتے۔

۸- اپنے ملازمین پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ ملازم عمر میں بڑا ہوتا تو ''آپ'' سے مخاطب فرماتے تھے۔ معینہ تنخواہ کے علاوہ وقتاً فوقتاً ملازمین کو نوازتے تھے۔ عید، بقرعید میں ان کے لباس بھی تیار کراتے تھے۔ ملازمین سے حسبِ موقع فرحت آمیز گفتگو بھی کرتے جس سے ملازمین کے چہرے فرطِ خوشی سے کھل جاتے تھے۔

۹- صحت نے جب تک ساتھ دیا، باغ کی سیر کو جاتے تھے۔

۱۰- کلی کرتے وقت دونوں ہتھیلیوں کا گھیرا بنا کر منہ کی آڑ اس طرح کر لیتے کہ کلی کا پانی گرتے وقت نظر نہ آئے اور پانی کی چھینٹ بھی اِدھر اُدھر نہ گرے۔

۱۱- ۲۹ر تاریخ کو چاند دیکھنے کا اہتمام ضرور کرتے، چاہے مطلع ابر آلود ہی کیوں نہ ہو۔

۱۲- عید کا پہلا چاند دیکھ کر اپنے بزرگوں کے پاس جا کر سلام کرتے۔

۱۳- اپنی اہلیہ صاحبہ سے ہمیشہ بہت نرم، شیریں اور شگفتہ لہجے میں گفتگو کرتے۔ کسی

نے آج تک ان کو اپنی اہلیہ سے تیز لہجے میں بات کرتے نہیں سنا۔

۱۴- کھانے میں مونگ کی دال، پرول کی ترکاری اور بکری کا گوشت مرغوب تھا۔ گوشت میں سبزی پسند فرماتے تھے۔ مکّا کے کے موسم میں بھٹوں پر لیموں لگا کر نمک کے ساتھ کھانا بھی ان کی پسندیدہ غذا تھی۔ امرود کا کچالو بھی پسند تھا۔ بیسن کی روٹی بھی شوق سے کھاتے تھے۔

۱۵- مرمت، تعمیر یا قلعی کا کام ہمیشہ مسجد برکاتی سے شروع کراتے۔

۱۶- چھوٹے چھوٹے گود کے بچوں کو خوب مسوس مسوس کر پیار کرتے تھے۔

۱۷- کبوتروں کو اپنے ہاتھ سے دانہ ڈالتے تھے اور ان کے برتن میں پانی بھرتے تھے۔

۱۸- کھیت سے اناج آتے ہی عشر نکال کر مستحقین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ شریعتِ مطہرہ نے جتنا بتایا ہے، اس سے زیادہ اناج صدقہ کرتے تھے۔

۱۹- کوئی اُن سے قرض لیتا اور وقت پر ادا نہیں کر پاتا تو اس کو خوب سے خوب مہلت دیتے۔ اگر اس کے حالات خراب ہوتے تو پھر تقاضہ ہی نہیں کرتے تھے، معاف فرما دیتے تھے۔

۲۰- اپنے مریدوں کو کاروبار پر اکساتے اور اس سلسلے میں مالی تعاون بھی کرتے۔

۲۱- بجلی کی کڑک اور بادل کی گرج سے وحشت کا اظہار کرتے اور بلند آواز میں قرآنی آیات وِرد کرتے۔ طوفان کے موقع پر قبلہ رو کھڑے ہو کر اذان دیتے تھے۔

۲۲- عید بقرعید کے موقع پر بچوں اور ملازمین کو عیدی تقسیم کرتے تھے۔ اپنے مریدوں کو بھی عیدی دیتے تھے۔

۲۳- نماز اول اوقات میں ادا فرماتے تھے۔ مرض وصال میں اسپتال کے اندر نمازوں کی ادائیگی بفضلہٖ تعالیٰ جاری رہی۔

۲۴- ۱۹۶۸ء تک پان بہت شوق سے کھاتے تھے۔ پان میں اصغر علی لکھنؤ والی عمدہ تمبا کو استعمال کرتے تھے۔ اپنے برادرِ محترم حضور سید العلما قدس سرہٗ کے کہنے پر ایک ہی دن میں نہ صرف یہ کہ تمبا کو چھوڑ دی بلکہ پان بھی چھوڑ دیا۔ اس

طرح کی مستقل مزاجی کی مثالیں شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتی ہیں۔

۲۵- دوپہر میں کھانے کے بعد تھوڑی دیر کے لیے قیلولہ پسند فرماتے تھے۔

۲۶- بیشتر اوقات ٹوپی اوڑھے رہتے تھے۔ کبھی کبھی تو سوتے وقت بھی ٹوپی سر پر ہی ہوتی تھی۔

۲۷- لباس کے معاملے میں جوانی میں بڑے عرض کا پاجامہ اور موسم کے اعتبار سے شیروانی پسند تھی۔ آخر کے ۲۵/برسوں میں شیروانی چھوڑ دی تھی، اس کی جگہ صدری استعمال فرماتے تھے۔ آخر کے پچیس برسوں میں پاجامہ بھی کم استعمال فرماتے، تہبند ہی زیادہ پسند فرماتے تھے۔

سیاہ رنگ کا جوتا پسند نہیں کرتے تھے۔ میں نے ان کو کبھی سیاہ جوتا یا چپل پہنے نہیں دیکھا۔

۲۸- دوا کھاتے وقت اللہ شافی واللہ کافی کا وِرد فرماتے۔

۲۹- بزرگوں کا خصوصاً حضور تاج العلما علیہ الرحمۃ کا ذکر کرتے وقت اکثر گلوگیر اور آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ بزرگوں میں سب سے زیادہ حضور تاج العلما علیہ الرحمۃ کو ہی چاہتے تھے۔ مرض وصال میں امینِ ملت نے سوال کیا کہ آپ کو سب سے زیادہ کون یاد آتا ہے تو جواب دیا کہ بَبّا (حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ کو افرادِ خانہ بَبّا کے نام سے یاد کرتے ہیں)

۳۰- باغ کی فصل اُٹھنے کے بعد اگر کسی وجہ سے بیوپاری پورا پیسہ ادا نہ کر پاتا اور پیسہ چھوڑنے پر اصرار کرتا تو بے دریغ معاف فرما دیتے تھے۔

۳۱- فجر کے وقت سے ڈیڑھ دو گھنٹے پہلے بیدار ہو کر عبادت کا اہتمام فرماتے اور ذکر و اذکار میں محنت کرتے اور گریہ کرتے تھے جس کی وجہ سے بچپن میں ہم بچے ڈر جاتے تھے۔

۳۲- رمضان شریف میں ہلکا افطار کرتے اور تراویح پڑھانے کے بعد ہی کھانا کھاتے تھے۔

۳۳- مسجد برکاتی میں تراویح ختم کرنے کے بعد رمضان شریف کی آخری تاریخوں میں قصبے کی کئی مسجدوں میں پنج سورے کے ساتھ تراویح کی جماعت کی امامت فرماتے۔

۳۴- اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت بھی کھنکھار کر اطلاع دیتے کہ میں اندر آ رہا ہوں۔

۳۵- اپنے سسرالی اعزہ سے بہت شگفتگی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ میرے خالہ زاد بھائی پروفیسر اختر ظہیر رضوی (گاما بھائی) کی شوخیوں کو بہت پسند کرتے تھے۔ اپنے برادر نسبتی سید محمد آفاق نقوی مرحوم و مغفور سے بھی بہت شگفتگی و شیفتگی کے ساتھ گفتگو فرماتے تھے۔ اپنے ساڑھو بھائیوں سے بھی بہت لطف کے ساتھ وقت گزارتے تھے۔ حضور احسن العلما کے تمام ساڑھو بھائی انہیں شاہ صاحب کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔

۳۶- جب تک صحت نے ساتھ دیا پیدل چلنا بہت پسندیدہ فعل رہا۔ الحاج عتیق احمد برکاتی کان پوری بیان کرتے ہیں، ''میاں چمن گنج سے جامعہ تک پیدل جاتے اور اس رفتار سے جاتے کہ ہم بچوں کو دوڑ دوڑ کر ساتھ نبھانا پڑتا۔''

۳۷- گھر کے دروازوں کو رات کے وقت جب بند کرنا مقصود ہوتا تو فرماتے جاؤ دروازے مامور کر دو۔ جب کھانا کھا چکتے تو فرماتے کھانا بڑھا لو۔ یہ نہیں فرماتے کھانا اٹھا لو، کیوں کہ کھانا اٹھا لو کا جملہ رزق اٹھنے کے محاورے کے لحاظ سے برے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح لالٹین یا چراغ بجھانے کے لیے حکم دیتے تو فرماتے چراغ بڑھا دو۔ یہ وہ معمولات تھے جن میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں دیکھی گئی۔ یہ ان کا وہ حسن ادب تھا جو اپنے بزرگوں کی پاکیزہ صحبت میں میسر آیا تھا۔

۳۸- نماز میں گلے تک کرتے کے بٹن بند رکھتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتے تھے۔ آستین چڑھا کر نماز پڑھنے کو منع فرماتے تھے۔ اسی طرح پتلون کے پائینچے چڑھا کر نماز پڑھنے کو بھی منع فرماتے تھے۔ عمامہ پہنتے تو سخت

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

اہتمام کرتے کہ ٹوپی نظر نہ آئے۔

۳۹- مزدوروں کو دن میں ایک بار سے زیادہ چائے پلواتے۔ اگر گرمی کا موسم ہوتا تو لسی پلواتے۔ یہ وطیرہ ہمیشہ جاری رہا، مرض وصال میں بھی۔

۴۰- اکثر اپنے چھوٹوں کی محفل میں بزرگوں کے واقعات بہت دلچسپی کے ساتھ سناتے۔ حکایتوں میں واقعات کی ترتیب ہمیشہ یکساں رہتی۔ یہ واقعات ان کی زبان سے اتنے تواتر کے ساتھ سنے ہیں کہ بہت سی خاندانی روایتیں ان کے بچوں کو ازبر ہوگئی ہیں۔ شاید یہی ان کا بھی مقصد رہا ہو کہ علم سینہ کی روایت خاندان میں ختم نہ ہو۔

۴۱- چھپکلی سے بالکل نہیں ڈرتے تھے۔ کوئی نشان دہی کرتا کہ آپ کے پلنگ پر چھپکلی ہے تو اسے بہت آہستگی سے ہٹا دیتے تھے، وحشت کا اظہار نہیں کرتے تھے۔

۴۲- شعرا میں حضرتِ حسان، جامی، سعدی، مولانا روم، خسرو، میر، غالب، داغ اور سب سے زیادہ اعلیٰ حضرت کے اشعار پڑھتے۔ اشعار پڑھتے وقت ایک عجیب جذبے کی سی کیفیت طاری ہو جاتی۔ یہی حال تب ہوتا جب وہ حضور صاحب البرکات کے اشعار پڑھتے تھے خصوصاً ان کے ترجیع بند کے اشعار۔

۴۳- صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اولیائے کرام میں حضور غوث پاک، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضور صاحب البرکات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر سب سے زیادہ فرماتے۔

۴۴- سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیغمبروں میں سب سے زیادہ ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرماتے۔

۴۵- مجھے یاد نہیں کہ میں نے انھیں کبھی مزارات کا بوسہ لیتے دیکھا ہو۔

۴۶- خود کو حالاتِ حاضرہ سے باخبر رکھنے کے لیے پابندی سے ریڈیو پر خبریں سنتے تھے۔ شبِ جمعہ میں پاکستان ریڈیو سے میلاد بھی بہت شوق کے ساتھ سنتے تھے۔

۴۷- مہمانوں کی ضیافت بہت شوق سے فرماتے تھے۔ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ گھر

پر آنے والا کھانا کھا کر جائے یا کم از کم ناشتہ ہی کر لے۔ وہ بھی نہیں تو چائے تو ضرور پی کر جائے۔

۴۸- دستاویزات اور خاندانی کتابوں کے نادر نسخوں کے بارے میں اکثر ہم بچوں کو تشریحی وضاحت کے ساتھ بتاتے تھے کہ فلاں چیز فلاں فلاں الماری میں ہے۔ اکثر یہ جملہ بھی کہتے۔ یاد رکھو میرے بعد یہ بات بتانے والا کوئی نہیں ہے۔

۴۹- رات کو عشا کے ایک گھنٹے بعد سونے کے لیے لیٹ جاتے تھے کہ فجر سے ڈیڑھ دو گھنٹے پہلے بیدار ہونے کی عادت تھی۔

۵۰- کسی بھی امتیاز کے حصول پر دعاؤں کے علاوہ مادّی انعامات سے ضرور نوازتے تھے۔ عم محترم حضرت حسین میاں صاحب مدظلہ نے جب داڑھی رکھی تو اس خوشی میں پانچ سو روپئے کا انعام عطا ہوا۔

۵۱- تعویذ دینے اور نمک شکر پانی دم کرنے میں بہت فیاض تھے۔ قرب و جوار، دور و نزدیک کے مرد اور عورتوں کا خانقاہ میں تانتا لگا رہتا۔ اللہ کے کلام کی برکت سے سبھی کی مرادیں بھی خوب پوری ہوتی تھیں۔ کوئی ناسمجھ تعویذ لے کر اگر ان کی طرف رقم بڑھاتا تو ہنس کر اس سے کہتے کہ اس کی مٹھائی لے کر اپنے گھر لے جانا۔

۵۲- بزرگوں کے یوم وصال کے روز درگاہ معلّٰی میں جا کر ایصالِ ثواب ضرور کرتے اور اکثر یہ محفل کی شکل میں ہوتا تھا۔

۵۳- اپنے مریدوں (جن کو وہ ''احباب'' کے نام سے یاد کرتے تھے) سے ان کے اہل خاندان کی خیریت ضرور دریافت فرماتے تھے اور روزگار، تعلیم اور دیگر معاملات کے سلسلے میں انھیں مفید مشورے بھی دیتے تھے۔

۵۴- کار میں ڈرائیور کے برابر والی نشست پر بیٹھتے اور تحدید لگا دیتے کہ ۵۵-۶۰ کلومیٹر فی گھنٹہ سے زیادہ رفتار پر گاڑی نہ چلائی جائے۔

۵۵- جہالت سے نفور رہتے تھے اور علم و اہل علم کی بہت توقیر فرماتے تھے۔ علم دینی

کے علاوہ علم دنیا کے بھی قدر دان تھے۔

۵۶- غریبوں سے محبت فرماتے تھے لیکن غربت مرغوب نہیں تھی۔ فرماتے تھے کہ مفلسی ہو تو اس زمانے میں انسان عبادت بھی ڈھنگ سے نہیں کرسکتا۔ وہ رہبانیت بھی ناپسند فرماتے تھے۔ ارشاد فرماتے تھے کہ اسلام کا سبق متوازن زندگی گزارتا ہے۔

۵۷- ہمیشہ مخاطب کے علم وفہم اور زبان دانی کی صلاحیت کے مطابق گفتگو فرماتے۔ وعظ میں اگر کوئی مشکل اصطلاح آ جاتی تو اس کے آسان مترادفات کے ڈھیر لگا دیتے۔ مخاطب کا چہرہ دیکھ کر اندازہ کرتے کہ بات اس کی سمجھ میں آئی کہ نہیں۔ جب مطمئن ہو جاتے تب مضمون آگے بڑھاتے۔

۵۸- صبر پر حد درجہ عامل تھے۔ ہزاروں افراد اس کے گواہ ہیں کہ انھوں نے صبر کا دامن کبھی نہیں چھوڑا۔ اپنی بڑی بیٹی کو شب میں دفن کیا اور صبح بقرعید کی نماز پڑھا کر خطبہ پڑھ کر ایک نظر تازہ قبر پر ڈالی اور تمام افراد کو بقرعید کی مبارک باد پیش کی۔

۵۹- از خود اپنی جسمانی تکلیفوں کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ کوئی تیماردار عیادت کرنے والا یا ڈاکٹر پوچھتا تب البتہ تفصیل سے بتاتے لیکن وہ بھی اس حد تک نہیں کہ پوچھنے والا پچھتانے لگے۔

۶۰- روپئے پیسے بہت بے ترتیبی سے رکھتے تھے۔ تکیے کے نیچے، گدے کے نیچے، چادر کے نیچے، ڈائری میں، رومال میں سرہانے، پائینتی غرض ہر جگہ کچھ نہ کچھ نقدی رکھی رہتی تھی۔ سب کو سمیٹ کر یکجا کرنے کی کوشش کرتے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ بحرالعلوم مفتی عبدالمنان صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ حضور احسن العلماء روپئے کو اپنے پیروں کے نیچے رکھتے تھے۔ بحرالعلوم سچ فرماتے ہیں۔ یہی ہم اولادوں کا بھی مشاہدہ رہا۔

۶۱- مسجد کھڑک بمبئی کے حجرے کو بہت پسند کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اس میں میرے بھائی صاحب علیہ الرحمۃ کی روح کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

۶۲- سفر سے واپس ہوتے تو سب کے لیے کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور لاتے۔ میرے لیے اکثر بنیاین اور رومال لے کر آتے تھے۔ ہمشیرہ صاحبہ اور اہلیہ صاحبہ کے لیے کپڑے لے کر آتے تھے۔ ملازمین کو بھی حسب فرمائش چیزیں لا کر دیتے تھے۔ بچپن میں ان سے اگر کوئی فرمائش کی تو فوراً قبول فرمائی۔ بمبئی سے مارہرہ شریف آنے میں دیر تھی۔ بڑے ابا علیہ الرحمۃ پہلے آنے والے تھے۔ انہیں کے ذریعہ بھیج دی تا کہ میرا انتظار لمبا نہ کھینچے۔ یہ فرمائش ایر رایفل سے متعلق تھی۔

۶۳- قفل لگا کر اسے اچھی طرح کھینچ کر دیکھتے تھے کہ صحیح لگ گیا۔

۶۴- بازاروں میں گھومنا پسند نہیں تھا۔ بچوں کو نصیحت کرتے کہ بازار میں گھومنے پھرنے سے بہتر ہے کہ فیلڈ میں جا کر کھیلو اور کھیتوں باغوں کی سیر کرو۔

۶۵- معذوروں کی مدد کرنے میں بہت حریص تھے۔ کئی معذور افراد ان سے اپنا مقررہ اپنے اپنے معینہ وقت پر وصول کرتے تھے۔

۶۶- چبا چبا کر بات کرنے کو بہت ناپسند کرتے تھے۔ فرماتے تھے جو بھی کہنا ہے، کھل کر کہو، واضح انداز میں کہو۔ وہ خود بھی بہت واضح انداز میں گفتگو فرماتے تھے۔

۶۷- روز نامچہ پابندی سے لکھا کرتے تھے۔ جب مصروفیات بہت بڑھ گئیں تو رجسٹروں کے بجائے چھوٹی چھوٹی ڈائریوں پر یادداشت لکھنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ اعراس میں علمائے کرام خصوصاً بڑے ابا حضرت سید العلما علیہ الرحمۃ کے وعظ کے نوٹس ضرور تیار کرتے تھے۔

۶۸- عرس قاسمی کی تیاری بہت جوش وخروش کے ساتھ کرتے تھے۔ دراصل ''عرسِ قاسمی'' کے لیے حضور تاج العلماء کی نصیحت و وصیت بھی یہی تھی کہ اس عرس کو اعلیٰ پیمانے پر منعقد کیا جائے۔ یہ عرسِ قاسمی جن خاندانی روایات اور شرعی حدود کی پابندیوں کے ساتھ ہوتا ہے، اس کا تقاضہ بھی یہی تھا کہ اس کے بارے میں ایسی ہی وصیت کی جائے اور اسے ایسے ہی اعلیٰ پیمانے پر منعقد کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ جانشین کو توفیق و طاقت، صحت و زندگی عطا فرمائے۔

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

آمین۔ بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

۶۹- عرس قاسمی برکاتی کے ایام میں ہم لوگوں نے انہیں صرف آخری دن زیارت آثار متبرکہ کے بعد کھانا کھاتے دیکھا۔ وہ بھی ایک مٹی کے پیالے میں چند بوٹیاں اور تندور کی دو روٹیاں۔

۷۰- وہ مقدمات کو شخصی تعلقات کے درمیان حائل نہیں ہونے دیتے تھے اور مدعی، مدعا علیہ سے ہمیشہ خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے تھے۔

کیفیتِ وصال:

دیکھتے ہی دیکھتے دنیا سے اُٹھ جاؤں گا میں
دیکھتی کی دیکھتی رہ جائے گی دنیا مجھے

کچھ شخصیتیں ایسی ہوتیں ہیں جو اپنی زندگی میں ہی افسانوی شہرت ومقبولیت اختیار کر لیتی ہیں۔ اس وقت میں ان کی زندگی کے بارے میں کچھ لکھنا چاہوں بھی تو ممکن نہیں۔ نہ ذہن کو اتنا یارا، نہ ہاتھوں میں اتنی طاقت۔ ان کی یادوں کے جگنو ہمہ وقت جگ مگ جگ مگ کرتے رہتے ہیں۔ ایک بات کا دھیان کروں تو دوسری یاد آنے لگتی ہے۔ دوسری یاد کروں تو اگلی۔ ان کے آخری ایام خصوصاً زمانہ قیام دہلی حافظے میں منجمد ہو گیا ہے۔ ایک ایک منظر اپنی تفصیلی جزئیات کے ساتھ ذہن میں محفوظ ہے۔ میں اس وقت جان بوجھ کر صرف ان واقعات کا مختصراً ذکر کروں گا جن کا تعلق وصال کے اشاروں سے ہے تاکہ ان کے بے شمار چاہنے والوں کو علم ہو سکے کہ نیک طینت اور پاک باطن انسان اپنے رب سے ملنے کی تیاری کس عزیمت وہمت کے ساتھ کرتے ہیں۔

اس جہانِ خاک سے رخصت ہوئے ابھی چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ میں نے ان کے داہنے پہلو کے پاس کھڑے ہو کر اذان پڑھی، پنج آیت شریف تلاوت کی اور شجرہ برکاتیہ پڑھ کر فاتحہ پڑھا۔ ڈاکٹر نے نم آنکھوں سے مجھے دیکھا اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرے میں لے گیا اور کہا کہ آپ کے والد صاحب آخری سمے میں اللہ کے

نام کا پاٹھ کررہے تھے اور اتنے سکون کے ساتھ کررہے تھے کہ میں سمجھ گیا کہ یہ فیصلہ کرکے جارہے ہیں، اب واپس نہیں ہوں گے۔ ورنہ دل کے مریض کو ہم تھوڑی دیر کے اندر طاقت ور انجکشن اور مشینوں کی مدد سے دوبارہ زندہ کرلیتے ہیں مگر جو فیصلہ کرکے جائے اسے واپس لانا ناممکن ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ڈاکٹر صاحب فیصلہ تو اللہ رب العزت ہی کرتا ہے، البتہ اس کے نیک بندوں کو اپنے آخری وقت کا علم ہوجاتا ہے۔ میں واپس اسی کمرے میں آ گیا۔ میرے سامنے وہ شکیل وجمیل باوقار ہستی محوِ خواب تھی اور ایک پرسکون تبسم ان کے ہونٹوں پر ثبت تھا۔ میں نے سوچا کہ آج جو اتنے سکون و اطمینان کے ساتھ رخصت ہوئے ہیں، انھوں نے اپنے آخری وقت کے بارے میں بارہا بہت بلیغ اشارے کئے تھے مگر ہم کم ہمت لوگ ان اشاروں کا سامنا نہیں کرنا چاہتے تھے، اس لیے نظرانداز کرتے رہے۔

۸؍اگست کو وہ علی گڑھ سے دلی امبولنس میں لیٹ کر آئے۔ مشہور ماہر امراض قلب ڈاکٹر خلیل اللہ کے مکان کے سامنے امبولنس سے اتارتے وقت ڈاکٹر نہال (فیملی ڈاکٹر) نے کہا کہ آپ کو سڑک کی خرابی کی وجہ سے سفر میں بہت تکلیف ہوئی ہوگی۔ انھوں نے فرمایا واپسی میں نہیں ہوگی۔

دہلی کے قیام کے دوران ہی اپنے خادم خاص ملاجی رفیق خاں سے کہا کہ اب زندہ رہنے کی کوئی تمنا نہیں ہے۔ بس دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاس بخیر وخوبی بلالے۔

اسپتال کے کمرے میں رات کی ڈیوٹی برادر محترم سید شاہ محمد امین میاں، افضل سلمہ اور ملاجی اور اکبر کی ہوتی تھی۔ ایک شب امین بھائی کی آنکھ لگ گئی۔ تھوڑی دیر بعد آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہ دوزانو بیٹھے ہیں۔ فرمایا ''امین تم نے سلام نہیں کیا، حضرت صاحب تشریف لائے تھے۔'' (اہل خاندان حضرت صاحب سے مراد خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول رحمۃ اللہ علیہ سے لیتے ہیں)۔ امین بھائی نے کہا میں زیارت نہیں کرسکا ورنہ ضرور سلام عرض کرتا۔

پیر کا دن گزار کر عشاء کے وقت وصال فرمایا۔ اتوار کے دن جب میں ان کے

کمرے میں گیا تو آنکھ کے اشارے سے پاس بلایا اور کہا جب تم کمرے میں نہیں ہوتے تو میں آنکھوں ہی آنکھوں میں تمہیں تلاش کرتا رہتا ہوں۔

سنیچر کے دن امین بھائی نے پوچھا: آپ کو عزیزوں میں سب سے زیادہ کون یاد آتا ہے؟ آب دیدہ ہوکر فرمایا ''ببا''۔ اہل خاندان مرشدی حضور تاج العلماء سید محمد میاں صاحب قدس سرہٗ العزیز کو ''ببا'' کہتے ہیں۔ اسی دن بڑے ابا حضور سید العلما علیہ الرحمۃ کو بھی تادیر یاد کیا۔ ایک دن برادر مکرم سید جمال الدین اسلم کی موجودگی میں ہم لوگوں سے کہا ''بیٹا اب ہم اپنے پیا کے گھر جائیں گے''۔ میں اس جملے سے دہل گیا۔ میں نے اس کا اظہار بھی کیا اور کہا کہ آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں جب کہ آپ کی طبیعت بھی اب بفضلہٖ تعالیٰ اچھی ہوتی ہے۔ فرمایا ''بیٹا ہم تو چلے پیا کے گھر۔'' پھر تشفی کے انداز میں بولے ''بیٹا موت تو برحق ہے۔''

غالباً اسی دن اسلم بھائی سے کہا: ''تم سب بھائی اتحاد کے ساتھ رہنا۔ اسی دن مجھ سے فرمایا کہ جب ہمیں پرسوں یہاں سے لے چلنا تو ہمارے مرشد یعنی ہمارے نانا کے گھر صدر دالان میں لے چلنا۔ ان کے انتقال کے بعد میت اسی جگہ لائی گئی اور اسی دن لائی گئی جس کے بارے میں وہ اشارہ کر چکے تھے۔ اتوار کے روز بھاپ کی سنکائی کی۔ میں نے پوچھا کچھ افاقہ ہوا فرمایا۔ دیکھو اور یہ کہہ کہ قرات کے ساتھ سورۃ اخلاص تلاوت فرمائی۔ جب تین مرتبہ پڑھ چکے تو ان کی تکان کے پیش نظر میں نے عرض کیا: آپ فرمایا کرتے تھے کہ تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنے کا ثواب قرآن عظیم پڑھنے کے برابر ہوتا ہے۔ فرمایا ہاں! اور یہ کہہ کر پھر تین مرتبہ سورہ اخلاص شریف کی۔ تلاوت کی بعد میں سورہ فاتحہ کی تلاوت کی اور پانچ بار آمین کہا پھر سورۃ الم پڑھی اور اس کے بعد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا مشہور قصیدہ نوریہ لحن میں پڑھنا شروع کیا ؎

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہوگئی تیری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

اسی وقت ڈاکٹر نے آ کر کہا: آج تو آپ بہت خوش مزاج نظر آ رہے ہیں۔ فرمایا ڈاکٹر صاحب ہم بدمزاج کب تھے؟ پھر آپ کو دیکھ کر اور بھی خوش مزاج ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر ہنسنے لگا۔ اس نے کہا: ہم لوگ چاہتے ہیں کہ آپ جو کچھ بھی پڑھیں، دھیمے دھیمے پڑھیں کیوں کہ زور سے پڑھنے میں انرجی کا بہت استعمال ہوتا ہے۔ فرمایا: ٹھیک ہے! ہم اب دھیرے دھیرے پڑھا کریں گے۔

اسی دن والدہ محترمہ کو پاس بلا کر فرمایا: تم کچھ مغموم نظر آ رہی ہو۔ ہمارا تمہارا ۴۷ برس کا ساتھ ہے۔ کبھی کوئی بات بری لگی ہو تو معاف کر دینا۔ والدہ نے فرمایا: ''ہمیں تمہاری اور تمہیں ہماری کوئی بات کبھی بری نہیں لگی ورنہ اتنا لمبا ساتھ کیسے ہو پاتا''۔ یہ سن کر وہ اپنے مخصوص انداز میں مسکرائے۔

اتوار کی شام کو میرے سُسر صاحب پروفیسر سید علی اشرف صاحب اور برادر نسبتی ڈاکٹر سید شاہد اشرف عیادت کو آئے۔ ان سے کلمہ طیبہ کی فلسفیانہ ماہیت کے بارے میں دیر تک گفتگو رہی۔ پھر وہ دیر تک ان کی بیٹی یعنی اپنی بہو کی تعریفیں کرتے رہے کہ اس نے بمبئی کے قیام کے دوران بہت پابندی کے ساتھ میرے کھانے، پینے اور آرام کا خیال رکھا۔ جب وہ رخصت ہونے لگے تو مجھ سے فرمایا: بیٹا! تیمّم کا ڈھیلہ لاؤ۔ وضو کے لیے اس وقت حکم رخصت پر عمل کرنا ہے، عصر کا وقت آ چکا ہے۔ میں نے عرض کیا: اس وقت خود نماز کے واسطے بھی آپ کے لیے حکم رخصت ہے۔ آپ اچھے ہو کر پڑھ لیجئے گا۔

رات ہوئی تو فرمایا کہ مجھے کروٹ سے لٹا دو۔ میں نے کروٹ دلائی تو بہت خوش ہوئے اور مجھ سے فرمایا اب تم اپنی قیام گاہ واپس جاؤ، میں بھی سونا چاہتا ہوں۔ میں نے خدا حافظ کہا۔ فی الفور جواب نہیں ملا۔ جب میں دروازے کے پاس پہنچ گیا تو انھوں نے بآواز بلند کہا۔ ''خدا حافظ و ناصر۔'' اس آخری رات وہ بہت اطمینان سے سوئے۔ غالباً ۴ گھنٹے محو خواب رہے۔

جب میں ساڑھ نو بجے صبح بروز پیر اسپتال کے کمرے میں آیا تو مجھے محسوس ہوا

کہ سانس پر ہلکا سا زور ہے۔ وہ آہستہ آہستہ کچھ پڑھ رہے تھے۔ میں نے کان لگا کر سنا تو علم ہوا کہ وہ اپنا روزمرہ کا وظیفہ پڑھ رہے ہیں جو ہمیشہ رات کو ڈھائی تین بجے اٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ کیوں کہ اس دن کے بعد شب میں ان کو دنیا میں قیام نہیں کرنا تھا۔ اس لیے معمول توڑ کر وہ دن میں وظیفہ کی تلاوت کر رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ کل تو آپ نے وظیفہ مختصر کرلیا تھا، آج مکمل کیوں پڑھ رہے ہیں؟ طبیعت پر زور پڑے گا۔ میری اس بات کا جواب نہیں دیا بلکہ رفتار کچھ اور تیز کردی۔ کمرے میں ملا جی رفیق، اکبر قادری اور والدہ محترمہ موجود تھے۔

جب وظیفہ اور تلاوت مکمل کر چکے تو چہرے پر اطمینان کا چاند چمکنے لگا۔ مجھ سے فرمایا اب تم سناؤ۔ میں نے کہا کیا سناؤں؟ تب بہت فیصلہ کن لہجے میں بآواز بلند فرمایا ''قرآن سناؤ۔'' میں نے آیۃ الکرسی سے ابتدا کی۔ سن کر فرمایا ''اور پڑھو'' تب میں نے سورۃ قدر کی تلاوت کی سن کر فرمایا اور پڑھو۔ میں نے ایک اور سورت پڑھی۔ وہ مسلسل فرماتے رہے اور پڑھو۔ یہاں تک کہ میں نے چاروں قل پڑھ لئے۔ پھر فرمایا اور پڑھو۔ ب میں نے ان کی خوشی بڑھانے کے لیے سورۂ فاتحہ قرات کے ساتھ پڑھی۔ ایاك نستعین پر میں نے کچھ وقفہ کیا۔ وہ آنکھیں بند کئے بہت دھیان سے سن رہے تھے، شاید خیال فرمایا کہ میں بھول گیا ہوں فوراً ٹوکا اھدنا الصراط المستقیم۔ جب میں نے سورۂ فاتحہ ختم کی تو بآواز بلند ''آمین'' کہا اور فرمایا کہ جو کچھ پڑھا ہے مجھ پر پھونک دو۔ میں نے تعمیل کی اور دیکھا کہ چہرے پر سکون کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔

فوراً ہی بعد مجھ سے کہا۔ چہرے پر ٹھنڈا پانی لگاؤ۔ میں نے پوچھا: کیا پیاس لگ رہی ہے؟ فرمایا نہیں۔ میں نے پوچھا گرمی لگ رہی ہے؟ فرمایا نہیں۔ تب میرا اندر کا قلب دھڑکا۔ معاً ایک لمحے کے دسویں حصے میں یہ خیال بجلی کی طرح کوندا کہ یہ وقتِ وصال کی سنت ہے۔ مجھ سے چہرے پر ٹھنڈا پانی کئی بار لگوایا۔ گردن پر بھی لگوایا۔ ملا جی رفیق نے مجھ سے اشارتاً منع بھی کیا مگر میں نہیں مانا۔ کیوں کہ اس عمل سے ان کو خوشگواری کا احساس ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد تولیہ کی طرف اشارہ کر کے کہا: اب خشک کردو۔ میں نے تعمیل کی۔

اب عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت تھا۔ میں نے چند دوائیں پیس کر شہد

میں ملا کر دیں۔ دواؤں کے نام سے بیزار تھے مگر شہد کی وجہ سے خوشی خوشی قبول کیں۔

اسی وقت ماہر امراض سینہ ڈاکٹر ہیرا نے آ کر معائنہ کیا اور بتایا کہ پھیپھڑوں میں بذاتِ خود کوئی مرض نہیں ہے، سانس پر جو بار ہے وہ قلب کی وجہ سے ہے۔ اس نے کچھ دوائیں کم کرنے کی ہدایت کی اور اطمینان دلا کر چلا گیا۔

اسی وقت ڈیوٹی ڈاکٹر نے آ کر بتایا کہ خون کے سارے ٹیسٹ ہو گئے ہیں اور تمام رپورٹیں نارمل آئی ہیں۔ ہم لوگوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔

انتقال والے روز یعنی اس دوشنبہ کو ایک عجیب بات محسوس کی کہ وہ عموماً کھانے پینے سے پہلے ٹوپی ضرور پہن لیتے تھے لیکن اس دن یہ اہتمام تھا کہ صبح سے لے کر وقت آخر تک ٹوپی نہیں اتاری اور ہر چیز قرآنی آیات پڑھ پڑھ کر دم کر کر کے استعمال کی، چاہے وہ دوا ہو یا غذا۔ حتیٰ کہ حلق سینکنے کے لیے جو بھاپ استعمال کر رہے تھے، اس پر بھی پڑھ پڑھ کر پھونکتے جا رہے تھے۔ وصال کے دن جو بھی شے ان کے بدن میں گئی، چاہے غذا ہو یا دوا، چاہے ٹھوس ہو یا رقیق حتیٰ کہ بھاپ بھی، سب کی سب اللہ رب العزت کے پاک نام کے ساتھ گئیں۔ پیشاب کی خلش محسوس ہوئی تو میں دو ڈاکٹروں کو لے کر آیا۔ جب فارغ ہو لئے تو میں نے کہا آپ کو بول سے فراغت ہو گئی ہے۔ یہ سن کر اکبر قادری کی طرف دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرنے والے انداز میں سر کو جنبش دی۔ میں نے اور ڈاکٹروں نے ایک ساتھ مانیٹر کو دیکھا۔ وہ بلڈ پریشر بہت نیچے بتا رہا تھا۔ ڈاکٹر نے نرس کو آواز دے کر ایک انجکشن منگایا۔ وہ پاپا کے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ اسے شدید حیرانی تھی کہ بلڈ پریشر کی اتنی شدید گراوٹ کے باوجود مریض کے چہرے پر اس بات کا کوئی تاثر نہیں ہے۔ انجکشن لگایا گیا، انھوں نے اکبر کی طرف دیکھ کر خدا حافظ کہنے والے انداز میں دونوں ہاتھ ہلائے۔ یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم کا ورد کیا اور تین بار سے زیادہ اللہ اللہ کہتے ہوئے پیچھے جھک کر سر مبارک کو بستر پر رکھ دیا، ٹانگیں بالکل سیدھی کر لیں، اور دونوں ہاتھوں کو نیت کے مقام پر لا کر اللہ کا ورد جاری رکھتے ہوئے سانس کی ڈور دھیمے سے قطع کی اور جان جاں آفریں کے سپرد کر دی اور اپنے آخری ایام بالخصوص آخری لمحات کو سورۃ فجر کی ان آیتوں کا مصداق بنا دیا کہ اے اطمینان والی روح! چل

اپنے رب کی طرف، اس طرح کہ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی۔

وقت وصال ہونٹوں پر جو تبسم تھا، وہ ہزاروں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ تدفین کے بعد وہ تبسم اور بڑھ گیا ہوگا جب پیارے محبوب پاک، سرور کائنات، فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ مبارک قبر اطہر میں سامنے لائی گئی ہوگی۔

ان کی اولاد، ان کی زوجہ، ان کے خادم اور مریدین اور ڈاکٹر گواہ ہیں کہ اپنی علالت کے دوران انھوں نے ایک بار بھی نہ کسی درد کی شکایت کی، نہ کسی تکلیف کا ذکر کیا۔ نہ ان کے منھ سے کوئی آہ سنی، نہ کراہ۔ وصال سے دو روز قبل میں نے پوچھا: آپ کو کوئی تکلیف ہو تو بتایئے۔ فرمایا مجھے تو محسوس نہیں ہوتی، تمھیں معلوم ہو تو بتاؤ۔

انتقال سے ایک روز قبل اکبر قادری اور مجھ سے فرمایا: کہ دیکھو یہ حضرات آ گئے ہیں۔ ہم دونوں نے کہا: ہمیں تو کوئی نظر نہیں آ رہا تو فرمایا کہ دیکھو! ان میں بچے بھی ہیں۔ رحمت کے ان فرشتوں کی موجودگی کا احساس وہ اس سے پہلے بھی کئی بار کر چکے تھے اور اس کا اظہار بھی کر چکے تھے۔

انتقال سے ایک روز پہلے ہی ہم سب اولادوں اور مریدوں کے سامنے میر کا مشہور زمانہ شعر پڑھا ؎

ناحق ہم مجبوروں پر تہمت ہے مختاری کی
جو چاہیں سو آپ کریں، ہم کو عبث بدنام کیا

یہ اور اس قسم کے متعدد بلیغ اشارے اپنے وصال کے بارے میں صادر کرتے رہے، لیکن ہم کم ہمت لوگ جان بوجھ کر ان اشاروں کو قبول کرنے سے گریز کرتے رہے۔ وہ بھی ہم لوگوں کی کیفیت سے واقف تھے۔ اسی لیے ان کا اگلا اشارہ پچھلے اشارے سے بلیغ تر ہوتا گیا، حتیٰ کہ وہ وقت آ گیا جب انھوں نے پانی سے اپنے چہرے کو نم کرایا، اس کے بعد ان کے چہرے پر بہت سا سکون آ گیا تھا۔ اب میں سوچتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ اتنے زبردست سکون و اطمینان کی دو وجہیں رہی ہوں گی۔ اول تو یہ کہ وصال کے قرب کی خوشی سے مسرور ہوں گے۔ دوسری وجہ یہ کہ انھیں یقین ہو گیا ہوگا کہ ان کے متعلقین سنت رسول پر عمل کرتے دیکھ کر جان چکے ہوں گے کہ اب لمحہ وصال بہت

دور نہیں۔ سب کے سب اس صدمہ عظیم کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہو چکے ہوں گے۔ سوچیں تو معلوم ہوتا ہے کہ رخصت کے وقت بھی انھیں ہم لوگوں کی دل جوئی کا کتنا خیال تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے وصال کا وہ لمحہ منتخب کیا جب ان کی اولادیں خصوصاً امین بھائی اور نجیب حیدر سلمہ ان سے تھوڑے فاصلے پر تھے۔ کیوں کہ اگر یہ دونوں اسی کمرے میں موجود ہوتے تو قیامت کا سا سماں پیدا ہو جاتا۔ ان کی بخشش و مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا کرم، سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت، حضور غوث پاک کی غلامی کا شرف اور ان کے نیک اعمال انشاءاللہ تعالیٰ بہت کافی ہیں اور پھر لمحہ وصال کی پرعظمت تیاری، وقت آخر کی ایمان سے بھرپور طمانیت، اسم اللہ کا ورد، لاکھوں کروڑوں انسانوں کی آنسو بھری دعائیں مستزاد۔

ع آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

چشم ظاہر کے سامنے اب وہ نورانی پیکر موجود نہیں۔ ان کے چاہنے والوں، عقیدت مندوں اور مریدوں کے لیے ان کی نشانیوں کے طور پر ہم بھائی موجود ہیں لیکن ہم اہل خاندان کے لیے ان کا بدل کوئی نہیں ہے۔

ع ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

تصور کی آنکھ جب ان کا مشاہدہ کرتی ہے تو ان کا مسکراتا ہوا چہرہ سامنے آجاتا ہے اور کانوں میں ایک آواز سی گونجتی ہے۔

ع ڈھونڈو گے ہمیں ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

بحیثیت مجموعی وہ برکت کا استعارہ تھے۔ خانقاہ میں قیام ہوتا تو خانقاہ میں برکت رہتی۔ کسی کے گھر قیام ہوتا تو اس کا گھر برکتوں سے بھر جاتا۔ وہ سراپا خیر و برکت تھے۔ آج بھی بفضلہٖ تعالیٰ ان کی روحانی برکتیں ان کی اولاد، اعزہ اور مریدین و متوسلین کے ساتھ ہیں۔ آج بظاہر وہ ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں ہیں۔ اکثر ان کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ہم انہیں یاد کر کے محسوس کر لیتے ہیں۔ وہ ہمارے پاس آجاتے ہیں اور دیر تک رہتے ہیں۔ ؎

تمہاری یاد کے جب زخم بھرنے لگتے ہیں
کسی بہانے تمہیں یاد کرنے لگتے ہیں

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

(نظم میں)

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

سید ملت
سید شاہ آل رسول حسنین نظمی مارہروی
سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف

نور کی تفسیر

ان کی صورت نور کی تفسیر تھی — ان کی سیرت آیہ تطہیر تھی
خلق ان کا خلق میں مشہور تھا — خلق ان کی باعثِ توقیر تھی
نام سید مصطفیٰ حیدر حسن — شخصیت میں نام کی تاثیر تھی
مصطفیٰ کا صبر اور ایثار تھا — اور علی کی خوبیِ تقریر تھی
انکساری تھی حسن کی بے گماں — اور تواضع پر تو شبیر تھی
چہرہ تھا عکس رخ غوث الوری — اک جھلک بیمار کو اکسیر تھی
میزبانی کا وہ عالم سال بھر — گویا یہ بھی ان کی ہی جاگیر تھی
آسمانِ علم کے شہباز تھے — ان کی ہر اک بات با تدبیر تھی
آپ کی تحریر تھی جادو رقم — معنویت میں کلامِ میر تھی
قول و فعل و حال میں سچے تھے وہ — ان کے ماتھے صدق کی تحریر تھی
اچھے ستھرے دونوں جس کا عکس ہوں — آپ کی ہستی وہی تصویر تھی
احتشامِ ارض مارہرہ تھے وہ — ذات ان کی منبعِ تنویر تھی
مومنوں پر ذاتِ والا مہرباں — بدعقیدوں کے لیے شمشیر تھی
تھیں مریدوں پر ہمیشہ شفقتیں — ایک اک کی فکر دامن گیر تھی
ختم تھیں ان پر قرابت داریاں — میزبانی ان کی عالم گیر تھی

نظمیؔ عاصی نے لکھی منقبت
اس کی ہی قسمت میں یہ تحریر تھی

☆☆☆

سید ملت
سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی
سجادہ نشین، خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف

حسنؔ میاں کی بات کرو

چھوڑو اس دنیا کی سیاست حسنؔ میاں کی بات کرو
روح میں آ جائے گی بشاشت حسنؔ میاں کی بات کرو

جب بھی کبھی تم سچے دل سے ان کا تصور باندھو گے
خواب میں ہوجائے گی زیارت حسنؔ میاں کی بات کرو

شیطاں جب بھی دل کے قلعہ پر قبضہ کرنے آئے گا
پیر کی پڑ جائے گی ضرورت حسنؔ میاں کی بات کرو

حافظ، قاری، مفتی، عالم اپنی ذات میں سب کچھ تھے
ذاتِ مقدس، والا برکت حسنؔ میاں کی بات کرو

چون سال اسی منبر سے درس دیا دینِ حق کا
ان کی فصاحت، ان کی بلاغت حسنؔ میاں کی بات کرو

جن کے وجود نے دشمن کو بھی دی ہے تحفظ کی چادر
صبر و ضبط میں حسن خلقت حسنؔ میاں کی بات کرو

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

کیسے نانا کے ہیں نواسے، کیسے باپ کے بیٹے ہیں
ہاں ہاں کروائیں گے شفاعت حسنؔ میاں کی بات کرو

نیت باندھی، سیدھے لیٹے، اپنے رب کا نام لیا
بالکل ولیوں کی سی رحلت حسنؔ میاں کی بات کرو

شاہِ حمزہ کے شیدائی، اچھے ستھرے کے عاشق
ہاں ہاں نائبِ شاہ برکت حسنؔ میاں کی بات کرو

ہر ایک آج یہی کہتا ہے میری چاہت زیادہ تھی
اپنوں غیروں میں یہ شہرت حسنؔ میاں کی بات کرو

نظمی پر ایک خاص عنایت، خاص ہی شفقت رکھتے تھے
والد کی چاہت کی روایت حسنؔ میاں کی بات کرو

☆☆☆

سید جمال الدین احمد اسلم

حسینی حسن

باوفا و باصفا سیدی مصطفیٰ حیدر حسینی حسن
سنی، حنفی، ماتریدی، قادری، برکاتی
مرکزِ عقیدتِ اہلسنت، دورِ حاضر میں سرچشمۂ طریقت
جانشینِ شاہ سید برکت اللہ واسطی بلگرامی
راہِ سلوک میں پرتوِ آلِ محمد، شوقِ علم میں عکسِ شاہِ حمزہ
صورت و کردار میں اچھے ہی اچھے، ستھرے ہی ستھرے
ذہن صاف، طینت پاک
وارثِ آلِ رسول، اولادِ رسول
محی دیں، صادق اطوار، نوری صفات
مرشدِ قاسمی کے دستِ فراغ
تاج والے، فخر والے عالی بزرگ
شاہ محمد میاں کے جانشیں
عیالِ آلِ عبا، میر لواء سید
بانو کے پیارے لال حسن
میری ماں کے دلارے
میری خالہ کے چہیتے
میرے ممیاں کی جان، عالی مرتبت بھائی جان
میرے ماموں جان، میرے اچھے ماموں جان، میرے پیارے ماموں جان
خوبصورت، خوب سیرت

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

عالم، عالم باعمل
صوفی، صوفی باصفا
سیادت کی آبرو
جودوسَخا کا سرچشمہ
صباحتوں کے شہنشاہ
ضیافتوں کے مہتمم
میرے ماموں جان، میرے اچھے ماموں جان، میرے پیارے ماموں جان
شارحِ قرآن وحدیث
پاسبانِ شریعت
رازدانِ طریقت
نگہبانِ مسلک اعلیٰ حضرت
شانِ سُنیت
قادریت کی آن
برکاتیت کی جان
میرے ماموں جان، میرے اچھے ماموں جان، میرے پیارے ماموں جان
قرآن پڑھنا، سمجھنا سکھایا
نمونہ حدیث کا بن کر
عشقِ نبی کا سکہ دلوں پر جمایا
آثارِ صحابہ سے سنت کو اور چمکایا
اہلِ بیتِ اطہار سے محبت بڑھائی
اقوالِ ائمہ سے رغبت بڑھائی
مشائخ سے عقیدت

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

علماء سے الفت سکھائی
رضا سے محبت، غیر رضا سے دوری بتائی
بتایا انھوں نے
سدا چاہئے رضا مصطفیٰ کی
ہے اسی میں رضا خدا کی
اس پر مستزاد دو ہرایا کلام امام
''خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم''
دیا اس طرح عشق مصطفوی دل میں بٹھا
کیا کیا یاد کروں کیسے سچے رہبر تھے
میرے ماموں جان، میرے اچھے ماموں جان، میرے پیارے ماموں جان
دوست کیسے ہوں، کون ہوں
آداب اس کے بھی بتائے
اصل اس کی بتائی
''تصلب فی الدین''
یعنی ڈٹا ہو وہ دین حق پر
سر کعبہ کا طواف کرتا ہو
دل گھومتا ہو اس کا مدینہ کی گلیوں میں
خیال میں اس کے ہر دم شہر بزرگ بغداد بسا ہو
سانس لیتا ہو شہرِ شریف اجمیر کا
شاہِ برکات پہ دم بھرتا ہو
اور اتنی تفصیل میں نہ جانا ہو تو

اول وآخر سیدھی سپاٹ مگر پختہ کسوٹی
''مسلک اعلیٰ حضرت پر ڈٹا ہو''
سُنیوں کے لیے یہی درس تھا
یہی پیغام تھا، یہی ہدایت
سہل بھی، آسان بھی
سجدہ خدا کے لیے، سودا دل میں محمد کا، دامن ہاتھ میں غوث کا
راہِ سلوک میں عشق شاہ برکات کا
عقائد میں رہنمائی امام احمد رضا کی
اپنے زمانہ میں نمونہ کے لیے حوالہ مصطفیٰ رضا کا
ہر بات ذہن پر نقش کردی
دل میں بٹھادی
سب کچھ ان مٹ ہے
ایسے ہادی تھے
میرے ماموں جان، میرے اچھے ماموں جان، میرے پیارے ماموں جان
دین کا عدو، ان کا عدو
جو اعلیٰ حضرت سے پھرا
وہ ان سے پھرے
کلام اعلیٰ حضرت
ہر دم ورد تھا
اقوال اعلیٰ حضرت
صبح وشام ہمہ وقت زبان زد تھے
امام احمد رضا کے لیے عقیدت

خانوادۂ برکات کی محبت نبی
برکاتی کرامتوں کے امین، مصطفیٰ رضا پر انہیں بے حد ناز تھا
جھوم کر، سر بلند کر کے دوہراتے تھے اقوالِ مرشد

''تیری الفت میرے مرشد نے مجھے
دی ہے گھٹی میں پلا احمد رضا''

ان کے شیخ طریقت، میرے پیر و مرشد کہہ گئے:

''لاکھ حاسد کچھ بکیں لیکن فقیر
تیرا تیرا ہے ترا احمد رضا''

دیکھ لیں حاسد دور کے، نزدیک کے
خانوادہ کی روایت کس سے بڑھی
کون تھے وہ؟
وہ تھے آپ کے پیر و مرشد اور
میرے ماموں جان، میرے اچھے ماموں جان، میرے پیارے ماموں جان
خانوادۂ برکات کی روایت کا پاس اتنا
جو کچھ ملا تھا سب سنبھال کر رکھا
نہ ایک سوت بیچا، نہ رکھا رہن
بلکہ اضافہ ہی کیا حسنِ تدبیر سے
بنایا بہت، بگاڑا کچھ بھی نہیں
ان کی شان بھی عجب شان تھی
محل سرا کے صدر دالان میں
زیر محراب ہوتے جب کھڑے
دالان لگتا پورے کا پورا بھرا

صحن میں چہل قدمی کرتے
خوشبوئیں تعاقب میں ہوتیں
چمن کی ہوائیں بلائیں لیتیں
محل سرا کے صدر دروازے سے آتے جاتے تو لگتا
ہاں، یہ بلند دروازہ اسی بلند و بالا ہستیِ پُرعظمت کے لیے بنا ہے
خانقاہ میں مسجد کے سامنے نشست فرماتے
تنہا بھی ہوتے تو لگتا مجلس سجی ہوئی ہے
مجلس میں ہوتے تو لگتا بزم یکتا جمی ہوئی ہے
اقوالِ زریں زباں سے ہوتے ادا
اور سننے والوں کے دلوں پر ہوتے رقم
شاہِ آلِ رسول کے نواسے حسین حیدر کا یہ پُرشکوہ پوتا
اپنے علم کی بدولت
اپنی روحانی قوت کی بنا پر
پوتوں پر بھاری، نواسوں پر بھاری
بھاری اس کی ہر بات
یوں تو اس ننھیالی شہر میں سب ہی بزرگ میرے ماموں، لیکن
روایتوں کا امین، خاندانی امانتوں کا امین
جس کے مرشد امین، جو خود امین، جس کا بیٹا بھی امین
ایسا امینِ روایات خانوادۂ برکات کوئی ہو تو بتاؤ
تلاش کرو، اور تلاش کرو، خوب تلاش کرو
یقینِ کامل ہے مجھے
نظر جس پر آ کر ٹھہرے گی، ٹھہری رہے گی

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

وہ تھے، بس وہی تھے

میرے ماموں جان، میرے اچھے ماموں جان، میرے پیارے ماموں جان
ان کا ذکر، ان کی فکر
سب کا محور
یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم
اسی پر ہوا حاصل انہیں وصلِ الٰہی
وقتِ آخر سے دو دن قبل تبسم سے فرمایا
''اب چلے پیا گے گھر''
ٹوٹے دلوں کو سمجھایا
کیوں دل برداشتہ ہوتے ہو؟
موت برحق ہے
یاد آتا ہے جوانی کے ایام میں ایک نغمہ انھوں نے گنگنایا تھا
نغمہ ''المدد یا غوث اعظم المدد'' کے زیرِ عنوان تھا
کہا تھا انھوں نے

''کاش ہو جائے مِرا ایسا نصیب
آپ بلوائیں مجھے اپنے قریب''

پہلے وصل غوث الوریٰ اور پھر وصل الٰہی
وقت آخر کچھ ایسا ہی حسیں سنگم ہوا
شب سہ شنبہ ۱۵/ربیع ا لآخر ۱۴۱۶ھ (مطابق ۱۱/۱۹۹۵ء)
تھا وہ یوم وصال حضور غوث الوریٰ
گھڑی نے بجائے شب کے ۸ بج کر پچاس
تب ہی سلسلہ عالیہ قادریہ کے ایک شیخ بزرگ

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

حضرت ابراہیم ایر جی کے جائے مدفن
شہر دہلی کے ایک اسپتال میں
پیا کے گھر جانے کے لیے رخت سفر انھوں نے باندھ لیا
وقتِ آخر بلند آواز سے کہا
یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم
وصلِ الٰہی کی خوشی، تبسم لبوں پر
جان اللہ کے سپرد
شاعرِ سلسلۂ برکات کے دل سے نکلی آہ
''آہ سیدی مغفور''
صفحۂ قرطاس پر تاریخِ وصال ثبت ہوئی
سوچتا ہوں، عقیدہ ہے، ایمان ہے
کل نفس ذائقة الموت
ہر جاندار کو موت کا مزا چکھنا ہے
لیکن اللہ کا یہ نیک بندہ برسوں پہلے کہہ گیا تھا
حسن سن ! ہاتف غیبی پکارا
بفضل رب وہ تجھ پر مہر باں ہیں
مصطفیٰ جانِ رحمت کا یقیناً فضل ہوا
جب ہی تو اس نے وصل کے شوق میں
موت کو خوش ذائقہ پایا
یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم کہہ کر
تشکر کے ساتھ تبسم فرمایا
اور بس!

یہ آخری تبسم ہر ذہن پر نقش ہے
ہر قلب میں روشن ہے
زندگی دین میں، موت دین پر
کیا ہی مرد مومن تھے

میرے ماموں جان، میرے اچھے ماموں جان، میرے پیارے ماموں جان
نعمتِ عظمیٰ تھے وہ، ان کی ہر بات میں تھی اک نعمت
نعمتوں کو جھٹلایا نہیں کرتے
جھٹلا بھی نہیں سکتے
ارشاد ربانی ہے
فبای آلا ء ربکما تکذ بٰن
''تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے''
اور حدیث نبوی ہے
''تمام عالم کے لیے دعاء کرو، شاید اللہ تم پر بھی رحم کرے''
سب کے لیے دن رات دعائیں کرنے والے پر
ربِ غفور و رحیم کا رحم ہوا
وہ دولتِ ایمان سلامت لیے گئے
جنازہ ان کا عریسانہ اٹھا
امنڈ آئے ہزاروں نفوس
علماء بھی اور عوام بھی
عالمِ عالی مرتبت فرماتے ''چہرۂ اقدس پر کیا نور ہے''
عوام کہتے ''منوں نور برس رہا ہے''
صادق و ثابت ہوا، اعلیٰ حضرت نے جانشین آل رسول کی مدح میں جو تھا کہا

''تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور، تیرا سب گھرانہ نور کا''

عقیدت اعلیٰ حضرت سے ہوتو ایسی
اپنے اعلیٰ حضرت کی نظم کو بھی انھوں نے قول وعمل سے سچا کر دکھایا
وقت آخر تک نبھایا اور نبھا لے گئے
تھے ہی ایسے پرتوِ نور
میرے ماموں جان، میرے اچھے ماموں جان، میرے پیارے ماموں جان
درگاہِ شاہ برکت اللہ میں
آخری آرام گاہ ان کی بنی
درجات بلند ہوں ان کے
ان جیسے ہم بنیں
آمین ثم آمین
دعا ہے اب یہی شاہ امین ان کے خلف وجانشیں
مرکز بنیں عقیدت کا سب کی
برکات کا باڑہ چلے ان سے
سرپرستی پر ہوں ان کے عم محترم (میرے ممیاں) اور ہم سب کے بھائی صاحب
اشرف وافضل ونجیب برادارن عزیزان کے دست راست ہوں
پیٹھ پر ان کی والدہ محترمہ کا دست شفقت
سر پر بڑی اماں کا ہاتھ ہو
پھوپھی ان کی دعائیں دیتی رہیں، سب ہی بہنیں ان کی بلائیں لیتی رہیں
ہمارے اعظم ومحترم مفتی اور علما
ان میں عکسِ حسن دیکھیں

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

توسط سے ان کے سلسلہ برکات پھولے پھلے
پڑھیں سب، پڑھتے ہی رہیں
''شاہ برکات و برکات پیشیناں
نو بہارِ طریقت پہ لاکھوں سلام''
ذکر احسن العلما کا
فکر احسن العلما کی
یہی ہے اہل سنت کی آواز
ان کی یادیں نذر ہیں
ان کی باتیں پیش ہیں
گر قبول اُفتد زہے عز و شرف
ممنون ہیں ان سبھی صاحبان فکر و نظر کے
رشحات قلم جن کے زینت ہیں
پیش نظر ''اہل سنت کی آواز'' کے
ان سب کے لیے زندہ باد، پایندہ باد

وماعلینا الاالبلاغ

☆☆☆

سید محمد اکمل اجملی
سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل، الہ آباد

کیا خبر تھی آسماں زیرِ زمیں سو جائے گا

کیا پتہ تھا گردشِ دوراں دکھائے گی یہ دن
کیا خبر تھی سر سے اٹھ جائے گا اپنے سائباں
کیا خبر تھی اک قیامت ہے ہماری منتظر
جس کی باعث ٹوٹ جائے گی ہماری ہر امید
جس کی باعث ہر سو چھا جائے گا اک رنج والم
رہنما
وہ ذات جس پر فخر کرتا ہے جہاں
ہم سے رخصت ہو کے
ہم کو دے گا وہ رنج وملال
کارگاہِ زیست میں جس کی نہیں کوئی مثال
کیا خبر تھی
کس کو یہ معلوم تھا، تم نے سوچا تھا کبھی
کون ہاں یہ جانتا تھا کچھ بتاؤ اجملی
''دیکھتے ہی دیکھتے یہ حادثہ ہو جائے گا
کیا خبر تھی آسماں زیرِ زمیں سو جائے گا''

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

مفتی محمد اختر رضا قادری برکاتی ازہری
قایم مقام مفتی اعظم ہند، بریلی شریف

استقامت کا وہ کوہِ محکم و بالا حسن

اے نقیبِ اعلیٰ حضرت مظہرِ حیدر حسن
اے بہارِ باغ زہرا میرے برکاتی چمن
اے تماشا گاہِ عالم چہرۂ تابانِ تو
تو کجا بہر تماشا می روی قربان تو
استقامت کا وہ کوہِ محکم و بالا حسن
اشرف و افضل ، نجیب و عترت زہرا حسن
طور و عرفان و علو و حمد و حسنیٰ و بہا
زندہ باد اے پر تو موسیٰ و عکس مصطفیٰ
عالمِ سوز دروں کیسے کہوں، کس سے کہوں
دل شدہ زارِ چناں و جاں شدہ زیرِ چنوں
تھا جو اپنے درد کی حکمی دوا ملتا نہیں
چارہ سازِ دردِ دل، درد آشنا ملتا نہیں

غبتَ فی مارهره مصباح الدنیٰ شمس الانام
یا ذکانا مصطفانا بعدك الدنیا ظلام
یا سماء المجد دمتم ماید انیکم سما
ذل من عزعلیکم من لکم ذل السما

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

جودکم فاق الجوادی و بکم جادت سما
خیر کم ملاء البوادی میتکم عم الوریٰ
انما الـمیت جھول ذو ھوی لا انتم
قد فنیتم عن ھواکم للخلود نلتم
قبل موت متم و بعد موت دمتم
جسر موت جزتم و بالوصال فزتم
عون دین المصطفیٰ یا محض یا جون الرضا
جد علینا یا سماء الجود یا جود الندیٰ

ایک شمعِ انجمن تھی جو بالآخر بجھ گئی
اب اجالے کو ترستی ہے یہ بزم آگہی
سوگواروں کو شکیبائی کا ساماں کم نہیں
اب امین قادریت بن گیا تیرا امیؔن
علم و اہلِ علم کی توقیر تھا شیوہ ترا
جانشیں میں ہو نمایاں جلوۂ زیبا ترا
علم کا اس آستانے پر سدا پہرہ رہے
صورتِ خورشید تاباں میرا مارہرہ رہے

اخترؔ خستہ ہے بلبل گلشن برکات کا
دیر تک مہکے ہر اک گل گلشنِ برکات کا

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

تاجِ شریعت علامہ مفتی
اختؔر رضا خاں قادری برکاتی ازہری

مدحتِ حیدر حسن

حق پسندو حق نماوحق نوا ملتا نہیں
مصطفٰے حیدر حسنؔ کا آئینا ملتا نہیں

خوش بیان و خوش نواو خوش ادا ملتا نہیں
دل نوازی کرنے والا دل رُبا ملتا نہیں

مردِ میدانِ رضاؔ ، وہ حیدرِ دینِ خدا
شیر سیرت ، شیر دل، حیدر نما ملتا نہیں

پیکرِ صدق و صفا، وہ شمعِ راہِ مصطفٰے
جو مجسم دین تھا، وہ کیا ہوا ملتا نہیں

حاجتیں کس کو پکاریں،کس کی جانب رُخ کریں
حاجتیں مشکل میں ہیں،مشکل کُشا ملتا نہیں

وہ امینؔ اہلِ سنت ، راز دارِ مرتضٰی
اشرفؔ و افضلؔ ، نجیبِ باصفا ملتا نہیں

شبلِ شیرِ کربلا، وہ دافعِ کرب وبلا
وہ ہمارا غم زُدا ، غم آشنا ملتا نہیں

ایک شاخِ گل ہی کیا،غمگین ہے ساری فضا
مصطفٰے کا عندلیبِ خوش نوا ملتا نہیں

یاد رکھنا ہم سے سن کر مدحتِ حیدر حسنؔ
پھر کہو گے اختؔر حیدر نما ملتا نہیں

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

بحرالعلوم مفتی عبدالمنان مصباحی
خلیفہ حضور احسن العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

عروج علم وعمل، امتزاج فقر وشہی

ضیائے ملتِ بیضا، فروغِ دینِ نبی عروجِ علم وعمل ، امتزاجِ فقر وشہی
نشانِ منزلِ حق، ماہرِ خفی وجلی شناورِ یمِ وحدت، نگارِ مطلبی
حضور احسن واعلم کی ذات پاک ہوئی

ادائے فقر پہ شاہوں کا بانکپن قرباں ادائے لطف ومروت کہ رحمت یزداں
نہالِ گلشن زہرا کا اک گلِ خنداں ہے جس کی بو سے معطر مشامِ دیدہ وراں
وہ مصطفیٰ وعلی وحسن ، وہ ابن علی

جنابِ سیدِ عالی نشاں کا ماتم ہے امیرِ قافلۂ سنیاں کا ماتم ہے
سرِ مشائخِ ہندوستان کا ماتم ہے نہ صرف ہند کہ سارے جہاں کا ماتم ہے
کہ مرگِ عالمیاں ان کی مرگ پاک نبی

حضور بہرِ ملاقات لوگ آئے ہیں دو رویہ سامنے گھر کے پرا جمائے ہیں
ادب سے سر ہیں خمیدہ، نظر جھکائے ہیں برائے نذر گہر ہائے اشک لائے ہیں
ہے انتظار میں کب سے یہ در، یہ گھر، یہ گلی

جبیں سے پردہ کفن کا اٹھایئے تو حضور تجلیِ رخِ زیبا دکھایئے تو حضور
عمامہ سے سراقدس سجایئے تو حضور عصا لئے ہوئے محفل میں آیئے تو حضور
کہ اب تو حد سے زیادہ ہے اضطراب دلی

میرے خیال کہاں ڈھونڈنے گیا تھا تو حضور لیٹے ہیں محفل میں کب سے قبلہ رو
شریک بزم مقدس ہوکر کے تو بھی وضو ہے دلفروز غلافِ مزار کی خوشبو
اک اور سیدِ جیلاں کی بارگاہ سجی

جوارِ صاحبِ برکات در جوار تو باد غبارِ کوئے مدینہ پہ مرغزار تو باد
ہزار رحمتِ حق برسرِ مزار تو باد نزولِ رحمت ہزّار درکنار تو باد
بفرقِ پاک تو زیب ہزار تاج شہی

☆ ☆ ☆

مفتی مظفر احمد قادری برکاتی داتا گنجوی
خلیفہ حضور احسن العلما رحمۃ اللہ تعالی علیہ

تاریخ وصال حضرت احسن العلما

قال باری ولی عندر بھم جنّت النعیم (۱۴۱۶ھ)

مضٰی من کان مشتاق الصوف
مضٰی من کان موھوب الورود
لم لاتبکی عین کل یوم
الاتدری مضٰی نور الوجود
فصبرا یا مظفر ثم صبرا
فنحن ناھبون الیٰ المھود
ونورا کنت فینا قد بخلت
صدیق حقی جنّت خلود ۱۴۱۶
ونورا کنت فینا قد بخلت
بلطف السمیع جنّت خلود ۱۴۱۶
قال الرحمٰن سید ادخلوھا بسلام آمنین
یجیٔ ان المتقین فی جنّت و عیون
ایضاً

ناگہاں ہوگئے جدا ہم سے
حق تعالی کو تھا یہی منظور
میرے سید حسنؔ میاں بے شک
ہیں ریاضِ جناں میں اب مسرور
کہہ مظفر سنِ وصال کو تو
چل بسے ! آہ سیدی مغفور ۱۴۱۶ھ

☆☆☆

مفتی مظفر احمد قادری داتا گنجوی

گلستانِ حسن

جلوہ گر ہے دل میں عکس روئے تابانِ حسن
پھولتا پھلتا رہے یارب گلستانِ حسن

ہیں قلوبِ اہل عرفاں، منقبت خوانِ حسن
کس قدر ہے جاذب دل رفعتِ شانِ حسن

نور کے جھالے برستے ہیں، جہاں سیراب ہے
موجزن ہے رات دن دریائے فیضانِ حسن

کیا عجب بھر جائے دامن گوہرِ مقصود سے
دستِ سائل بڑھ رہا ہے سوئے دامانِ حسن

ہے مظفر بھی سلامی دینے کو حاضر حضور
اس طرف بھی اک نظر اے چشمِ فیضانِ حسن

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

پدم شری الحاج بیکلؔ اتساہی
سابق ممبر راجیہ سبھا

شمعِ قادریت

تو ہی ہے قاسمی ، برکاتی ، شمعِ قادریت بھی
تو ہی شرحِ شریعت اور تفسیرِ طریقت بھی
وسیلہ تو حسن کا، مصطفیٰ حیدر کی نسبت سے
اسی نسبت سے روشن تیرا فیضانِ ولایت بھی
تو فیض سرورِکون ومکاں ہے احسن العلما
ترے ہی علم سے مارہرہ گنجِ فیض و برکت بھی
تو ہی حسنِ مجاز و واقفِ رمزِ حقیقت بھی
تو ہی ہے کاشفِ حسن و جمالِ آدمیت بھی

صفِ برکاتیت نازاں، بساطِ رضویت تاباں
ترے ہی سلسلے سے شاداں، فرحاں اعلیٰ حضرت بھی

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

پدم شری الحاج بیکلؔ اتساہی
سابق ممبر راجیہ سبھا

نوری گھرانہ

ترے رتبۂ نسب کو، کیا سمجھ سکے زمانہ
یہ کرم ہے مصطفےٰ کا، ترا نوری ہے گھرانہ

ترا روپ قادریت، ترا رنگ ہے شرافت
تری بو نبی کی نسبت، تری خو ہے عارفانہ

ترا ہر قدم ہے احسن، تو عقیدتوں کا گلشن
تری ذات علم و دانش بہ نگاہِ عالمانہ

تو دِوانہ مصطفےٰ کا تو ہے شیدا مرتضےٰ کا
تو فریفتہ حسن کا، ترا وصف عاشقانہ

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

حضرت علامہ غلام ربانی فائق علیہ الرحمہ
خلیفہ حضور احسن العلما قدس سرہٗ

نیر اعظم

صاحبِ برکت ، نیر اعظم — آپ سے روشن دل کا عالم
ہوش سے سن اے ابنِ آدم — کہتا ہوں کر دل میں رقم
ہے تحریر رضا کی سچی — لکھتے ہیں سب اہلِ قلم
سیدِ علما ، احسنِ علما — برکت ان کی عالم عالم
تاجِ ولایت تاج العلما — آپ کا رتبہ اونچا محکم
صاحب برکت کی ہیں کرامت — اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم
جتنے سلاسل برحق ہیں — مارہرہ ہے ان کا سنگم
ان کی توجہ سے ٹوٹیں گے — نفس کے ہوں گے جتنے صنم
در کے بھکاری در پہ تمہارے — تاک رہے ہیں دستِ کرم
مارہرہ کی زمیں کی عظمت — چلیں رضا اور ننگے قدم
آپ کا دامن غوث کا دامن — ربط ہمارا بیحد محکم

در کا گدا یہ فائق بھی ہے
آپ کریں گے لطف و کرم

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

احمد میاں حافظ البرکاتی
خلف مفتی اعظم سندھ
علامہ مفتی خلیل خاں علیہ الرحمہ

نور کے مظہر

بطرزِ : رنگِ چمن پسند، نہ پھولوں کی بو پسند

صبر و رضا و صدق کے پیکر حسنؔ میاں
نوری میاں کے نور کے مظہر حسنؔ میاں

ایسا کرم ہے آپ کا سب پر حسنؔ میاں
ہے پرسکون ہر دلِ مضطر حسنؔ میاں

وہ جس میں آب اسوہ خیر البشر کی ہے
اک ایسا آئینہ ہیں سراسر حسنؔ میاں

نورِ نگاہ زہراؔ ہیں ، لختِ دل علیؔ
آلِ علیؔ و آلِ پیمبر، حسنؔ میاں

اولادِ بابِ علم ہیں اور آلِ شہرِ علم
ہیں علم و آگہی کا سمندر حسنؔ میاں

ان کی مہک سے سارا چمن عطر بیز ہے
ہیں باغِ قادری کے گل تر حسنؔ میاں

ہیں چرخِ معرفت کے وہ رخشندہ آفتاب
قاسمؔ میاں کا ناز ہیں سید حسن میاں

واللہ فخر و نازِ محمدؔ میاں ہیں وہ
ہیں آلِ مصطفیٰ کے جو دلبر حسن میاں

مارہرہؔ و بریلیؔ کا ہر ایک ماہتاب
ہے آپ کی ضیا سے منور حسنؔ میاں

بس اک نگاہِ لطف سے مٹتی ہے تشنگی
ہیں تشنگانِ شوق کے محور حسنؔ میاں

جس نے ہمیں کیا غمِ دوراں سے بے نیاز
ہو وہ نگاہِ لطف مکرر حسنؔ میاں

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

منزل کی مشکلات کا کیوں مجھ کو خوف ہو ہر گام پر ہیں جب مرے رہبر حسنؔ میاں
دنیا کی ہر بلا سے وہ مامون ہو گیا جو آ گیا ہے آپ کے در پر حسنؔ میاں
وہ گردشِ زمانہ سے گھبرائے کس لیے حامی ہوں جس کے مصطفیٰ حیدر حسن میاں
مفتیؔ خلیل آپ کے جلووں کا آئینہ اور آپ ان کے علم کا مظہر حسنؔ میاں
اس خار زار ہستی میں ہر اک مقام پر ہیں گل بداماں آپ کے چاکر حسنؔ میاں
نظمیؔ میاں کے حسن میں حسنِ حسن کے ساتھ شامل ہے حسن و شانِ برادر حسن میاں
بے شک امینؔ و اشرفؔ و افضلؔ نجیبؔ ہیں ہیں یہ جو آپ کے مہ و اختر حسنؔ میاں
میں نے جہاں بھی، جب بھی پکارا ہے آپ کو کی دست گیری ہے وہیں آ کر حسن میاں
بخشا ہے آپ نے جو امینؔ و نجیبؔ کو مجھ کو بھی ہو عطا وہی ساغر حسنؔ میاں

حافظؔ مزا تو جب ہے کہ یوں ہو بسر حیات
دل میں حسن کہوں تو ہو، ہو لب پر حسنؔ میاں

☆☆☆

مفتی احمد میاں حافظ البرکاتی

آرزوئے دل

مجھ کو بھی اپنے در پہ بلالو حسن میاں
ارماں یہ میرے دل کا نکالو حسن میاں

دامن میں مجھ کو اپنے چھپالو حسن میاں
سینے سے اپنے مجھ کو لگالو حسن میاں

محرومیوں کی دھوپ نے جھلسا دیا مجھے
مجھ کو تمازتوں سے بچالو حسن میاں

اس پاشکستگی نے تو مجبور کردیا
گرتا ہوں اب میں، مجھ کو سنبھالو حسن میاں

کی ہیں کھڑی غنیم نے رہ میں رکاوٹیں
قدغن ہر ایک رہ سے اٹھالو حسن میاں

نوری میاں کے نور کا صدقہ کرو عطا
رستے یہ ظلمتوں کے اُجالو حسنؔ میاں

روضے پہ آپ کے میں تصور میں آ گیا
حرماں نصیبیوں سے بچالو حسن میاں

جو نکہتِ مدینہ ہے مارہرہ میں اُسے
جو چاہتا ہے دل میں بسالو حسن میاں

آؤں نظر میں، آپ کے جلووں کا آئینہ
ایسی نگاہ مجھ پہ بھی ڈالو حسن میاںؔ

جو خوش نصیب نور نگاہ حضور ہیں
اُن میں مجھے بھی آپ ملالو حسنؔ میاں

حافظؔ ملول کیوں ہے بلائیں گے وہ ضرور
کہہ صبح و شام ''مجھ کو بلالو حسنؔ میاں''

☆☆☆

۲۵ر جمادی الاولی ۱۴۱۶ھ ۲۱ر اکتوبر ۱۹۹۵ء

حضرت احسن العلما رحمۃ اللہ علیہ کے عرس چہلم شریف، پر حاضری کے لیے جب ویزا نہ مل سکا تو بے اختیار یہ اشعار زبان پر آ گئے، اس کے بعد اپریل ۹۶ء میں حاضری مارہرہ نصیب ہوئی۔ (مفتی احمد میاں حافظ البرکاتی مارہروی)

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ

www.mushahidrazvi.wordpress.com

مفتی احمد میاں حافظ البرکاتی

اے جانِ من مارہروی

صدقے بہاریں تجھ پر ہیں اے گلبدن مارہروی
رُخ پر ترے قربان ہیں سارے چمن مارہروی

یہ شان محبوبی تری ، اللہ رے عظمت تری
تعظیم کو ہیں سروقد سر وسمن مارہروی

میں بھی طلبگار وں میں ہوں، مجھ پر نگاہ لطف کر
اے جانِ من مارہروی، محبوبِ من مارہروی

میری متاعِ جاں ہے یہ، اس سے ہیں ساری رونقیں
سرمایہ میری زیست کا تیری لگن مارہروی

سب پھول گلشن کے ترے مہکے ہیں اس انداز سے
صدقے مہک پر ان کی ہے مشکِ ختن مارہروی

واللہ رے رہبر میرے، جس پر نگاہِ لطف کی
سب دور اُس کے ہوگئے رنج و محن مارہروی

رس گھولتی ہے گفتگو کانِ فصاحت میں تری
تجھ پر عنادل یاس فدا شیریں سخن مارہروی

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

اے پیکرِ صبر و رضا، اے حاملِ عزمِ جواں
قدموں پہ تیرے سرنگوں کوہ و دمن مارہروی
ہیں تجھ سے ہی سہمی ہوئی باطل کی ساری قوتیں
لرزاں ہے ہیبت سے تری ہر اہرمن مارہروی
ہے تیرے رُخ ہی سے عیاں جاہ وجلال حیدر ی
تیرا ہر اک انداز ہے باطل شکن مارہروی
تیرے طراز گفتگو ، تیرے ہر ایک انداز میں
ہاں ہے شکوہ قادری اور بانکپن مارہروی
وہ بزم علم و فکر ہو یا بزم شرع و معرفت
ہے بالیقیں تجھ سے سجی ہر انجمن مارہروی

کرتا ہے تجھ سے التجا یہ عجز سے حافظؔ ترا
ہواوج پر ہر دم مِرا یہ فکر وفن مارہروی

☆☆☆

حضرت حقؔ بنارسی علیہ الرحمہ

رنگِ حجابِ حسن

(اپنے شہزادوں اور مریدوں سے خطاب)

جلوہ فشاں ہے رنگِ حجابِ حسن میاں اس دور میں ہے کون جوابِ حسن میاں
پیشِ نظر ہیں اب بھی جنابِ حسن میاں اکثر سنا ہے یوں بھی خطابِ حسن میاں

ہم مسلکِ رضا جو نہیں، وہ مرا نہیں
میں اپنے سلسلے کا اسے جانتا نہیں

مسلک کبھی جناب رضا کا نہ چھوڑنا مارہرہ سے بریلی کا رشتہ نہ توڑنا
احکامِ مصطفےٰ سے کبھی منہ نہ موڑنا بدمذہبوں سے اپنا تعلق نہ جوڑنا

تا عمر سنیت کا علم ہاتھ میں رہے
ہر کاروانِ اہل وفا ساتھ میں رہے

میرے امینؔ و اشرفؔ و افضلؔ میاں نجیبؔ مایوس ہو کے در سے نہ لوٹے کوئی غریب
تم سب سے دور رہ کے بھی ہوں میں بہت قریب تم سب ہو میری گود کے پالے زہے نصیب

تم قادری ہو تم پہ زمانہ نثار ہو
صدقے میں ان کے رحمت پروردگار ہو

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

اسباقِ دل پذیر کو ہر گز نہ بھولنا اعمالِ بے نظیر کو ہر گز نہ بھولنا
ہوکر مرید پیر کو ہر گز نہ بھولنا احسانِ دستگیر کو ہر گز نہ بھولنا

جس کو نہیں ہے عشق رسولِ کریم سے
سمجھو کہ دور ہے وہ رہِ مستقیم سے

ہے خوش نصیب، واصلِ تنظیم مصطفیٰ لازم ہے سب کے واسطے تعظیم مصطفیٰ
خلدِ بریں ملے گی بہ تکریم مصطفیٰ نجدی بھلائے بیٹھا ہے تعلیم مصطفیٰ

جو ان سے پھر گیا وہ جہنم میں جائے گا
اپنے برے عمل کی سزا آپ پائے گا

آقائے کائنات کی بس پیروی کرو روشن فضائے رہگزرِ زندگی کرو
نیکی کرو، نہ بھول کے ہرگز بدی کرو سرکار نے جو حکم دیا ہے، وہی کرو

دیکھو ہمیشہ یاد یہ میرا سبق رہے
ذکرِ رسول پاک رہے، ذکر حق رہے

☆☆☆

ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی
لکچرر طبیہ کالج، دہلی یونیورسٹی

فخرِ خاندان

فادخل فی عباد وادخل جنتی
۱۹۹۵ء

وہ گیتیِ شرف کا حکمراں کہاں چلا گیا
وہ جس کے ساتھ چل رہے تھے قافلے کے قافلے
وہ بزمِ حال وقال میں جو زندگی کی روح تھا
وہ جس کے مغزِ سر میں علم وآگہی کا حسن تھا
وہ جس کے دل میں درد، لب پہ نعرۂ سرور تھا
وہ جس کا ہر بیان بے نیاز قیل وقال تھا
وہ جس کا ناخنِ ہنر گرہ کشائے بخت تھا
وہ جس کے انکسار میں عبودیت کی شان تھی
وہ جس کا خوانِ جود سب کے واسطے دراز تھا
وہ جس کی بات بات میں نبات کی مٹھاس تھی
وہ جس کی نرم گفتگو حلاوتوں کی جان تھی
وہ جس کا نام مصطفیٰ بھی حیدر وحسن بھی تھا
جو بیکسوں کے واسطے ہمیشہ فکر مند تھا

یاواھبی غفر اللہ لہ
۱۴۱۶ھ

ابھی تو تھا ہمارے درمیاں کہاں چلا گیا
وہ راہبر، وہ میرِ کارواں کہاں چلا گیا
وہ کرکے، ہرنفس کو نیم جاں کہاں چلا گیا
وہ فکر وفن کا گنجِ شایگاں کہاں چلا گیا
وہ سرِّ ھاؤھو کا راز داں کہاں چلا گیا
وہ احسن وحسن کا ہمزباں کہاں چلا گیا
وہ پیرِ عہد ومحسنِ زماں کہاں چلا گیا
وہ بندۂ خدائے عزِ وشاں کہاں چلا گیا
وہ نادرُالوجود میزباں کہاں چلا گیا
وہ لے کے اپنی شہد کی زباں کہاں چلا گیا
وہ لے کے اپنی پیار کی دکاں کہاں چلا گیا
وہ فخر دیں، وہ فخر خاندان کہاں چلا گیا
جو بے بسوں کا تھا مزاج داں کہاں چلا گیا

جو دوستوں کے واسطے ہمیشہ سربکف رہا
جو دشمنوں پہ بھی تھا مہرباں کہاں چلا گیا

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

مولانا قاری محمد قاسم حبیبی برکاتی
کانپور

عارفِ کامل

عارف کامل، رب کا پیارا میرا حسن ہے میرا حسن
اتنا ستھرا، اتنا اچھا میرا حسن ہے میرا حسن
اچھے میاں کی آنکھ کا تارا میرا حسن ہے میرا حسن
ستھرے میاں کے گھر کا اجالا میرا حسن ہے میرا حسن
میں ہوں غلام مرشد اعظم مجھ کو کسی کی حاجت کیا
میرے ہر اک غم کا مداوا میرا حسن ہے میرا حسن
میرے سر پر مہکی مہکی چادر یوں تن جاتی ہے
گلشن گلشن، صحرا صحرا میرا حسن ہے میرا حسن
دست طلب کی جھلمل جھلمل نورِ فضائی کہتی ہے
کوئے کرم میں رحمت والا میرا حسن ہے میرا حسن
روشن روشن، جگمگ جگمگ چہروں کی ارزانی میں
مہر مبیں ہے جس کا چہرا میرا حسن ہے میرا حسن
ہر اک مٹھی بند ہوئی جب مجھ پر صحنِ سخاوت میں
اپنی مٹھی کھولنے والا میرا حسن ہے میرا حسن

وادی جاں میں لہراتے ہیں نور کے چشمے یوں قاسمؔ
میری جبینِ دل پہ ہے لکھا میرا حسن ہے میرا حسن

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

محمد قاسم حبیبی برکاتی، کانپور
امام وخطیب مسجد شفیع آباد، کان پور

چراغِ رہِ تسلیم ورضا

اے مہِ چرخِ عنایات وعطا شاہ حسن
اے چراغِ رہِ تسلیم و رضا شاہِ حسن

آپ سے روشن وتاباں ہے کتابِ الفت
اے حروفِ کفِ اوراق وفا شاہِ حسن

ایک اک ذرہ ترے کوچۂ تحسین کا ہے
رونقِ شاخِ گلِ حرف وئو ا شاہِ حسن

آگہی تیرے درجود کی ادنیٰ سی کنیز
ملکِ ادراک کا تو حکم روا شاہ حسن

آپ کے در پہ ہے کشکولِ بکف ہر لمحہ
ارضِ افکار کا ہر شاہ وگدا شاہِ حسن

ماہ وخورشید ستارے فلکِ رفعت کے
چومتے ہیں ترا نقشِ کفِ پا شاہِ حسن

بالیقیں کشف وکرامات کا مینارۂ نور
ایک اک لمحۂ دلکش تھا ترا شاہِ حسن

فہم وادراک سے بالا ہے تری شان رفیع
عالمِ دین و رئیس العرفا شاہِ حسن

تجھ پہ سجتا تھا بہت خلقِ کریمانہ ترا
میرے سرکار انیس الغربا شاہِ حسن

جس کے سایئے میں غلاموں کو اماں ملتی تھی
کیجئے سایہ فگن پھر وہ رِدا شاہِ حسن

اس لئے بادِ بہاری ہے تعاقب میں مرے
صفحۂ قلب پہ قاسم ہے لکھا شاہِ حسن

☆☆☆

مولانا قاری محمد قاسم حبیبی برکاتی، کانپور

لطفِ غائبانہ

جیسا بھی ہے ٹھکانا تو حیدر حسن کا ہے
یہ سینہ آشیانہ تو حیدر حسن کا ہے

روشن ہے آفتابِ غم زندگی مگر
صحرا میں شامیانہ تو حیدر حسن کا ہے

اس گھر میں جل نہ پائیں گے بربادیوں کے دیپ
اس گھر میں آنا جانا تو حیدر حسن کا ہے

فرحت بدوش دیکھ کے کہتے ہیں مجھ کو لوگ
یہ لطفِ غائبانہ تو حیدر حسن کا ہے

مجھ میں نہیں سکت تو مجھے کم نہ جان تو
ہاتھوں میں تازیانہ تو حیدر حسن کا ہے

شاخِ ہنر پہ غنچہ نورس نہیں تو کیا
برگِ مدبرانہ تو حیدر حسن کا ہے

نغمہ یہ گونجتا ہے فضاؤں میں ہر طرف
جاں بخش آستانہ تو حیدر حسن کا ہے

جس میں امین و اشرف وافضل نجیب ہیں
بھارت میں وہ گھرانا تو حیدر حسن کا ہے

الجھانہ پائے گی اب انہیں تند خو ہوا
ان گیسوؤں میں شانہ تو حیدر حسن کا ہے

پیہم نگار خانوں میں گونجے ہے یہ صدا
ہر آئنہ یگانہ تو حیدر حسن کا ہے

کشکول آرزو میں نہ کیوں ہو گلِ مراد
الطاف کا خزانہ تو حیدر حسن کا ہے

قاسم ہمارے لفظ و بیاں کچھ نہیں مگر
آہنگِ شاعرانہ تو حیدر حسن کا ہے

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

مولانا قاری محمد قاسم حبیبی برکاتی
کانپور

مرا مدعا حسن ہے

نہ فقط مرا حسن ہے، نہ فقط ترا حسن ہے
دلِ ہر گدا میں روشن رخِ مصطفیٰ حسن ہے

صف اصفیا کا سرور، شہِ اولیا حسن ہے
ہے زبان زدِ دو عالم، گلِ اتقا حسن ہے

وہ علی کا ہے دلارا، وہ ہے فاطمہ کا پیارا
وہ حسنؔ حسینؔ کا ہے، وہ حسینؔ کا حسنؔ ہے

ہمہ دم میں اس کو دیکھوں، ہمہ دم وہ مجھ کو دیکھے
مرا آئنہ حسن ہے، مرا آئنہ حسن ہے

مرے مصطفیٰ حسن سے یہ نسیمِ صبح کہنا
مری ہر طلب حسن ہے، مری ہر دعا ہے

کفِ برگ دل پہ کس نے بخط جلی ہے لکھا
جو ہے حاصل بہاراں، وہ گلِ وفا حسن ہے

خم و پیچ راستوں کے مجھ گم نہ کرسکیں گے
مری رہبری کو روشن ترا نقشِ پا حسن ہے

سرِ جادہ عنایت، سرِ جادۂ محبت
سبھی قافلوں سے آگے ترا قافلہ حسن ہے

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

مرے دل سے آ رہی ہے یہی اک صدا مسلسل
مری زندگی حسن ہے، مرا مدعا حسن ہے
مجھے کیا ستا سکے گا غمِ زندگی کا سورج
ترا سائبانِ رحمت مرے سر پہ یا حسن ہے
نہ مجھے ہے خوفِ رہزن، نہ مجھے غمِ حوادث
مرا راہبر حسن ہے، مرا رہنما حسن ہے
لبِ برگِ گل سے پھوٹا یہ کلام نرم و نازک
ترے لمسِ پاکے صدقے ترا ہر گدا حسن ہے
یہیں جینا مجھ کو قاسمؔ، یہیں مرنا مجھ کو قاسم
مری ابتدا حسن ہے، مری انتہا حسن ہے

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

مولانا قاری محمد قاسم حبیبی برکاتی
کانپور

بحرِ عرفاں کے شناور

ضوفشاں منظر بہ منظر مصطفیٰ حیدر حسن
سر بسر ہیں نور پیکر مصطفیٰ حیدر حسن

دوستوں میں ہیں گل تر مصطفیٰ حیدر حسن
دشمنوں کے حق میں خنجر مصطفیٰ حیدر حسن

دشت آلام ومصائب کے کفِ جاں سوز میں
میرے مونس، میرے یاور مصطفیٰ حیدر حسن

بیکراں چرخِ عقیدت پر ہمارے واسطے
قوت بازو و شہپر مصطفیٰ حیدر حسن

میں ہوں عاصی، میں ہوں، خاطی، مجرم وناکارہ میں
اے انیسِ روز محشر مصطفیٰ حیدر حسن

معرفت کا بخش دو گوہر مرے کشکول کو
بحرِ عرفاں کے شناور مصطفیٰ حیدر حسن

آپ ہیں آسودہ دامان لطفِ مصطفیٰ
اے شہیدِ عشقِ سرور مصطفیٰ حیدر حسن

جادۂ مدحت میں ہر لمحہ ہیں میرے ساتھ ساتھ
میرے آقا میرے رہبر مصطفیٰ حیدر حسن

حضرتِ قاسم کا صدقہ، صدقۂ آل عبا
ڈال دو رحمت کی چادر مصطفیٰ حیدر حسن

مسلکِ احمد رضا خاں زندہ و پائندہ باد
تیرے مظہر تیرے مظہر مصطفیٰ حیدر حسن

مصطفیٰ حیدر حسن ہیں نورِ چشم فاطمہ
اور سکونِ قلب حیدر مصطفیٰ حیدر حسن

رہبرِ راہ شریعت، مخزنِ جود و کرم
معرفت کا ہیں سمندر مصطفیٰ حیدر حسن

عارف کامل، ولی باصفا، تقویٰ شعار
جیسے باہر ویسے اندر مصطفیٰ حیدر حسن

کس سے حالِ دل کہے، کس کو بتائے اپنی بات
تیرا قاسم، تیرا نوکر مصطفیٰ حیدر حسن

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

علامہ محمد قاسم حبیبی برکاتی

دھوپ میں سائباں

بموقع یوم مرشدِ اعظم ہند ۱۱ ستمبر ۱۹۹۹ء بروز سنیچر بعد نماز عشاء۔ حلیم کالج کانپور

مہرباں مہرباں میرے حضرت حسن — دھوپ میں سائباں میرے حضرت حسن
گردش وقت مجھ کو ستائے گی کیا — ہیں مرے پاسباں میرے حضرت حسن
آپ کے در پہ گھٹ گھٹ کے مرجائیں گی — میری محرومیاں میرے حضرت حسن
میں کہ بس ذرۂ رہگزار کرم — آپ ہیں کہکشاں میرے حضرت حسن
ماسوا آپ کے کس کو معلوم ہے — میرا دردِ نہاں میرے حضرت حسن
سب کو تسلیم ہے بالیقیں آپ ہیں — فخرِ ہندوستاں میرے حضرت حسن
ملتفت مجھ پہ ہوجائے لطفِ خدا — آپ کہہ دیں جو ہاں میرے حضرت حسن
گوشہ گوشہ وہاں کا ہے نور آشنا — دوستو ہیں جہاں میرے حضرت حسن
پڑھ رہی ہے وظیفہ ترے نام کا — میرے دل کی زباں میرے حضرت حسن
ہر طرف ڈھونڈتی ہے تمہیں چشم دل — میرے اچھے میاں میرے حضرت حسن

آپ کے در پہ قاسم حبیبی بھی ہے
آپ کا مدح خواں میرے حضرت حسن

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

محمد قاسم حبیبی برکاتی

چاند ستارے

شاہ حسن اور اچھے پیارے مارہرہ میں رہتے ہیں
کیسے کیسے چاند ستارے مارہرہ میں رہتے ہیں

بیچ بھنور سے ہم کو نکالیں اور کنارے لے آئیں
رحم و کرم کے ایسے دھارے مارہرہ میں رہتے ہیں

پھوٹ رہا ہے ہر ذرے سے نور ولایت اے لوگو
روشن روشن چہرے سارے مارہرہ میں رہتے ہیں

مارہرہ کا اک اک منظر گھوم رہا ہے نظروں میں
جسم کہیں ہو ذہن ہمارے مارہرہ میں رہتے ہیں

جیسے دل کے اندر جذبے جیسے آنکھ میں آنکھ کا نور
مارہرہ کے سارے نظارے مارہرہ میں رہتے ہیں

کاسۂ عشق و وفا بھر دیں گے گوہر لطف و عنایت سے
شاہ حسن سرکار ہمارے مارہرہ میں رہتے ہیں

جن کے لمس نظر سے ذرہ مہر منور بنتا ہے
فیض کے وہ پر نور ستارے مارہرہ میں رہتے ہیں

یوں ہی نہیں خوشبو میں نہایا گوشہ گوشہ بستی کا
شاہ امم کے جگر کے پارے مارہرہ میں رہتے ہیں

جن کی چمک سے ظلمت عصیاں کی سفا کی رخصت ہو
ایسے پر انوار سہارے مارہرہ میں رہتے ہیں

ادھر ادھر کیوں بھٹک رہا ہے اے مرے دل مارہرہ چل
میرے حسن کے راج دلارے مارہرہ میں رہتے ہیں

خرمن کفر و شرک کی حالت لمحہ بھر میں اے قاسم
راکھ بنا دیں جو وہ شرارے مارہرہ میں رہتے ہیں

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

مولانا محمد قاسم حبیبی برکاتی

کوئے کرم

نام حضرت حسن ضوفشاں ہے صورت تاج میری جبیں پر
مجھ سا بیقدر انسان بھی ہے تاج والا انہیں کی گلی سے

ان کے کوئے کرم کی بدولت مل گئی مجھ کو جوئے مسرت
میں نے جانا ہے ہر ایک غم کو بھول جانا انہیں کی گلی سے

ان کے دامن کے سائے نے بخشے آگہی کے مہ و مہر مجھ کو
میں نے پایا ہے علم و ہنر کا دانا دانا انہیں کی گلی سے

ان کے اسلاف کے در سے لنگر اک زمانے سے بٹتا رہا ہے
اعلیٰ حضرت بنے عظمتوں کا استعارہ انہیں کی گلی سے

قاسم رزق ہیں ان کے نانا بانٹتے ہیں وہی دانا دانا
میں نے کھایا ہے قسمت کا اپنی ہر نوالا انہیں کی گلی سے

☆☆☆

یاورِوارثی
کانپور

موجۂ بہار

بہارِ مملکتِ دل کے تاجدار حسن
مری طرف بھی کوئی موجۂ بہار حسن

پناہ مل گئی مجھ کو بھی ریگِ صحرا میں
ہوائیں لکھتی رہیں آ کے بار بار حسن

طواف کرتی ہے آرائشِ حدیقۂ گل
ہے نورِ فصلِ بہاراں ترا مزار حسن

سوادِ شب میں سماں کیوں نہ ہو سحر جیسا
مری جبیں پہ ہے روشن ترا غبار حسن

جو ٹھوکروں پہ پڑا رہتا تھا زمانے کی
بنا دیا ہے اسے تم نے شاہکار حسن

تمام رات رہے ضوفشاں غموں کے چراغ
تمام رات رہا جشنِ انتظار حسن

تصورات میں آ کر بکھیر دیتے ہیں
سیاہیٔ شبِ ہجراں کا تار تار حسن

نگاہ و دل میں تڑپتی ہے دید کی خواہش
دکھا دو چہرۂ نوری پھر ایک بار حسن

وقارِ دید بھی ششدر ہے دیکھ کر یاورؔ
ہیں رہ گزارِ ولایت کے شہسوار حسن

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

یاورِوارثی
کانپور

رحمتوں کا استعارہ

رحمتوں کا استعارہ مصطفیٰ حیدر حسن جوئے عصیاں کا کنارا مصطفیٰ حیدر حسن
گوہرِ تاجِ ولایت درِّ تسبیحِ حیات آسمانِ دل کا تارا مصطفیٰ حیدر حسن
روشنیِ محفلِ برکاتِ شمعِ بزمِ دل اہلِ مارہرہ کا پیارا مصطفیٰ حیدر حسن
حق پرستی کا، شریعت کا، حریمِ خلق کا ذات اقدس تھی شمارہ مصطفیٰ حیدر حسن
رہ گزارِ اتقا کے جس قدر تھے پیچ وخم کردیئے سب آشکارا مصطفیٰ حیدر حسن
آ گئے امداد کو، دامانِ مقصد بھردیا جب گداگر نے پکارا مصطفیٰ حیدر حسن
بیٹھ جاتے تھے تمہاری ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں حدتِ غم نے جو مارا مصطفیٰ حیدر حسن
کیا خطا ہم سے ہوئی، کیوں ہوگئے روپوش آپ ساتھ چھوڑا کیوں ہمارا مصطفیٰ حیدر حسن
یاد آتا ہے تو بھر آتے ہیں آنسو آنکھ میں روئے زیبا پیارا پیارا مصطفیٰ حیدر حسن

دست بوسی کا شرف کارِ عجب یہ کرگیا
ہوگیا یاورؔ تمہارا مصطفیٰ حیدر حسن

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

یاورؔ وارثی، کانپور

غمگسار حسن

سخن وری ہے کارزار حضرتِ حسن میاں
تو ہو تم اُس کے شہسوار حضرتِ حسن میاں

خزاں کی زد پہ ہے مرے دل ونگاہ کا چمن
بہارِ روئے صد ہزار حضرتِ حسن میاں

شفیق و مہر بان ہیں، حسین سائبان ہیں
یہ شاہزاد گان چار حضرتِ حسن میاں

لکھا جو انتساب میں تو بن گئے مرے لیے
ورق ورق کا اعتبار حضرتِ حسن میاں

جہانِ صدق وعدل ہو کہ ہو شجاعت وسخا
امینِ رنگِ چار یار حضرت حسن میاں

قریبِ وادیِ الم ، پسِ غبارِ رنج وغم
میں کر رہا ہوں انتظار حضرتِ حسن میاں

غموں کے مارے تیرے در پہ آئے ہیں یہ جان کر
تری نظر ہے غمگسار حضرتِ حسن میاں

کتابِ آرزو پہ لکھ رہی ہے ہو کے بیقرار
ہر ایک چشمِ اشکبار حضرتِ حسن میاں

مرے وجود کی طرف بھی روشنی کی اک کرن
چراغِ طاقِ افتخار حضرتِ حسن میاں

زفرق تا قدم ہیں آپ مرہمِ کرم نواز
ہمارے سینے میں فگار حضرتِ حسن میاں

شبِ سیہ کے بطن سے سحر کا نور پھوٹے گا
کہو تو یاور ایک بار حضرتِ حسن میاں

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

یاورؔ وارثی، کانپور

سائبانِ شفقت

نجشِ قافلۂ سیلِ بلا بھول گیا
درِ سرکارِ حسن پر میں دُعا بھول گیا

آپ کے پیکرِ پُر نور پہ ڈالی جو نگاہ
موسمِ ابرِ بہار اپنی ادا بھوگیا

واسطہ چھوڑ کے دشمن پہ ہوا دونا عذاب
بھول کر نامِ حسن نامِ خدا بھول گیا

پیچ در پیچ رہِ زیست میں بھٹکا یا گیا
وہ گدا جو ترا آئینِ وفا بھول گیا

دیکھ کر لنگرِ درویشِ خدا مست کا رنگ
اہلِ دولت کا ہر اندازِ عطا بھول گیا

سرخیِ چہرۂ ایمانِ حسن جب دیکھی
شوخیاں اپنی سبھی رنگِ حنا بھول گیا

سائباں شفقتِ حیدر حسن اِس طرح ہوئی
سختیِ منزل ِ ہنگامِ جزا بھول گیا

جس کو مارہرہ کے پیاروں نے بھلایا یاورؔ
اُس کو فیضانِ شہہِ کرب و بلا بھول گیا

☆☆☆

مولانا قاری محمد میکائیل ضیائی
کانپور

نقیب اہل سنت

نام پیارا آپ کا اور ذات پیاری آپ کی
یاد آئے گی ہمیشہ غم گساری آپ کی

اے نقیبِ اہل سنت مصطفیٰ حیدر حسن
سُنّیوں پر ہے مسلم تاجداری آپ کی

عشق و ایماں کی فضاؤں کو معطر کر گئی
باغِ ملت کی مسلسل تازہ کاری آپ کی

آپ کی راہِ عمل ہے شاہ راہِ مستقیم
رہبری کے واسطے ہے راہداری آپ کی

زندگی بھر وہ حسیں منظر نہ بھولا جائے گا
جس گھڑی گذری جنازے کی سواری آپ کی

آپ کا جود و سخا، فضل و عطا ہے بے مثال
جس طرح ضرب المثل ہے دینداری آپ کی

راہ مولا کے مسافر ہم سبھوں کو ہے یقیں
ناز برداری کرے گا فضل باری آپ کی

مرشدِ اعظم، وقارِ سُنیت، عالی نسب
سب پہ بھاری ہے ادائے انکساری آپ کی

اپنے اسلافِ مکرم کے اصولوں کے امیں
قابل تقلید ہے یہ پاسداری آپ کی

حشر تک ہوتے رہیں گے اہل سنت فیضیاب
ہر طرف فیضان کی نہریں ہیں جاری آپ کی

آپ کی ہر گفتگو تھی راہِ حق کا سنگ میل
اہلِ باطل کے لیے تھی ضرب کاری آپ کی

حضرت سید امینؔ و اشرفؔ و افضلؔ، نجیبؔ
دیکھتے ہیں ان میں صورت پیاری پیاری آپ کی

کیجئے روشن سیہ خانہ دل پژمردہ کا
ہے ضیائی پر عیاں تطہیر کاری آپ کی

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

مولانا قاری محمد میکائیل ضیائی
کانپور

ترا گھر ہے فیضِ رساں حسنؔ

یہ یقیں ہے اہلِ شعور کا، نہ ہے صرف میرا گماں حسن
بھلا ایسا شخص حسن نہ ہو، جسے کہہ دے سارا جہاں حسن

تری ذات، تیری صفات کا کوئی آئینہ ترے دور میں
کہیں دیکھنے کو نہیں ملا کہ تو ہی ہے فردِ زماں حسن

وہ تمہاری علم بیانیاں شجرِ ادب کی اساس ہیں
جو حجر کو موم صفت کرے، ہے تمہارا حسنِ بیاں حسن

تری زندگی کا نفس نفس رہا غرقِ عشقِ رسول میں
تجھے جسم و جاں سے عزیز تھا، غمِ شاہِ کون و مکاں حسن

تو عظیم ہے، تو کریم ہے، تری نسل، نسلِ رسول ہے!
کہ حسن حسین کا پاک خوں تھا تری رگوں میں رواں حسن

مرا قلب آئینہ ہو گیا، مری روح کو بھی جلا ملی
کیا جب سے تیرے غلام نے ترا نام وردِ زباں حسن

جسے دامنِ آپ کا مل گیا اسے ماسوا سے غرض نہیں
جو حصارِ فیض میں ہے اسے نہیں فکرِ سود و زیاں حسن

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

بلا واسطہ نہ سہی مگر ترے در کا میں بھی غلام ہوں
مجھے فخر ہے، مجھے ناز ہے، ہے غرور سجدہ کناں حسن

ہوں امین و اشرفِ محترم کہ نجیب و افضل محتشم
ترا رنگ، تیری خصوصیت، تری لو ہے ان میں عیاں حسن

ترا سلسلہ ہے وہ سلسلہ کہ امام اہل سنن رضاؔ
بنے جس کے فیض سے مقتدا، ہوئے فخر اہل جہاں حسن

کسی اور در پہ نہ ڈالئے، کوئی راستہ نہ دکھایئے
ہے عطائے مرشدِ مہرباں کہ میں آ گیا ہوں یہاں حسن

ترے فیض ولطف سے بہرہ ور ہے ضیاؔئی اپنے نصیب سے
ترے در کی بات میں کیا کروں، ترا گھر ہے فیض رساں حسن

☆☆☆

مولانا سخاوت علی قادری برکاتی
مگہر ضلع بستی

گلستانِ شاہِ برکت

گلستان شاہ برکت کے مہکتے پھول تھے
یعنی بوئے جاودانی حضرت حیدر حسن
حضرت نوری میاں کے لاڈلے نور نظر
سید العلماء کے جانی حضرت حیدر حسن
چہرۂ اقدس سے جن کے پھوٹتی نوری کرن
اللہ اللہ ضوفشانی حضرت حیدر حسن
عالم و حافظ و قاری اللہ اللہ بے مثال
آپ کی طرز بیانی حضرت حیدر حسن
حامل دین شریعت اور طریقت معرفت
عادل حرز یمانی حضرت حیدر حسن
واقف رمز حقیقت سرّ وحدت کے وہ راز
عالم سرّ قرآنی حضرت حیدر حسن
آہ ہم سے ہوگیا رو پوش مارہرہ کا چاند
شاہ برکت کی نشانی حضرت حیدر حسن
باغ جنت کو سدھارے ہم کو تنہا چھوڑ کر
شام ہے صبح سہانی حضرت حیدر حسن
ہے سخاوتؔ قادری کی یہ تمنائے دلی
حشر میں ہوشادمانی حضرت حیدر حسن

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

سید احترام الحسن ساغرؔ رضوی برکاتی
شیخ سرائے سیتاپور

سُنّیت کے تاجور

یہ واقعہ ہے مختصر مصطفیٰ حیدر حسن
تھے سُنیت کے تاجور مصطفیٰ حیدر حسن

ہر کوئی سمجھے کہ مجھ سے خاص نسبت تھی انہیں
یوں کیا ہر دل میں گھر مصطفیٰ حیدر حسن

غیر کے حق میں سخی تھے اپنے حق میں تھے غنی
بے نیاز سیم و زر مصطفیٰ حیدر حسن

روئے تاباں دیکھ کر رکتی نہ تھی جن پر نظر
لحد میں بھی ہیں منور مصطفیٰ حیدر حسن

دے گئے ہم کو دُر نایاب اپنا جانشین
شہ امینِ خو ش نظر مصطفیٰ حیدر حسن

اشرف و افضل نجیبِ باصفا و باوفا
دے گئے لخت جگر مصطفیٰ حیدر حسن

اک ذرا رکھیں نظر اِس ساغرؔ عاصی پہ بھی
اے فقیہ معتبر مصطفیٰ حیدر حسن

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

احمد مجتبیٰ صدیقی

عظمت کے نقیب

ماہ رخ ، ماہ جبیں ، ماہ کا پارہ کہئے
سب بزرگوں کی انہیں آنکھ کا تارا کہئے
شاہِ قاسم کا انہیں نازوں کا پالا کہئے
شاہ برکت کی حویلی کا اجالا کہئے
دودمان شہِ کونین کی عظمت کے نقیب
وہ حسنؔ ہیں ، انہیں حسنینؔ کا پیارا کہئے
آلِ احمد نے بنایا انہیں اچھا ستھرا
کیوں نہ پھر ان کو ہراک اچھے سے اچھا کہئے
قصرِ ہستی پہ صفا کا جو مِنارہ ہے اسے
شہِ جیلاں کی نیابت کا عمامہ کہئے

شاعری کیا ہے دعاؤں کا ثمر ہے احمدؔ
میری کوشش کو مرے نانا کا تحفہ کہئے

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

جناب علی احمد سیوانی

عکسِ کردارِ علی

وا صفِ شانِ نبی تھے مصطفیٰ حیدر حسن
عاشقِ مولیٰ علی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

مانگنے سے پہلے ہی سائل کو کر دیتے تھے خوش
ہاں !! سخی ابنِ سخی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

کفر کی ظلمات مٹ جاتی تھیں ان کو دیکھ کر
ماحیِ کفرِ جلی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

جادۂ صبر و رضا پر زیست بھر چلتے رہے
عزم کے بیشک دھنی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

دشمنوں کی سازشوں کا پر کتر دیتے تھے وہ
ایسے مردِ آہنی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

ان کے اخلاق و مروت کی ابھی تک دھوم ہے
عکسِ کردارِ علی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

سنتِ سرکارِ طیبہ پر رہے عامل مدام
نازشِ سرّ خودی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

ان کے دم سے زلزلے میں کفر کے ایوان تھے
مظہرِ عزمِ علی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

مسکرا کے زیست کی راہوں کو روشن کر دیا
زندگی کی روشنی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

منزلوں کا راستہ پاتے تھے سب اہلِ جہاں
مہرِ چرخِ زندگی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

فہم و دانش کی شعاؤں سے دہن پُر نور تھا
منبعِ عقل و خودی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

یکشانِ ہوش پیتے تھے یہاں آ آ کے جام
وہ مئے صد آگہی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

مل کے خوش ہوتا تھا دل ان سے سدا لاریب فیہ
خوش ادا وہ آدمی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

دیکھ کر روئے درخشاں اہلِ دل سب شاد تھے
حُسن کی تابندگی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

عندلیبانِ چمن کی نغمگی جس پر نثار
عشق کی وہ بانسری تھے مصطفیٰ حیدر حسن

اہلِ دیں نظروں سے پی کر ہر گھڑی مخمور تھے
جامِ حق کی سرخوشی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

جس سے روشن تھی جہانِ زیست کی ہر انجمن
وہ شعاعِ زندگی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

جس سے کھل اٹھتی تھیں باغِ دل کی کلیاں برملا
وہ نسیمِ آگہی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

دشمنانِ گلشنِ دینِ مقدس کے لیے
تیر کی بیشک انی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

دین کی لذت ملا کرتی تھی ان کی بات میں
دینِ حق کی چاشنی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

ان کے کرداروں میں تھا کردارِ پیغمبر کا نور
مظہرِ خلقِ نبی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

سن کے جس کو دل مسخر دشمنوں کے ہو گئے
سازِ لطفِ نغمگی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

جس کی ذات پاک پر ولیوں کو بیشک ناز تھا
وہ ولی ابنِ ولی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

خدمتِ دین خدا میں منہمک ہر دم رہے
خادمِ دینِ نبی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

رہنماؤں کو بھی درسِ رہبری دیتے رہے
میرِ راہِ رہبری تھے مصطفیٰ حیدر حسن

آتشِ عشقِ نبی تھی موجزن دل میں سدا
عشق کی جلوہ گری تھے مصطفیٰ حیدر حسن

مہنمک ترویجِ دینِ مصطفیٰ میں ہر گھڑی
بالیقیں تا زندگی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

چشمِ دل سے دیکھ لیتے دل کے سب حالات کو
واقفِ رازِ دلی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

راہِ دیں پر دولت وثروت نچھاور کر دیا
پرتوِ عثماں غنی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

رہبری میں جس کی حق کا راستہ روشن ہو
ایسی شانِ رہبری تھے مصطفیٰ حیدر حسن

ہے مشامِ جان ودل جس سے معطر آج تک
وہ گلوں کی تازگی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

تادمِ آخر نبی کی مدحتوں کے ساتھ ساتھ
محوِ ذکرِ ایزدی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

ان کے احسانوں کو ہم ہرگز بھلا سکتے نہیں
محسنِ قومِ نبی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

دینِ حق کا پرچم پُر نور لہراتے رہے
وہ مجاہد آدمی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

کفر وشر کے حامیوں سے دائما لڑتے رہے
جو ہرِ تیغِ علی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

نور کا بادل سدا برسے نہ کیوں روضے پہ آج
رب کے وہ زندہ ولی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

محفلِ دانشوری میں آج تک ہے روشنی
شمعِ بزمِ آگہی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

قادریت کی حسیں چادر میں تھے ملبوس وہ
سلسلے میں قادری تھے مصطفیٰ حیدر حسن

دیکھ کر ان کی ریاضت کہتے تھے دنیا کے لوگ
باخدا وہ جنتی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

بندگی پر ان کی نازاں ہے فرشتوں کا گروہ
ایسی شانِ بندگی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

کجکلاہانِ زمانہ جس کے آگے جھک گئے
وہ نشانِ برتری تھے مصطفیٰ حیدر حسن

جس نے دیکھا اک نظر وہ بھی نشہ میں چور ہے
وہ خمارِ سرمدی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

جس کے دم سے زیست کی بیماریاں پامال تھیں
وہ دوائے زندگی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

جس سے اخلاق وعمل کا گلستاں شاداب تھا
وہ بہارِ دائمی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

کیوں نہ لکھوں شان میں ان کی علیؔ یہ منقبت
واصفِ وصفِ نبی تھے مصطفیٰ حیدر حسن

☆☆☆

مفتی محمد محمود احمد کامل برکاتی
قادری نگری، سون بھدر

برکات کے روشن چراغ

کیوں نہ ہوں عالم میں ہر سو ان کی توقیریں بہت
جن کی نظروں سے بدل جاتی تھیں تقدیریں بہت

علم و فضل و عشقِ احمد کی مجسم داستاں
اہلِ دل لکھا کریں گے ان کی تفسیریں بہت

اچھے ، ستھرے، سیدِ برکات کے روشن چراغ
ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں ان کی تنویریں بہت

خوشہ چیں ہے ایک عالم تیرے حسنِ فیض کا
نقش ہیں صفحاتِ دل پہ تیری تحریریں بہت

تھی کبھی شعلہ، کبھی شبنم، کبھی موج سرور
اک نظر کی ہم نے بھی دیکھی ہیں تاثیریں بہت

خامشی تھی پر زحکمت اور تکلم دلنشیں
ان اداؤں کی ملی تھیں تجھ کو شمشیریں بہت

خوبروئی بھی تجھے ایسی ملی آقا مرے!
ہوگئیں جس پہ تصدق دل کی جاگیریں بہت

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

ان کے جلوے ہیں امیؔن ، اشرفؔ ، نجیبؔ بے ریا
صبر اے جان حزیں ! ہیں ان کی تصویریں بہت

بے نیازِ فکر دنیا میرے آقا! کیجئے
ہیں شریکِ راہ ہستی غم کی زنجیریں بہت

اے امیدِ جانِ پُر غم ! نارِ عصیاں سے بچا
ہوگئیں نا کام میری اب تو تدبیریں بہت

جھوم کر برسے گا کاملؔ ابر رحمت ایک دن
ہوں گی تیرے خوابِ ہستی کی بھی تعبیریں بہت

☆☆☆

جناب عبدالعلی عزیزیؔ، بمبئی

شانِ مارہرہ

ہیں بہارِ باغِ رفعت مصطفیٰ حیدر حسن رضویت کی شان وشوکت مصطفیٰ حیدر حسن
حضرتِ آلِ رسول مقتدا کے لاڈلے عالی نسبت پیاری خصلت مصطفیٰ حیدر حسن
شانِ مارہرہ ہیں یہ اور آبروئے سنیت پاسبانِ دین و ملت مصطفیٰ حیدر حسن
حضرتِ برکات کی برکت کا تم کو واسطہ میری بھی بن جائے قسمت مصطفیٰ حیدر حسن
میں گدا ابن گدا ہوں تم سخی ابن سخی کیا نہیں کافی یہ نسبت مصطفیٰ حیدر حسن
حاضری میری بھی ہوجائے تیرے دربار میں میری بھی بن جائے قسمت مصطفیٰ حیدر حسن
میں بہت کمزور ومفلس، حاسدوں کی بھیڑ ہے جانتے ہو تم حقیقت مصطفیٰ حیدر حسن
تیرے شہزادے ترے نقشِ قدم پر گامزن دین کی کرتے ہیں خدمت مصطفیٰ حیدر حسن
تم حسینی اور حسنی تم گلِ باغِ رسول تم پہ ہے اللہ کی رحمت مصطفیٰ حیدر حسن
فیض سے بوالفیض کے لکھنے کی جرأت کر گیا میرا خامہ تیری مدحت مصطفیٰ حیدر حسن

میں عزیزیؔ ہوں غلامِ حضرت عبدالحفیظ
آپ ہیں آقائے نعمت مصطفیٰ حیدر حسن

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

مولانا محمد ابرار حسین رضوی
رضا جامع مسجد، بہرام نگر، باندرہ ایسٹ، ممبئی ۵۱

نوری کرن

نور والے گھر انے کی نوری کرن
میرے سید حسن میرے سید حسن
فضل محبوب رب سایۂ پنجتن
میرے سید حسن، میرے سید حسن
میرے سید حسن، میرے سید حسن
حافظ و قاری صوفی، امام وخطیب
اور روحانیت کے تھے حاذق طبیب
مسلک اعلیٰ حضرت کے اعظم نقیب
زاہد و متقی، ماہرِ علم و فن
میرے سید حسن، میرے سید حسن
قادریت کی تو شان تھاباخدا
تونے ایسا امینِ شریعت دیا
جس نے بجھتا دیا حق کا روشن کیا
تاابد جگمگاتی رہے انجمن
میرے سید حسن، میرے سید حسن
وارثِ غوث اعظم ہے، تو ہے ولی
مسکرادو تو کھل جائے مردہ کلی
جگمگا اٹھے مارہرہ کی ہر گلی
یاد آتی ہے ہر اک ادا ، بانکپن
میرے سید حسن، میرے سید حسن

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

ہم گنواروں کو عزت تجھی سے ملی
ہم غریبوں کو دولت تجھی سے ملی
ہم تھے گمنام، شہرت تجھی سے ملی
پھر نچھاور کریں کیوں نہ ہم جان و تن
میرے سید حسن، میرے سید حسن

جانِ احمد رضا، روحِ آلِ عبا
اک ادھر مصطفےٰ، اک ادھر مصطفےٰ
مفتیِ ہند یہ ہیں تو وہ باصفا
ہے شریعت طریقت کی گنگ و جمن
میرے سید حسن، میرے سید حسن

مثلِ ابر بہاری برستا رہے
اور خورشید جیسا چمکتا رہے
صدقۂ نور تا حشر بٹتا رہے
یوں ہی جاری رہے تیری نہر لَبن
میرے سید حسن، میرے سید حسن

نظرِ دشمناں سے بچانا سدا
لگنے پائے نہ اس کو مخالف ہوا
تا ابد اس چمن میں کھلیں یا خدا
لالۂ و نسترن اور گل و یاسمن
میرے سید حسن، میرے سید حسن

ہے یہی آرزو تیرے ابرار کی
بس پلا دو شراب اپنے دیدار کی
لاج رکھ لو شہا اس گنہگار کی
سارے برکاتی کہتے ہیں ہوکے مگن
میرے سید حسن، میرے سید حسن

☆☆☆

ماسٹر محمد لعل قادری برکاتی مرحوم

بہار جانفزا

جان و دل تم پر فدا یا مصطفٰے حیدر حسن
میرے مرشد کی وِلا یا مصطفٰے حیدر حسن

یاد تیری کر رہے ہیں دم بدم ہم خوب خوب
میرے محسن، رہنما یا مصطفٰے حیدر حسن

میرے گھر کا بچہ بچہ تیرے در کا ہے گدا
ان کے حق میں کر دعا یا مصطفٰے حیدر حسن

سُنیت کو کیا سنوارا تو نے پاک و ہند میں
دین چمکا جابجا یا مصطفٰے حیدر حسن

گلشنِ برکات میں ہے تیرے دم سے جو بہار
ہے بہار جانفزا یا مصطفٰے حیدر حسن

سُنیوں پر لطف اور اکرام تیرے ہر گھڑی
بہر اعدا قہر سا یا مصطفٰے حیدر حسن

خوب صورت، پاک سیرت، نیک طینت واہ وا
کتنا دل کش، خوش نما یا مصطفٰے حیدر حسن

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

مظہرِ قاسم میاں ہے ذات تیری مرحبا
عاشقِ غوث الوریٰ یا مصطفٰے حیدر حسن

حُبِّ احمد سے رہا سرشار ساری زندگی
نائب خیر الوری یامصطفٰے حیدر حسن

خانقاہ و درگہ میں جا کر کے کی جب بھی نگاہ
ہر جگہ جلوہ ترا یا مصطفٰے حیدر حسن

بزمِ برکاتی میں زینت تیرے دم سے ہے شہا
بزم کا دولہا بنا یا مصطفٰے حیدر حسن

تیرے احساں ہم غریبوں پر ہیں بے حد بے شمار
دے خدا اس کی جزا یا مصطفٰے حیدر حسن

لعلؔ عاصی تیرے گھر کا ایک دیرینہ غلام
لطف ہو اس پر سدا یا مصطفٰے حیدر حسن

☆☆☆

ماسٹر غلام احمد برکاتی، چتوڑ گڑھ

میر کارواں

فخرِ ملت، نازشِ ہندوستان جاتا رہا
ہم غلاموں کا جہاں سے پاسباں جاتا رہا
ہم کو روتا اور بلکتا ہی یہاں پر چھوڑ کر
احسن العلما یہاں سے رب کے واں جاتا رہا
سارے برکاتی جہاں میں ہوگئے ہیں اب یتیم
جو ہمارا تھا شفیق و مہرباں جاتا رہا
عالمِ اسلام میں جس نے سنارو کر کہا
ناز بردار و نگہباں وہ میاں جاتا رہا
جن کی صورت دیکھنا ہی تھا عبادت میں شمار
کہہ اٹھے سب، حق سے ملنے کا نشاں جاتا رہا
کاروانِ علم کا بے مثل اک سالار تھا
رہ دکھائے کون میر کارواں جاتا رہا
جس نے علمِ دین سے ہم سب کو بہرہ ور کیا
وہ نقیب سنیاں اور مفتیاں جاتا رہا
آبروئے سنیت اِک آپ ہی کی ذات تھی
گلستانِ سُنیت کا باغباں جاتا رہا
جن کے دسترخوان سے کھا کر زمانہ پل رہا
ایسا پیارے فیض والا میزباں جاتا رہا

جو تھا ملجا، جو تھا ماویٰ، جو تھا ہادی، پیشوا
آہ اے احمد وہی پیر مغاں جاتا رہا

☆☆☆

محمد عنایت اللہ برکاتی

برکاتی گھرانہ

بفضلِ رب ہمارا سلسلہ ہے اہل سنت کا
مسلمانوں چلے آؤ یہ در ہے شاہ برکت کا
یہ برکاتی گھرانہ ہے یہاں اپنوں کا کیا کہنا
یہاں غیروں میں بھی بٹتا ہے باڑہ شاہ برکت کا
یہ مارہرہ ہے اک بازارِ الفت ، دیکھ لو آ کر
یہاں سکہ نہیں چلتا کسی دنیاوی نصرت کا
جناب حضرت نوری کا یہ فیضان ہی تو تھا
بنا احمد رضا خاں اعلیٰ حضرت، اہل سنت کا
مرے مرشد ہیں حضرت مصطفیٰ حیدر حسن قبلہ
جنہوں نے عمر بھر چھوڑا نہ دامن فرض و سنت کا
یہیں کے حضرت سید امیںؔ ہیں، اشرفؔ و نظمیؔ
یہ مارہرہ، یہاں بہتا ہے دریا علم و حکمت کا
جناب مصطفیٰ حیدر حسن کے چاروں شہزادے
خوشاقسمت جسے مل جائے موقع ان کی قربت کا
وہ اپنا ہو، پرایا ہو، کسی کا ہو، کہیں کا ہو
مرے مرشد نے رکھا ہے سبھی پر دستِ شفقت کا

عنایت پر عنایت ہو، عنایت ہوگی اے آقا
مرے کاندھوں پہ پڑجائے دوشالہ فضل ورحمت کا

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

محمد عنایت اللہ برکاتی
کانپور

لطفِ حسن

دیکھئے لطف حسن ہر دم بڑی سرکار میں
کیجئے دل اپنا اپنا خم بڑی سرکار میں

دید کے قابل ہے مرشد کے غلاموں کا ہجوم
تاقیامت یہ رہے دم خم بڑی سرکار میں

ہے یہ ہم سب کا عقیدہ، آج سب موجود ہیں
مصطفیٰ ﷺ سے مرشد اعظم بڑی سرکار میں

مصطفیٰ حیدر حسن کی آج برسی میں شریک
ہیں رضا اور مفتئ اعظم بڑی سرکار میں

مانگنے والوں نے مانگا اور مانگے جائیں گے
کیا نہ پائیں گے یہاں پر ہم بڑی سرکار میں

چشم بینا ہو تو آکے دیکھ لے نجدی یہاں
دور ہوتے ہیں سبھی کے غم بڑی سرکار میں

ہوگئی بخشش سبھی کی جو یہاں پر ہیں شریک
کہہ گئے ہیں مرشد اعظم بڑی سرکار میں

حضرت سید امین و اشرف و افضل ، نجیب
یہ کرم فرماتے ہیں ہر دم بڑی سرکار میں

ہے عنایتؔ کی یہ خواہش سیدی یا مرشدی
آپ کے سائے میں نکلے دم بڑی سرکار میں

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

محمد عنایت اللہ برکاتی، کانپور

ہم شبیہ غوث اعظم

خوبصورت، خوب سیرت مرشد اعظم مرے
دے گئے چشمِ بصیرت مرشد اعظم مرے

حق کی خاطر بدعقیدوں سے مسلسل اک جہاد
سنیت کے تھے مجاہد مرشد اعظم مرے

جس نے بھی دیکھا انہیں قربان ان پر ہوگیا
ہم شبیہِ غوث اعظم مرشد اعظم مرے

وہ بریلی کا مجدد حضرت احمد رضا
اس کا مسلک بانٹتے تھے مرشد اعظم مرے

اُن کی شفقت پر یہی کہتا ہے اُن کا ہر مرید
چاہتے تھے ہم کوزیادہ مرشد اعظم مرے

اپنی بخشش کے لئے میں سوچتا ہرگز نہیں
مصطفیٰ حیدر حسن ہیں مرشد اعظم مرے

احسن العلما لقب جن کو دیا تھا قوم نے
رکھتے تھے ایسی فضیلت مرشد اعظم مرے

حضرت سید امین و اشرف و افضل، نجیب
یہ ستارے دے گئے ہیں مرشد اعظم مرے

مسلک احمد رضا پر ڈٹ کے رہنے کا سبق
وقت آخر دے گئے ہیں مرشد اعظم مرے

سانس اب رکنے لگی ہے آگیا وقت نزع
اک جھلک دکھلاؤ مجھ کومرشد اعظم مرے

ہو عنایت پر عنایت آپ کی یا سیدی
آپ ہی پر ہے بھروسہ مرشد اعظم مرے

☆☆☆

ارشاد احمد رضوی ساحلؔ شہسرامی

یادِ حسن

میرے آقا، میرے محسن، میرے شیخ ذوالمنن
آپ کیا رخصت ہوئے سونا ہوا سارا چمن
رونقیں گم، زندگی اب مایۂ حسرت ہوئی
یاس و کلفت کی فضا میں چھاگئے رنج و محن
کیسے افکار پریشاں کو سکوں مل پائے گا
آہ! سرکیں گے دلوں سے اب کہاں رنج ومحن
تیری شفقت دے گئی مردہ دلوں کو زندگی
رونق افزائے چمن تھے پھول برساتے دہن
آپ کی ہستی سراپا نور کی تفسیر تھی
قلب نوری ، جان نوری، نوری چہرہ، پیرہن
آیۂ تطہیر کا حسن جہاں افروز تھا
پاک طینت ، پاک خصلت، پاک باطن، پاک تن
آپ کا رشتہ اسی سرچشمۂ رحمت سے ہے
موجزن ہیں شرع و باطن کے جہاں گنگ وجمن
وحدتیؔ برکاتؔ کی اچھائیاںؔ ، ستھرائیاں
پیکر نوریؔ میں تھا سچائیوں کا بانکپن

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

تجھ سے بارونق جہاں تھا معرفت کے نور کا
رشک گلشن تھا سراپا تیرا اے سروچمن

تو نے بخشا کشت ویراں کو سدا ذوق نمو
تیرے فیض باطنی سے مسکرا اٹھے چمن

تیری محفل موردِ الطاف و انوارِ خدا
جیسے نورِ کہکشاں سے سج گئی ہو انجمن

کس کی الفت سے نہ جانے کتنے دل آباد تھے
ہاں وہی جو تھا اکیلی ذات میں خود انجمن

آپ تھے تو مسکراتے تھے چمن میں پھول سب
آپ کیارخصت ہوئے کہ ہوگئے گلزار بَن

آسماں برسوں میں پاتا ہے ترے جیسا وجود
اب تکاکرتارہے گا پھر سے یہ چرخِ کہن

اپنے پیاروں کو تسلی آپ ہی دے جایئے
درد کے ماروں پہ برسے شیخ ! رحمت کی بھرن

بے کسانِ اہل سنت کی مدد فرمایئے
وحدتِ ملی سے ہو شیرازہ بندیٔ چمن

ٹوٹتے دل ہوں شگفتہ اور روتے ہنس پڑیں
آپ کے تاروں سے پھوٹے روشنی کی پھرکرن

اہل سنت کے سہارے ٹوٹتے جاتے ہیں اب
یا خدا ان کا بدل دے باطفیل پنجتن

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

اپنے جلوؤں سے نوازا کیجئے ناشاد کو
شیطنت کی ظلمتوں میں گھر چکا ہے میرا من
علم کی دولت عطا فرمایئے ارشاؔد کو
رونق شرع مبیں پُر نور کردے میرا من
زندگی تو کٹ ہی جائے گی دعا فرمایئے
خاتمہ ایمان پر ہو بندہ جب اوڑھے کفن
منتظر ہے ساحلؔ افسردہ تیری دید کا
آلگالے اب گلے سے مجھ کو اے موجِ حسن
کیوں بہت بے چین ہے تو ان کے جلوؤں کے لیے
موجِ رحمت آملے گی تو بھی کوئی چیز بن

باادب حاضر ہو ساحلؔ بارگاہِ نور میں
باہمہ ایں تیرگی تو نعرۂ ترکی مَزَن

☆☆☆

۲۱/اکتوبر ۱۹۹۵ء شنبہ کو سیدی الکریم حضرت احسن العلما قدس سرہٗ
کے مواجہۂ اقدس میں یہ کلمات عقیدت نذر کئے گئے۔

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

ارشاد احمد رضوی ساحلؔ شہسرامی

ذکرِ حسن

زندگی کو مل گئی تیرے تصور کی سند
قطرۂ بے قدر نے پائی سمندر کی سند

شانِ عظمت، آنِ رفعت تیرے قدموں میں جھکی
کی عطا مولیٰ نے تجھ کو ایسے منبر کی سند

اے فروغِ علم وسنت، غازۂ دین کرم
تو نے بانٹی ہے دلوں کا عشق سرور کی سند

علم دیں کو کون گوشہ تیری نظروں میں نہ تھا
پائی تو نے فقہ و سنت، حفظِ انور کی سند

گل بداماں، نور افشاں تیرا پاکیزہ دہن
تیری ہستی تھی ہمارے ماہ و اختر کی سند

بیچتے تھے جو دوائے دل کہیں وہ جا بسے
ناصبوری کیسے پائے ایسے بہتر کی سند

وہ حویلی، وہ مکاں اب بھی ہے لیکن تم کہاں؟
ڈھونڈتی پھرتی ہیں آنکھیں دیدۂ تر کی سند

دم میں دیکھا پھر نہ پایا جلوۂ زیبا ترا
کام آئے گی مگر ہر دم یہ دم بھر کی سند

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

ڈگمگا کر تھم گئی میری بھی کشتیٔ حیات
دیکھ لی باد جفا نے تیرے لنگر کی سند

میں چلا جب سوئے منزل کھو گئے سب راستے
کھینچ کر تم نے ہی دی ہے اپنے دفتر کی سند

سلسلے آشفتگی کے ختم ہوتے ہی نہیں
آپ ہی دے جاؤ پیارے! اپنے منظر کی سند

حاضرِ در ایک بیمار الم نے دی صدا
بھیک میں دیدو مجھے بھی لطفِ اطہر کی سند

اے جہانِ کیف و سر مستی، سراپا جستجو
تیرے در سے ہی ملے گی لطفِ خوش تر کی سند

ساحلِ بے کس کہاں جائے حسنؔ کو چھوڑ کر
ہاں ملے گی، ہاں ملے گی ان سے کوثر کی سند

☆☆☆

ارشاد احمد رضوی ساحلؔ شہسرامی

میری منزل

اے رونقِ دل، دل کی محفل، تیرا ہی کرم میری منزل
گلشن گلشن مہکا مہکا، درپن درپن چمکا چمکا
آنکھوں میں بسا تیرا جلوا، فکروں پہ سجی تیری کہکل
اے رونقِ دل، دل کی محفل، تیرا ہی کرم میری منزل
تو کیف سراپا بن جائے، فیضانِ تقدس چھاجائے
جب گلبنِ زہرا لہرائے، برکت سے سجے تیری محفل
اے رونقِ دل، دل کی محفل، تیرا ہی کرم میری منزل
فکروں میں سجا، یادوں میں بسا، زیبائی دل جلوہ تیرا
اے میرے حسنؔ! وہ اک لمحہ، لمحوں کا ہوا میرے حاصل
اے رونقِ دل، دل کی محفل، تیرا ہی کرم میری منزل
باتیں تھیں تری کیا نور بھری، خوشبو میں بسی، نغموں سے سجی
ویرانۂ دل گو نجے اب بھی، پاجائے سکوں تیرا بسمل
اے رونقِ دل، دل کی محفل، تیرا ہی کرم میری منزل
اٹھتے ہیں ترے در سے ذرے، بنتے ہیں افق کے مہ پارے
داتا نوری تو ہے پیارے، دے در پہ کھڑے ہیں سب سائل

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

اے رونقِ دل، دل کی محفل، تیرا ہی کرم میری منزل
صحرائے جنوں کی متوالی، یہ خستہ دلی، یہ بدحالی
بس تیرے کرم نے ہی ٹالی، حل تو نے ہی کی ہے ہر مشکل
اے رونقِ دل، دل کی محفل، تیرا ہی کرم میری منزل
عشقیؔ برکت، عینیؔ شوکت، نوریؔ خلّت، نظمیؔ شفقت
دیں تجھ کو حسنؔ نے سب نسبت، کیا بات ہے تیری اے ساحلؔ

اے رونق دل، دل کی محفل، تیرا ہی کرم میری منزل

☆☆☆

ارشاد احمد رضوی ساحلؔ شہسرامی

حُسنِ حَسَن

جگمگاہٹ ہے تری فکر کے ایوانوں میں
شمع روشن ہے تری دل کے شبستانوں میں
نوری فطرت ہے تری عشق کا شفاف ورق
نور چھنتا ہے ترا حسن کے کاشانوں میں
تیری زرتاب جبیں ،نور کی لہریں لیتی
پھول برساتے دہن دل کے گلستانوں میں
گفتگو حکمت و دانش کا رواں سر چشمہ
کچھ خموشی بھی نہیں کم تھی گراں، معنوں میں
تیرے چہرے کی دمک ،بدر کو شرماتی تھی
مسکراہٹ نے اُجالے کیے زندانوں میں
شانۂ نور معانی کا سمندر ٹھہرا
قلب ترشا ہوا جوہر تھا ادب خانوں میں
آہٹیں اب بھی سماعت کو ترنم بخشیں
مدھ بھری آنکھ تو جل تھل کرے شریانوں میں
آپ کے دست کرم ،جود کی منزل ٹھہرے
کھل کے برسے ہیں ہر اک ظرف کے میدانوں میں
ان کی یادوں کی لطافت ،دلِ آشفتہ دیکھ
پھول کھل آئے ہیں کتنے ترے ویرانوں میں
تو شریعت کا بھرم اور طریقت کا سنگھار
سکہ چلتا تھا ترا دہر کے دیوانوں میں

تیرے لطفی کا یہ ساحلؔ بھی عجب بے کس ہے
تنہا تنہا سا یہ رہتا ہے بھری جانوں میں

☆☆☆

سید محمد اشرف قادری برکاتی

سیدی مغفور آہ

(لوحِ مزار)

اے کہ تیری فکر سے پُر نور ہیں سب کے دماغ
اے کہ تیری یاد سے روشن ہیں سینوں کے چراغ
حافظ و قاری و عالم، صوفی و واعظ، امام
کیا مہکتے پھول رکھتا تھا تری ہستی کا باغ
تو تھا شانِ قادریت ، امتیاز سُنّیت
ساقیِ برکات تو نے بھر کے بانٹے تھے ایاغ
ہندو پاک و یورپ و افریقہ سے نیپال تک
سلسلے نے تیرے دم سے کس قدر پایا فراغ
لوگ تو باتوں سے دیتے ہیں بزرگوں کی خبر
تیری نظروں سے ملا کرتا تھا اگلوں کا سراغ
آبروئے خاندانِ مُوتمِ اشبال تھا
تیری صورت دیکھ کر کافور تھے زاغ و کلاغ
تیری فیاضی کا شہرہ قریہ قریہ، کو بہ کو
دینے والے نے ترے ہاتھوں کو بخشا تھا فراغ
مصطفیٰ حیدر حسن جنت میں ہیں، ایمان ہے
نام کے اجزائے پاکی سے یہی پایا سراغ
ماہِ غوث پاک کی سب سے منور رات تھی
جب جہانِ خاک کی بندش سے پایا تھا سراغ

سوئے جنت جا چکے ہیں سیدی مغفور آہ (۱۴۱۶ھ)
اشرف مغموم نے قرآں سے پایا ہے سراغ

☆☆☆

سید محمد اشرف قادری برکاتی

لوگ ہمیں اب بھاتے کب ہیں

رونا ہم کو کب نہیں آتا، رونے سے وہ آتے کب ہیں

یاد کی تم نے خوب سنائی، دل سے بھلا وہ جاتے کب ہیں

عالم و کامل، حسن میں یکتا، فن کے ماہر لوگ بہت

چشم تصور تیرے صدقے، لوگ ہمیں اب بھاتے کب ہیں

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

سید محمد اشرف قادری برکاتی

وہ مہربان نگاہیں

(حضور والد ماجد علیہ الرحمۃ کی یاد میں)

وہ آسمان صفت استعارۂ وسعت
وہ گلستان صفت استعارۂ فرحت
وہ خاندان صفت استعارۂ الفت
وہ سائبان صفت استعارۂ شفقت

یہ سارے لفظ حقیقت ہیں، شاعری نہ کہو
یہ میرے دل کی صدائیں ہیں، ساحری نہ کہو

سفید ریش، سیہ چشم ، صندلی رنگت
گلابی ہونٹ ، کھڑی ناک، سروسی قامت
نشانِ سجدہ تھا ماتھے پہ بدر کی صورت
فراخ سینہ الم نشرح کی کھلی قدرت

وہ زرد رنگ کا صافہ سفید چہرے پر
کہ جیسے مہرنے اوڑھی ہو ماہ کی چادر

اکیلے میں میرے رہتا ہے جیسے ساتھ کوئی
میں سونے لیٹوں تو رکھتا ہے سر پہ ہاتھ کوئی
ذرا سا ان کے تصور کو دوں ثبات کوئی
معاً یہ لگتا ہے کرتا ہے جیسے بات کوئی

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

تصورات کے سائے بہت گھنیرے ہیں
تمہاری یاد کے سارے خزانے میرے ہیں
قرآنِ پاک وحدیث وفقہ کے تھے غماز
سلیس و سادہ زباں، نرم نرم سا انداز
نپے تلے ہوئے جملے تھے اور بلند آواز
بغیر باجوں کے بجتا تھا جیسے کوئی ساز
بیان کرتے تھے جس دم نبی کے منبر پر
پرندے بیٹھے ہوں جیسے سبھی کے شانوں پر
عزیز اور مریدوں کا دھیان رکھتے تھے
سبھی کا پاس بصد عزو شان رکھتے تھے
کچھ اس قدر وہ سبھی کا دھیان رکھتے تھے
ہمیں جیتے ہیں سب یہ گمان رکھتے تھے

شفیق ہاتھوں کے سر پر ابھی بھی احساں ہیں
وہ مہربان نگاہیں ابھی بھی نگراں ہیں

☆☆☆

سید محمد اشرف قادری برکاتی

حسین نگینہ

ظاہر و باطن، خلوت وجلوت، ان کا ایک طریقہ تھا
دل میں کچھ ہو، لب پر کچھ ہو، ایسا کہاں سلیقہ تھا
حسب نسب سچے موتی سا، سلسلہ بیعت سونے سا
برکاتی زیور خانے میں کیسا حسیں نگینہ تھا
طوفاں آئیں، بادل گرجیں، تیز ہوا، پر دل بے خوف
لاکھوں ناویں ساتھ ترا کر چلنے والا سفینہ تھا
نظروں میں شفقت کے ہیرے، بات میں موتی چاہت کے
برکاتی توشے خانے میں ایسا ایک خزینہ تھا
سارے مریدوں کو دعوا ہے ہم سے چاہت زیادہ تھی
جنسِ محبت ارزاں تھی اور خرچ کا ان کو قرینہ تھا

ان کے سارے مناقب لکھنا تیرے بس کی بات نہیں
تیرے دست وقلم میں اشرف ایسا کہاں سلیقہ تھا

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

سید محمد اشرف قادری برکاتی

زینتِ اہل سنت

(بہ طرز سلام)

نازشِ قادریت پہ لاکھوں سلام
زینتِ اہل سنت پہ لاکھوں سلام

علم والوں کی عزت پہ لاکھوں سلام
اپنے چھوٹوں سے شفقت پہ لاکھوں سلام

باپ ماں دونوں زہرا کے گلشن کے پھول
اِس معطر نجابت پہ لاکھوں سلام

زیدی القادری، واسطی، قاسمی
ان کی ہر ایک نسبت پہ لاکھوں سلام

ذاتِ سید حسن، فخرِ کل خانداں
وارثِ شاہ برکت پہ لاکھوں سلام

زیبِ سجادۂ شاہ قاسم میاں
نایبِ شاہ برکت پہ لاکھوں سلام

عاشقِ شاہ احمد رضا خاں تھے وہ
شارحِ اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

فکر و قول و عمل سب میں محتاط تھے
ان کے پاسِ شریعت پہ لاکھوں سلام

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

حلم وجود و عطا، شکر و صبر و رضا
ان کے طرزِ طریقت پہ لاکھوں سلام
انکساری وطیرہ رہا عمر بھر
اُن کی سادہ طبیعت پہ لاکھوں سلام
ماموں، نانا، برادر کے نزدیک ہے
ان کی تربت کی قسمت پہ لاکھوں سلام
نور کا مینھ برستا ہوا قبر پر
اے حسنؔ تیری تربت پہ لاکھوں سلام
سید العلما، احسن العلما
دائمی اس رفاقت پہ لاکھوں سلام

نعت کے نخل پر منقبت کا ثمر
شعر اشرفؔ کی ندرت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆

سید محمد اشرف قادری برکاتی

رہبرِ کامل، مرشدِ اعظم

رہبرِ کامل ، مرشدِ اعظم حسنؔ میاں پھر یاد آئے
مذہب اور اسلاف کے محرم حسنؔ میاں پھر یاد آئے

برکاتی گنبد کو دیکھا، ان کا چہرا یاد آیا
ان کا چہرا نورِ مجسم حسنؔ میاں پھر یاد آئے

درگاہ و مسجد سے لے کر خانقہ و مہماں خانہ
چون سال کی خدمتِ پیہم حسنؔ میاں پھر یاد آئے

بڑی بڑی آنکھوں میں ان کی شفقت کے دو دریا تھے
ساون کی رم جھم سا تکلم حسنؔ میاں پھر یاد آئے

ابر چھٹے، ظلمت ہٹ جائے ، تارے نکلیں ، نور بہے
ان کا تبسم ایسا تبسم، حسنؔ میاں پھر یاد آئے

بادۂ حمد و نعت سے ہم کو جیون بھر سرشار رکھا
امرت گھولے ان کا ترنم، حسنؔ میاں پھر یاد آئے

اک گلشن مرے اندر ہے اور اک گلشن مرے باہر ہے
کہتی ہے یہ قبرِ مکرم حسنؔ میاں پھر یاد آئے

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

جگ مگ جگ مگ یاد کے جگنو خیالوں کی انگنائی میں
درد کو چھیڑے پُروا ہر دم حسنؔ میاں پھر یاد آئے

ان کی پڑوس کا کوئی چولہا ان کے جیتے جی نہ بجھا
ایسے سخی کو یاد کریں ہم حسنؔ میاں پھر یاد آئے

ان کے ہاتھ پہ بکنے والے پھر نہیں بکتے کسی عوض
نہ سونا نہ روپیہ درہم حسنؔ میاں پھر یاد آئے

یادوں کے آباد جزیرے اپنی سمت بلاتے ہیں
دور بھی ہوائے سختیِ موسم حسنؔ میاں پھر یاد آئے

ان کے ذکر سے افسردہ کلیاں بھی کھل کر پھول بنیں
پونچھ لے اشرفؔ چشمِ پرنم حسنؔ میاں پھر یاد آئے

☆☆☆

سید محمد اشرف قادری برکاتی

سروِ گلستاں

(عرس احسن العلما کے موقع پر منارہ مسجد، بمبئی میں ماہِ اگست ۱۹۹۹ء کو پڑھی گئی)

آنکھوں میں بس گئی ہے صورت حسنؔ میاں کی
دل میں سما گئی ہے الفت حسنؔ میاں کی

اہل سُنَن پہ ہر دم رحمت حسنؔ میاں کی
اور دیں کے دشمنوں پر شدت حسنؔ میاں کی

اچھے میاں کی صورت، صورت حسنؔ میاں کی
نوری میاں کی طلعت، رنگت حسنؔ میاں کی

جو دو کرم، سخاوت ، مذہب پہ استقامت
ان تین سے بنی تھی سیرت حسنؔ میاں کی

ہونٹوں پہ وہ تبسم، آنکھوں میں وہ محبت
کیسے مرید بھولیں چاہت حسنؔ میاں کی

وہ ماہِ آسماں تھے، وہ سَروِ گلستاں تھے
روشن جبین والی قامت حسنؔ میاں کی

ہونٹوں کا وہ تبسم، روتوں کو جو ہنسادے
زخموں پہ رکھنا مرہم عادت حسنؔ میاں کی

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

چھتنا راک شجر تھے ہم سب کے سر کے اوپر
اب کس طرح سے پائیں شفقت حسنؔ میاں کی

علمائے دین و ملت تو فیر ان سے پاتے
اور سب مرید پاتے الفت حسنؔ میاں کی

سارے مرید اپنے دل میں یہ سوچتے ہیں
ہم کو ملی ہے زیادہ چاہت حسنؔ میاں کی

حضرت امینؔ و افضلؔ ، نظمیؔ ، نجیبؔ و اشرفؔ
ان سب پہ کس قدر تھی شفقت حسنؔ میاں کی

چہرے کو نم کیا پھر اللہ کو پکارا
سنت کا آئینہ تھی رحلت حسنؔ میاں کی

اللہ اور نبی کے فضل و کرم کے صدقے
ہم سب حسنؔ میاں کے ، جنت حسنؔ میاں کی

قبل از وصال بھی وہ بیٹوں سے کہہ رہے تھے
احمد رضا سے جو تھی الفت حسنؔ میاں کی

فتنوں کو دور رکھنا اور حق پہ جم کے رہنا
مٹی میں مت ملانا محنت حسنؔ میاں کی

اس مردِ بے غرض میں کیا خوبیاں جمع تھیں
اشرف سے کب ہے ممکن مدحت حسن میاں کی

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

سید محمد اشرف قادری برکاتی

یادِ حسن

(خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ مطہر میں ۱۵؍ربیع الآخر ۱۴۲۰ھ مطابق
۲۹؍جولائی عرسِ احسن العلما کے موقع پر پڑھی گئی)

پھر غرقِ مئے رنج و محن ہونے کو ہے دل
پھر یادِ حسنؔ آئی ہے پھر رونے کو ہے دل

پہلے بھی اسی موقعے پہ دل خون ہوا تھا
پھر آنکھوں سے اشکوں کی جگہ بہنے کو ہے دل

پھر پُروانے چھیڑا ہے کوئی درد پرانا
تجدیدِ جدائی کا ستم سہنے کو ہے دل

ہر سال تری یاد کی شدت میں اضافہ
اس بار تو سینے سے جدا ہونے کو ہے دل

تلقینِ شکیبائیِ ہجراں کا کروں کیا
کچھ سُننے پہ راضی نہیں، کچھ کہنے کو ہے دل

اُس چہرے کی یادوں نے بُھلا رکھا ہے سب کچھ
دیدارِ رخِ یار پہ سب دینے کو ہے دل

تم قبرِ منور سے یہ چادر تو ہٹالو
ہر چاہنے والے کا فدا ہونے کو ہے دل

اشرفؔ سے کہو منقبتیں پڑھتا رہے یونہی
ہونٹوں سے نہیں جی سے دعا دینے کو ہے دل

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

سید محمد اشرف قادری برکاتی

بے ریا، باوفا

عالمِ باعمل، صوفیِ باصفا
شاہِ سید حسنؔ، بے ریا باوفا
میزباں عرس قاسم کے وہ ہی تو ہیں
پہلے ظاہر تھے، اب اوڑھ لی ہے رِدا

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

سید محمد اشرف قادری برکاتی

برکاتی دیپک

آنکھوں کا جادو، بالوں کی خوشبو، اعلیٰ دماغی، سادہ مزاجی
یہ ہے سراپا میرے حسن کا، یادوں سے جن کی دل ہے گلابی
چندا سا چہرہ، تاروں سی آنکھیں، سونے کا لہجہ، زم زم سی باتیں
جس نے بھی دیکھا دل کی نظر سے، مٹ گئی دل کی ساری خرابی
روشن جبیں تھے، ماہِ مبیں تھے، ہاتھوں میں برکت، نورانی صورت
وہ جانشینِ برکات بھی تھے، وہ جانشینِ نوری میاں بھی
آسانیوں میں شاکر رہے وہ، مشکل میں ہردم صابر رہے وہ
حکمِ خدا پر عامل رہے وہ، رب کی رضا میں مرضی ملادی
ہم نے جب آنکھیں کھولیں تو دیکھا، اک فرد ایسا فطرت تھی جس کی
سارے عزیزوں کی خیر خواہی، سارے مریدوں کی غم گساری
ریشم کی ڈوری بغداد والی، بے غم ہوا وہ جس کے بھی باندھی
حاجی میاں کی گدی سجادی، نوری علم کی قیمت بڑھادی
برکاتی دیپک یوں جگمگایا، سرحد کہاں، کی پہرا کہاں کا
امریکہ یورپ اور ایشیا سے زمبابوے اور وہ ملک ملاوی
احمد رضا سے تھی ایسی الفت، فرمارہے تھے وہ وقتِ رحلت
ان کا نہیں جو، اپنا نہیں وہ، سارے جہاں میں کردو منادی
معمورۂ دل گلزار ہوجا، یادِ حسن کی پروا چلی ہے
پُروا بھی کچھ ایسی بھینی بھینی، موسم کی ساری کلفت مٹادی

پُروا ہمیں تو بھاتی بہت ہے، یادوں کے زخموں کو چھیڑتی ہے
یادوں کی کھڑکی سے ہم نے اشرف اب کے جنوں میں کنڈی گرادی

(۱۴ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ)

☆☆☆

کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

(نثر میں)

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

صبر واستقامت کے پیکر

(فقیہ اعظم ہند شارحِ بخاری حضرت مفتی شریف الحق قادری برکاتی امجدی)

حضرت احسن العلما علم ظاہر و باطن کے مجمع البحرین تھے۔ میرا ان سے ہمیشہ سے بہت خصوصی تعلق رہا۔ میں ان کے ساتھ خلوت میں بھی رہا، جلوت میں بھی رہا، سفر میں بھی رہا، حضر میں بھی رہا۔ نجی مجالس میں گھنٹوں ان کے ملفوظات سنے اور اجلاس میں تقریریں سنیں۔ میں نے ان کا کوئی قول وفعل شریعت کے خلاف نہیں پایا۔ صورت ایسی دلکش کہ دیکھنے والا دیکھتا رہ جائے۔ سرخ و سفید رنگ، درخشاں کشادہ پیشانی، نرگسی آنکھیں، گلابی رنگ کے ہونٹ، رخسار ایسے روشن کہ اس سے نور کی کرنیں پھوٹتی تھیں۔ مسلسل گوناگوں جان لیوا علالتوں کے باوجود چہرے کی نورانیت، تابانی، سرخی اور کشش میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ اخلاق ایسا وسیع اور بلند کہ ہر شخص کو یہ گمان ہوتا تھا کہ مجھ ہی کو سب سے زیادہ مانتے ہیں۔ حاضرین عوام بلکہ گنواروں کے انتہائی تکلیف دہ رویہ کے باوجود کبھی چہرہ پر شکن نہیں دیکھی گئی۔ حضرت کی عالی ظرفی ایام عرس میں اپنے شباب پر ہوتی، عوام زیارت اور دست بوسی کے لیے ایک دوسرے پر گرے پڑتے۔ کبھی کبھی حضرت کے اوپر بھی گر پڑتے مگر کبھی کسی کو نہ ڈانٹا، نہ جھڑکا۔ جوانی کی بات جانے دیجئے اخیر عمر مبارک میں جب کہ مسلسل پندرہ سال تک اختلاج قلب (ہارٹ اٹیک) کے مستقل مریض رہے، عرس کے ایام میں چھ چھ گھنٹے تک ایک طرح بیٹھے رہتے۔ نہ پہلو بدلتے اور نہ گھبراتے اور نہ چیں بہ جبیں ہوتے۔

ایام عرس میں قل کا دن بڑا صبر آزما ہوتا تھا۔ نو دس بجے تقریباً حویلی سے باہر تشریف لاکر درگاہ شریف میں بیٹھ جاتے تقریباً دو ڈھائی بجے قل ہوتا، قل سے پہلے کم از کم آدھ گھنٹے تقریر فرماتے پھر خانقاہ شریف سے جامع مسجد برکاتی میں تشریف لے جاتے اور پھر پیچ در پیچ تبرکات رکھنے والی الماریوں کو کھلواتے اور دیکھتے اور تبرکات کے

ساتھ پھر خانقاہ میں تشریف لاتے۔ اسے کھولتے اور تقریباً دس بارہ تبرکات کی زیارت کراتے پھر سب کو سمیٹ کر بند کرتے اور پھر اسے زنان خانے میں لے جاتے۔ وہاں مستورات کو زیارت کراتے پھر جامع مسجد برکاتی میں واپس لاکر الماری میں بند فرماتے۔ اس کے بعد حویلی سجادگی میں تشریف رکھتے۔ گھٹنوں میں تکلیف کی وجہ سے سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتے تھے، اس لیے حویلی سجادگی ہی میں نماز ادا فرماتے۔ اس وقت واپس ہونے والے زائرین کا اتنا ہجوم ہوتا کہ ہم جیسے لوگ اس بھیڑ میں بار بھی نہ پاتے۔ بارہ بجے رات تک یہی سلسلہ رہتا۔ اب کوئی ٹھنڈے دل سے سوچے کہ کیا آج کوئی جوان ان سب پر خندہ پیشانی کے ساتھ عمل کرسکتا ہے؟

رات میں صبح صادق سے دوڈھائی گھنٹے پہلے اٹھ جاتے ضروریات سے فارغ ہوکر نماز تہجد ادا کر کے ذکر، مراقبہ کرتے، پھر تازہ وضو کرتے۔ فجر کی سنتیں اول وقت میں پڑھتے پھر تلاوت شروع کر دیتے، پھر وقت مقررہ پر نماز فجر فرض پڑھ کر تلاوت شروع فرما دیتے۔ بلا ناغہ روزانہ چار پانچ پارہ کی تلاوت کرتے، نماز فجر کے بعد بہت ہلکا سادہ ناشتہ کر کے خطوط کے جوابات تحریر فرماتے۔ اسی اثناء میں باہر جامع مسجد برکاتی کی جنوبی دیوار کے متصل مونڈھوں پر تشریف رکھتے۔ بے شمار، حاجت منداس وقت حاضر ہوتے۔ سب کے لیے دعائیں فرماتے۔ تعویذ بہت کم لکھتے تھے عام طور پر دعائیں فرماتے، مریضوں پر دم فرماتے، عام طور پر دیسی چینی منگا کر اس پر دم فرماتے، کیسے کیسے مریض شفا پاتے اور کیسی کیسی لوگوں کی مشکلیں حل ہوتیں، کتنی حاجتیں لوگوں کی پوری ہوتیں۔ کاش اس وقت کوئی موجود ہوتا اور سب کو قلم بند کرتا تو دنیا کو معلوم ہوجاتا کہ کتنے مستجاب الدعوات اور اللہ کے محبوب بندے تھے۔ بارہ بجے دو پہر تک یہی سلسلہ رہتا پھر کھانا تناول فرما کر ایک آدھ گھنٹے قیلولہ فرماتے پھر بعد نماز ظہر کتابوں کا مطالعہ فرماتے۔ عصر کی نماز کے بعد باہر تشریف لاتے اور آنے جانے والے سے ملاقات فرماتے۔ آپ کی سب سے بڑی خصوصیت تصلب فی الدین تھا۔ مذہب حقہ اہل سنت و جماعت پر بہت سختی سے پابند تھے۔ اس میں ذرا بھی مداخلت گوارا نہ فرماتے۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت

قدس سرہٗ کے حالات وکوائف کی جزئیات پر کامل عبور تھا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ اپنے وقت میں سب سے بڑے ماہر رضویات تھے۔

حضرت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس عہد کے پیروں کے برخلاف علماء کا ان کے شایان شان پورا پورا احترام فرماتے۔ عرس مبارک میں یہ منظر قابل دیدنی ہوتا کہ عرس مبارک کے اجلاس عام میں حضرت خود اور خاندان کے تمام افراد زمین پر ہوتے اور علمائے کرام تخت پر۔

آواز انتہائی شیریں، مترنم اور بلند تھی قرآن مجید اتنا عمدہ پڑھتے کہ سننے والے مبہوت ہوکر رہ جاتے۔ تراویح میں قرآن مجید سناتے تو سننے والے کیف ومستی میں اتنے سرشار ہو جاتے کہ تکان اور اکتاہٹ کا کوئی احساس نہیں ہوتا۔ افسوس! حضرت دنیا سے کیا تشریف لے گئے ہم لوگوں کا سب کچھ اپنے ساتھ لے گئے۔ آپ حقیقی معنوں میں اپنے اسلاف کے جانشین ہی نہیں مظہر اتم تھے۔

☆☆☆

اعزازِ علمائے اور عشقِ رضا

(رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری)

ایک بار میں صبح کے وقت مارہرہ شریف حاضر ہوا۔ بزرگوں کے کریمانہ اخلاق اور خردنوازی کے قصے میں نے بارہا کتابوں میں پڑھے تھے لیکن اس دن پڑھنے کا نہیں بلکہ شرمسار آنکھوں سے مجھے دیکھنے کا موقع ملا۔ انتہائی پرتکلف ناشتہ سے فارغ کرانے کے بعد انھوں نے مجھ حقیر بے توقیر کو اس مقدس تخت کی زیارت کرائی جس پر اعلیٰ حضرت کے پیرومرشد نے انھیں داخل سلسلہ کیا تھا اور عالم محسوس میں ان کا ہاتھ سرکار غوث الوریٰ کے ہاتھ میں دیا تھا.....اس کے بعد اپنے بزرگوں کے ان خلوت کدوں میں

ہماری حاضری کرائی جہاں سالہا سال کی ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ انھیں سلوک ومعرفت کے مقامات طے کرائے جاتے تھے۔ پھر ہمیں جنت کے اس لالہ زار کی طرف لے گئے جسے ہم جنتیوں کی ابدی آرام گاہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ماتھے کی آنکھیں مزارات کی چادروں سے آگے نہیں بڑھ سکیں، دل کی آنکھ رکھتے تو نور کے لہراتے ہوئے وہ چشمے دیکھ لیتے جس کا سوتا مدینہ کے منبع انوار سے ملتا ہے۔

شرابور ہونے کے لیے الطاف وعنایات کی اتنی ہی بارش بہت تھی اس پر مزید کرم یہ ہوا کہ جب رخصت ہونے لگے تو حضرت نے زبردستی ایک لفافہ میری جیب میں ڈال دیا۔ جب میں نے بہت انکار کیا تو ارشاد فرمایا ''رکھ لیجئے اس خانقاہ کی یہی روایت ہے۔'' باہر جا کر لفافہ کھولا تو اس میں پانچ سو کے نوٹ موجود تھے۔ واپس ہوتے ہوئے راستے بھر میں سوچتا رہا کہ روایت کا مطلب سوا اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ اوپر ہی سے ایسا ہوتا چلا آرہا ہے۔ تخیل کے سہارے ہم اوپر کی طرف بڑھنے لگے۔ سلسلہ کی آخری کڑی تک پہنچے تو ایک آواز کان میں گونجی- انما انا قاسم و الله یعطی اللہ عطا کرتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ اب سمجھ میں آیا کہ یہ گھرانہ ہی تقسیم کرنے والے کا ہے۔ اپنی زندگی میں بہت سی خانقاہوں کو ہم نے دیکھ ہے لیکن اس خانقاہ کی یہ ریت دیکھ کر یہ کہنے کو دل چاہتا ہے کہ یہ صرف خانقاہ ہی نہیں بلکہ عصر حاضر کی خانقاہوں کی آبرو بھی ہے۔

آخری زیارت کا شرف مجھے ۲۴/اگست ۱۹۹۵ء کو حاصل ہوا جب کہ حضرت دہلی کے جی. بی. پنتھ اسپتال میں دل کے آپریشن کے لیے سی سی. او میں صاحب فراش تھے۔ ان کے عالی وقار صاحبزادگان پروفیسر ڈاکٹر سید محمد امین اور سید محمد اشرف اور حضرت کے بھانجے پروفیسر ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم کی معیت میں ہم ان کے کیبن میں داخل ہوئے۔ حضرت کے نورانی چہرے پر جیسے ہی نظر پڑی، رقت طاری ہوگئی اور ہم آبدیدہ ہوگئے۔ حضرت پر بھی اس وقت کچھ اسی طرح کی کیفیت طاری تھی۔ اسی عالم میں حضرت نے کل ہند سنی کانفرنس کی کامیابی کے لیے دعا فرمائی جو ۲۶/اگست کو دہلی

کے رام لیلا میدان میں منعقد ہونے والی تھی۔ اس کے بعد حضرت نے اس کمترین کو اپنی دعاؤں اور حوصلہ افزا کلمات سے سرفراز کیا۔

دم رخصت ارشاد فرمایا: مسلک اعلیٰ حضرت پر ڈٹے رہئے!

آج سوچتا ہوں تو کلیجہ پھٹنے لگتا ہے کہ ان کے ایمان کی حس کتنی بیدار تھی کہ موت کا فرشتہ ان کے سرہانے کھڑا تھا اور اس عالم میں بھی انھیں اپنے خاندان کی نہیں صرف مسلک اعلیٰ حضرت کی فکر دامن گیر تھی۔

اعلیٰ حضرت! ناز کرو اپنے مقدر پر کہ تمہارے ''عشق رسول'' کے احترام میں خانوادۂ نبوت کا ایک فرزند جلیل تمہاری یاد کو اپنے کفن میں چھپا کر لے گیا۔ ہزاروں رحمتیں نازل ہوں تم پر بھی اور عالم جاوید کے اس فیروز مند مسافر پر بھی، جس کا عشق موت کی ہچکیوں میں بھی زندہ وسلامت رہا۔

☆☆☆

روایاتِ اسلاف کے امین

(فقیہ ملت حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی)

احسن العلماء حضور سید حیدر حسن میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے ہماری غیر موجودگی میں عرس قاسمی ۱۴۱۲ھ مطابق اکتوبر ۱۹۹۱ء کے موقع پر مارہرہ مطہرہ میں ہماری خلافت کا اعلان فرمایا اور دوسرے سال جب اسی عرس میں ہم وہاں حاضر ہوئے تو حویلی کے اندر ایک مخصوص مجلس، جس میں امین ملت حضرت سید امین میاں صاحب قبلہ بھی تشریف فرما تھے، ہماری دستار بندی فرمائی۔

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے بزرگوں میں سے حضور سید العلماء قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے ممبئی میں کئی بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ پھر وہ براؤں شریف کے جلسۂ دستار بندی میں تشریف لائے تو ان کی خدمت کا موقع بھی میسر ہوا اور حضرت کے ساتھ

بعض جلسوں میں بھی حاضری کا اتفاق ہوا۔حضور احسن العلماء قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے دیدار کا شرف پہلی بار ۱۹۶۳ء میں کانپور کی کانفرنس کے موقع پر حاصل ہوا۔ پھر کبھی کبھی عرس قاسمی میں مارہرہ مطہرہ حاضر ہوکر حضرت سے ملاقات کرتے رہے۔ خلافت سے مشرف کیے جانے کے بعد ہر سال مارہرہ مقدسہ کے عرس قاسمی میں شریک ہوکر حضرت کی زیارت سے شرفیاب ہوتے رہے۔ یہ مشائخ کرام اپنے اسلاف عظام کی روایات کے پورے طور پر امین تھے اور ان کے طریقہ مستقیم پر نہایت شدت کے ساتھ گامزن تھے۔ خاص طور پر اس لیے ہم ان سے متاثر ہوئے اور اس لیے بھی کہ ان کے نورانی چہروں کو دیکھ کر بزرگان سلف کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔

حضور احسن العلماء قبلہ نے جب ہماری خلافت کا اعلان فرمایا تو چونکہ اس وقت ہم خود وہاں حاضر نہ تھے تو وقت اعلان کون کون سے علماء ومشائخ محفل میں موجود تھے ہمیں اس کا علم نہیں۔البتہ شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی ضرور موجود رہے ہوں گے۔اس لیے کہ وہ ہر سال بلاناغہ مارہرہ مطہرہ کے عرس قاسمی میں شریک ہوتے ہیں اور حضرت علامہ محمد احمد صاحب مصباحی نائب صدرالمدرسین جامعہ اشرفیہ مبارکپور اس محفل میں یقیناً موجود تھے جیسا کہ ان کی اس تحریر سے ظاہر ہے کہ میں نے عرس قاسمی میں حضرت احسن المشائخ سے مفتی جلال الدین احمد امجدی مدظلہ کے لیے مطلقاً تفویض خلافت کا اعلان سنا (اہلسنت کی آواز جلد۲ص۶۱).....خلیفہ بننے کے بعد ہم نے اپنے اندر بڑی نورانیت محسوس کی، جبکہ پہلے اس میں کمی پائی جاتی تھی ..... حضرت ہمیں مفتی صاحب کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔

حضرت کی سیرت کے مؤثر پہلو:

حضرت کی سیرت کے اس پہلو نے ہمیں بہت زیادہ متاثر کیا کہ آپ اس زمانہ کے پیروں کے برخلاف علماء کی بڑی عزت کرتے تھے۔پہلی بار جب ہم عرس قاسمی میں حاضر ہوئے اس وقت سے لے کر آپ کی ظاہری حیات کے آخری عرس قاسمی تک ہم نے دیکھا کہ عرس کے عام اجلاس میں خود حضرت اور خاندان کے تمام افراد زمین پر

ہوتے اور علماء تخت پر۔

آپ کا چہرۂ مبارک ایسا روشن اور تابناک تھا کہ اسے دیکھ کر خدا یاد آجاتا، اس سے نور کی کرنیں پھوٹتی تھیں جس پر خاندانی جاہ وجلال اور رعب و دبدبہ پوری طرح نمایاں تھا لیکن گفتگو میں شیرینی ہوتی تھی۔ حضرت کو اپنے حسب ونسب پر غرور نہ تھا اور نہ اپنی سیادت ونجابت کے اعزاز کو انھوں نے اپنا ذریعۂ معاش رکھا اور نہ پیری مریدی کو خود تجارت بنایا اور نہ اپنے صاحبزادگان کو اس راستہ پر لگایا بلکہ سب کو معاش کے دوسرے ظاہری اسباب کے ساتھ وابستہ کیا۔ اسی لیے مریدان کی تلاش میں نکلتے تھے، وہ مریدوں کی تلاش میں کبھی نہیں نکلے۔

اخلاق ایسا بلند کہ ہر شخص یہ سمجھتا کہ حضرت مجھی کو سب سے زیادہ مانتے ہیں۔ جو دوسخا اور مہمان نوازی میں اپنے اسلاف کرام کی سچی یادگار اور ان کے صحیح وارث تھے۔ عرس قاسمی کے پورے جم غفیر کے لیے کھانے پینے اور رہنے سہنے کا انتظام اپنی جانب سے فرمایا کرتے تھے۔ مزاج میں کامل استغناء تھا، اپنے نانا جان حضور سید شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان کی نصیحت لا رَدَّ و لا کَدَّ کو ہر وقت پیش نظر رکھتے۔ یعنی جو خدمت کرے اسے قبول کرلو، منگتا نہ بنو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی محدث بریلوی رضی عنہ المولیٰ القوی سے حضرت کو غایت درجہ عشق تھا۔ ان کے مجموعۂ کلام حدائق بخشش کے تینوں حصوں کے حافظ تھے۔ اکثر ان کے اشعار بڑی محبت کے ساتھ پڑھتے پھر ان کی بہترین شرح فرماتے۔ انداز بیان بڑا والہانہ اور پرکشش ہوتا تھا۔ ان کا مشن تھا اسلام وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت.....ان کے علاوہ ان کی ذات بابرکات میں اور بھی بہت سی خوبیاں تھیں جن سے میں متاثر ہوکر ان کا گرویدہ ہوا۔

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

پیکرِ اخلاق

(امینِ ملت حضرت سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی، جانشین حضور احسن العلما)

والد ماجد مرحوم ومغفور کی دینی خدمات کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ دامے، درمے، قدمے، قلمے، سخنے انھوں نے اسلام وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت کی، لاکھوں بندگان خدا ان کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ کا بے مثال فروغ ہوا۔

۱۱ر ستمبر ۹۵ء شب سہ شنبہ/ ۱۵ر ربیع الاخر ۱۴۱۶ کو وہ ماہتاب طریقت، آفتاب شریعت غروب ہوگیا جو لاکھوں مریدین ومتوسلین کے دلوں کا قرار تھا، ہزاروں علمائے کرام اور مشائخ کرام کی آنکھوں کا نور تھا، اہل خاندان کے لیے باعث تسکین قلبی تھا۔ دہلی کے جی. بی. پنت اسپتال میں ۳۵ دن زیر علاج رہنے کے بعد وہ مرشد طریقت اور رہبر شریعت اپنے رب کے حضور حاضر ہوگیا۔ ۱۲ر ستمبر ۹۵ء کو شام تقریباً سوا چھ بجے اجداد کرام ومرشدان عظام کے قرب میں ان کے جسد اطہر کو سپرد خاک کردیا گیا۔ سدار ہے نام اللہ کا۔ بقول غالب ؎

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے؟

تقریباً بیس پچیس ہزار کے مجمع نے اپنے روحانی رہنما کے آخری سفر میں شرکت کی۔ درگاہ برکاتیہ کا سجادہ نشین، مخدوم صاحب البرکات کا روحانی وارث، مسجد برکاتی کا امام وخطیب، لاکھوں مریدین کا رہنما، اپنی اولاد کا مشفق باپ، کل نفس ذائقۃ الموت کا فرمان الٰہی پورا کرنے کے لیے خاموش ہوگیا۔

طویل علالت کے دوران اسپتال میں بھی وہ سنتوں پر عمل پیرا رہے، ننگے سر کھانا پینا ان کو گوارا نہ تھا، علالت کے دوران بھی بے مثل مہمان نوازی، غریب پروری،

حسن اخلاق ،صبر و استقامت اور دین و مذہب پر عمل کرنے کے بے شمار نمونے پیش کئے ۔اس کی گواہی علامہ ارشد القادری، مفتی اختر رضا خاں ازہری میاں صاحب، مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی، مولانا محمد حسین ابوالحقانی، حافظ شہاب الدین برکاتی، حافظ شریف احمد برکاتی، عبدالعزیز سنی، سید دلشاد حسین برکاتی، محمد حسنین برکاتی، حاجی عبدالحکیم برکاتی، پروفیسر سید علی اشرف، پروفیسر گمبھیر سنگھ وغیرہ دے سکتے ہیں۔

آکسیجن ماسک لگا ہوا ہے اور حضرت والا قرآن عظیم پڑھ رہے ہیں۔ خاندانی اوراد و وظائف کا ورد جاری ہے۔ رات ۳ر بجے بستر سے اٹھ جاتے اور قرآن عظیم کی تلاوت شروع کر دیتے۔ حضرت والا کے بھانجے ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم کے بیان کے مطابق انھوں نے ایک دن میں چودہ پارے تلاوت کئے۔ دیگر مریضوں کو علم ہوا کہ ایک ولی صفت مریض وارڈ میں داخل ہے تو شکر اور پانی دم کرانے والوں کی بھیڑ لگنے لگی۔

انھوں نے بلا مبالغہ لاکھوں تعویذ لکھے۔ بندگان خدا ان کے در اقدس پر پروانہ وار نثار ہوتے تھے اور وہ کسی کو مایوس نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کی زبان اور قلم میں وہ اثر پیدا کر دیا تھا کہ ان کا لکھا اور کہا کبھی رد نہیں ہوتا تھا۔ اس کی بے شمار مثالیں اور شہادتیں موجود ہیں جن کا تذکرہ باعث طوالت ہے۔ ان کی زندگی کا کارنامہ ''استقامت فی الدین'' ہے۔ ماسٹر محمد سمیع خاں صاحب برکاتی امام عیدگاہ اٹاوہ نے اپنے خط میں تحریر فرمایا کہ '' الاستقامت فوق الکرامت'' حرافہ دنیا مختلف روپ اختیار کر کے ان کے پاس حاضر ہوتی اور وہ اسے دھتکار دیتے۔ لکھنؤ اور دہلی سے نہ جانے کتنی بار ان کو دانا ڈالنے کی کوشش کی گئی مگر وہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لخت جگر اپنے جد کریم کی سنت پر عمل پیرا رہا اور عصر حاضر کے تمام ''یزیدوں'' سے متنفر رہا۔

موجودہ سیاسیات سے وہ کوسوں دور رہتے تھے۔ اس دور میں ایسی مثال ملنا بہت مشکل ہے کہ انھوں نے کبھی ووٹ نہیں دیا۔ ہر سیاسی پارٹی کا امیدوار ان کے در اقدس پر حاضری دیتا اور وہ دعا فرماتے کہ ''اللہ تعالیٰ وہ کرے جو تمہارے حق میں بہتر ہو''۔

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

جہانِ شفقت و انبساط

(سید ملت سید آلِ رسول حسنین میاں، جانشین حضور سید العلما)

چچا میاں میرے استاد بھی تھے۔ فارسی کا آمد نامہ میں نے انھیں کی خدمت میں حاضر رہ کر پڑھا۔ بڑی شفقت سے پڑھاتے تھے۔ پوری پڑھائی میں صرف ایک بار ایک طمانچہ میرے حصے میں آیا وہ بھی پڑھائی کے دوران اونگھنے پر۔ حویلی سجادگی میں حضور تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی چوکی پر بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے۔ ایک دن حکیم لقمان کی نصیحتیں پڑھا رہے تھے جب اچانک مجھے محسوس ہوا کہ کمرے میں کسی نے الاؤ جادیا ہو۔ بڑی تپش محسوس کی۔ میں نے چچا میاں سے کچھ کہنا چاہا مگر انھوں نے مجھے اشارے سے روک دیا اور مجھے فوراً چھٹی دے دی۔ دوسرے دن سے میری پڑھائی آنگن میں ہونے لگی۔ بعد کے برسوں میں معلوم ہوا کہ چوکی جس دالان میں تھی وہیں جنوں کی کوٹھری تھی اور جن بھی درس میں شریک ہوتے تھے۔

چچا میاں عطر کے دلدادہ تھے۔ جس طرف سے نکل جاتے، فضا معطر ہو جاتی تھی اور بڑی دیر تک وہ خوشبو برقرار رہتی تھی۔ شمامۃ العنبر ان کا پسندیدہ عطر تھا۔ گرمیوں میں نہایت عمدہ قسم کا خس لگاتے تھے۔ جو چھڑی آپ کے استعمال میں رہتی تھی اس کا دستہ اس قدر مہکتا تھا کہ ہم بچے منتظر رہتے تھے کہ کس بہانے ہمیں وہ دستہ سونگھنے کو مل جائے۔ ایک زمانے میں چچا میاں کپڑوں میں بھی خوشبو بساتے تھے۔ کاشف الاستار شریف کے نسخے کے مطابق عطار کے یہاں سے خوشبو کی بوٹیاں منگوائی جاتی تھیں پھر ان میں کپڑوں کو بالخصوص عمامے کو ابالا جاتا تھا۔ سوکھنے کے بعد کپڑوں سے دنوں تک خوشبو نہیں جاتی تھی۔

چچا میاں بچوں سے خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ ہم لوگ کتنی ہی شرارتیں کرتے مگر کبھی ان کے ماتھے پر شکن نہ آتی۔ ایک مخصوص انداز میں مسکرا دیا کرتے۔ کبھی سرزنش بھی کرتے تو ایک لمبی سی ''ہوں'' اور بس! ہم لوگوں کے لیے اتنا ہی کافی ہوتا تھا۔

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

جن دنوں میں بمبئی میں زیرِ تعلیم تھا، ان دنوں چچا میاں بمبئی کے شمال مغربی مضافات میں اندھیری نامی مقام پر واقع جامع مسجد میں امامت فرماتے تھے۔ چھٹی کے دن میں ابا حضرت کی اجازت سے اندھیری جایا کرتا۔ ان دنوں میں چچا میاں کو اندھیری والے بابا کہا کرتا تھا۔ ہم لوگ فجر کے بعد اندھیری کے لیے چل پڑتے اور عین ناشتے کے وقت وہاں پہنچ جاتے۔ چچا میاں اچھا کھانے اور اچھا کھلانے کے ہمیشہ سے شوقین تھے۔ صبح کا دسترخوان بھرپور رہتا۔ اکثر و بیشتر چچا میاں ابا سے ملنے کھڑک مسجد بھی آتے رہتے تھے۔ جس دن وہ آتے تھے، اس دن میری عید ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ خوب سارے پھل لاتے، مٹھائی بھی ہوتی، اس کے علاوہ ہمیں ایک روپیہ بھی ملتا تھا۔ ۱۹۵۳ء کا وہ ایک روپیہ آج کے سو روپے کے برابر تھا۔ انھیں دنوں چچا میاں نے بمبئی میں تن تنہا وہ تاریخی شبینہ سنایا جو آج بھی بمبئی والوں کے ذہن پر چھایا ہوا ہے۔ شبینے آج بھی ہوتے ہیں مگر تن تنہا قرآن ختم کرنے والا کوئی حافظ نظر نہیں آتا۔ ابا حضرت فرماتے تھے حسن میاں کو ہم بھائی بہنوں میں سب سے اچھا قرآن یاد ہے۔ تراویح میں سامع رہتا تھا مگر صرف ضرورت کی حد تک۔ چچا میاں کو بہت کم لقمہ کی ضرورت پڑتی تھی۔ بڑی خوش الحانی تھی قرات میں۔ وہ کلام اعلیٰ حضرت بھی بڑے اچھے انداز میں پڑھتے تھے۔ صحیح معنی میں کلام الامام امام الکلام پڑھنا، اسے سمجھنا اور دوسروں کو سمجھانا چچا میاں کا ہی حصہ تھا۔ فی زمانہ انھیں اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام پر اتھارٹی کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ یوں تو ہم نے بڑے بڑے علماء کو فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے کلام میں غچے کھاتے دیکھا ہے۔ چچا میاں جتنا اچھا یہ کلام پڑھتے تھے، اتنے ہی اچھے انداز سے سنتے بھی تھے۔ اعلیٰ حضرت کی نعت کوئی چھیڑ دے، بس ان پر رقت کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔ داڑھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد چچا میاں خود نعت خواں کے ساتھ شریک ہو جاتے اور محفل میں وہ سماں بندھتا کہ سننے والے سرشار ہو جاتے۔

چچا میاں ایک بہترین مبلغ تھے۔ دراصل ان کی ذات ہی مجسم تبلیغ تھی۔ جانے

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

انجانے لوگ ان کی طرف کھنچے آتے تھے۔ مارہرہ شریف تو خیران کا اپنا ہی گھر تھا، بمبئی کانپور، اورئی، سوراشٹر، کلکتہ، پاکستان کے ہزاروں افراد چچا میاں کی ایک نظر کرم کے تمنائی رہتے تھے۔ ان کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص دوسرے سے یہی کہتا کہ حضرت سب سے زیادہ مجھے چاہتے تھے۔ چچا میاں جس محفل میں بیٹھ جاتے، اچھے اچھوں کے چراغ گل ہوجاتے تھے۔ خانوادہ مارہرہ کا یہ شیر ہر جگہ شیر ہی رہتا تھا۔ اپنی نشستوں میں چچا میاں حاضرین کے روحانی انبساط کا ہر اہتمام رکھتے تھے۔ کبھی قرآن سناتے، کبھی حدیث دوہراتے، کبھی نعتیں پڑھتے اور پڑھواتے، کبھی دینی لطائف سناتے، بزرگوں کے حالات سے آگاہ کرتے۔ علماء کی محفل ہوتی تو لگتا کہ ایک دارالعلوم سمٹ کر وہاں آ گیا ہو۔ علم وادب پر گفتگو ہوتی، شعروسخن کی باتیں ہوتیں۔ میں نے بہت سے لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ حضرت صاحب کے چہرے پر ایسا نور ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے۔ جس ریل گاڑی میں سفر کرتے اس کا ڈرائیور اور گارڈ تک چچا میاں سے ملاقات ومصافحہ کرکے جاتا۔

☆☆☆

خطابتِ احسن العلما کے اجزائے ترکیبی

(ڈاکٹر سید جمال الدین احمد اسلم قادری برکاتی)

ملفوظاتِ احسن العلما کے علم، مشاہدے، تجربے (عملی وروحانی) کی روشنی میں کسے بندھے الفاظ میں ڈھلے یہ ملفوظات سیدھے دل میں اترتے چلے جاتے ہیں۔ ہر موضوع کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا گیا ہے اور کہیں کہیں متعلقات کی طرف اشارے کر کے تشنگی بھی چھوڑ دی گئی ہے کہ اشتیاق بڑھے، جستجو بیدار ہو، طبیعتیں دینی معلومات جمع کرنے کی طرف راغب ہوں۔

ان ملفوظات کا مطالعہ کرنے کے لئے اس زمانے (۱۹۹۳-۱۹۹۴ء) کو ذہن

میں رکھنا ضروری ہے۔ ملک وملت کے سامنے مشکل مسائل تھے۔ سیاسی اقتدار کے حصول کے لئے ملک میں منظّم طریقے سے فرقہ وارانہ ماحول بنایا جارہا تھا، فسادات بھی ہورہے تھے۔ عوام میں خوف وہراس تھا، افواہوں کے بازار گرم تھے، ذراسی بات کے بتنگڑ بن رہے تھے، سیاسی نظام پر سے اعتماد اٹھ چکا تھا، قانون کے محافظوں کے ہاتھ خون آلود تھے۔ لیڈران، ادھر کے ہوں کہ اُدھر کے، اپنے اپنے حلقۂ اثر میں سیدھے سادے شہریوں کو مشتعل کررہے تھے۔ یہ سب کچھ تھا لیکن مارہرہ شریف جیسے چھوٹے قصبے میں خانقاہ برکاتیہ سے جو پیغام جاری ہورہا تھا، وہاں جو درس دیا جارہا تھا، جو نصیحت کی جارہی تھی وہ وہی تھی جو ماحول کے سرد ہونے، جذبات کے قابو میں آنے پر، after thought کے طور پر دانشور اور دانشمند بڑے بڑے شہروں میں، راجدھانی میں بڑے ہی دانشورانہ اور محتاط انداز میں کہہ رہے تھے۔ معلوم نہیں اس میں اخلاص کتنا تھا اور کتنا شوق خودنمائی۔ دوسری طرف حضرت احسن العلماء تھے جو بگڑے ہوئے ماحول کا تجزیہ نہیں کررہے تھے بلکہ لوگوں کو اس ماحول میں بہہ جانے سے روک رہے تھے۔ وہ مرشد اعظم کے منصب پر فائز تھے۔ رشد وہدایت سے ہر خاص وعام کو نواز رہے تھے اور انہیں پیر ومرشد کی حیثیت سے سماج میں جو روحانی authority حاصل تھی اسے بھی استعمال کررہے تھے۔ انھوں نے کس طرح اپنی روحانی authority کو ایک اعلیٰ مقصد یعنی امن وشانتی کے قیام کیلئے استعمال کیا ملاحظہ ہو ''رمضان کی تشریف آوری'' سے یہ اقتباس:

''میں تو ایک مخلص، خیرخواہ کی حیثیت سے جو سمجھ میں آتا ہے وہ بتائے دیتا ہوں۔ اب آپ عمل کریں گے ان شاءاللہ تو یہ گارنٹی دیتا ہوں کہ عمل کروگے تو پھر ٹھیک ہی ٹھیک رہوگے، ان شاءاللہ تعالیٰ۔ اب تک ماشاءاللہ کرتے چلے آرہے ہو، سب ٹھیک ہی ٹھاک معاملہ چلتا جارہا ہے۔ یہاں سینکڑوں برس سے ٹھیک ٹھاک تھا سب بے ٹھیک ہوگیا، ایک جنبش قلم میں سب بے ٹھیک ہوگیا۔ لیکن یہاں حضور صاحب البرکات کے مقدس مزار پاک کا صدقہ ہے کہ ہم سب ان کا شجرہ پڑھتے ہیں ..... بولو کس کس کے ہاتھ میں برکاتی شجرہ ہے؟ ماشاءاللہ! یہ دیکھو، چاروں طرف سے ہاتھ اٹھے۔ یہ برکاتی

شجرہ پڑھنے والے ہیں، تو ان کے اوپر برکتیں ہیں برکات کی، الحمدللّٰہ رب العالمین۔ خدا کی قسم کل ہی میرے پاس خط آیا ہے، لکھا ہے لکھنے والے نے کہ حضور والا کو یہ خوشخبری سنا دوں، یقیناً حضور والا خوش ہوں گے کہ پوری برکاتی برادری سب الحمدللّٰہ محفوظ ہیں۔''

قارئین نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ حضرت احسن العلماء نے کس قدر شگفتہ انداز میں اپنی روحانی authority، اس کی وسعت، بارگاہ رب العالمین میں اس کی قبولیت کی طرف عوام کی توجہ دلا کر انھیں اپنی نصیحتوں کے اتباع کی طرف راغب کیا ہے۔ وہ کوئی سیاسی statement نہیں دے رہے تھے۔ قطعی نہیں، وہ اخلاص کا پیکر تھے اور جو کچھ فرما رہے تھے اس میں صرف خلوص تھا اور اسی خلوص کے لئے نصیحت بھی فرما رہے تھے۔ اِدھر کچھ برسوں سے دیکھنے میں آ رہا ہے کہ رمضان شریف کو معاذ اللہ کھیل بنا لیا جاتا ہے۔ افطار کا politicization کر لیا گیا ہے۔ سحری کے وقت ایسی پرشور ریکارڈنگ ہوتی ہے کہ کان پھٹ جائیں۔ ملی جلی آبادی کی بستیوں میں اغیار کو مشتعل کرنے یا اپنے دین و مذہب سے انھیں بیزار کرنے کے لئے یہ ریکارڈنگ بہت مؤثر رول ادا کر رہی ہے۔ اس سے مسلمان باز آئیں اس کے لئے حضرت احسن العلماء نے بڑی بصیرت افروز باتیں ارشاد فرمائیں۔ فرماتے ہیں:

''جو کام بھی کرو اس میں خلوص ہونا چاہئے، للّٰہیت ہونا چاہئے، دکھاوٹ نہیں ہونا چاہئے، کھیل نہ بناؤ، نماز کو بھی کھیل نہ بناؤ، روزے کو بھی کھیل نہ بناؤ، افطار کو بھی کھیل نہ بناؤ، سحری کو بھی کھیل نہ بناؤ۔ ایسی کوئی بات ہمارے ہاتھوں سے نہ ہو جس میں یہ کہا جائے کہ صاحب ان کو تو خالی بس یہی باتیں آتی ہیں، جس سے کہ بات آگے بڑھے۔ آیا آپ کی سمجھ میں! یہ بہت میں گہری بات کہہ رہا ہوں، غور کرو اس بات کے اوپر کہ یہ کسی کی زبان پر نہ آئے۔''

یہی نصیحت دوسری جگہ ان الفاظ میں عطا فرمائی:

''اللہ تبارک وتعالیٰ دکھاوے کو پسند نہیں کرتا۔ اس کے یہاں خلوص کی قدر فرمائی جاتی ہے اور محبت میں بھی ہم سب ایک دوسرے سے خلوص کی توقع رکھتے ہیں۔

تو ایسے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سے اپنے فرائض میں خلوص چاہتا ہے۔خلوص ہونا چاہئیے ۔ خلوص ہے تو روزہ بھی مقبول ہے،خلوص ہے تو نماز بھی مقبول ہے.....''

عوام کے دل میں دینی باتیں اتارنے کے لئے حضرت احسن العلماء وہ زبان استعمال فرماتے تھے جس سے عوام واقف ہوں۔مشکل فقہی اصطلاحات کو بڑے سادے انداز میں بیان فرماتے تھے۔تحقیقی کی جگہ چھان پھٹک،لغت کے متبادل کے طور پر شبداولی۔ انتہا لئے اَنت وغیرہ الفاظ پیش نظر ملفوظات میں آپ کو نظر آ جائیں گے۔

بعض جگہ بہت خوبصورت expressions حضرت احسن العلماء نے تراشے ہیں۔مثال کے طور پر'' طبیعتوں کی کروٹ بازیوں''،'' ہم درودی بھی ہیں سلامی بھی''یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درودوسلام بھیجنے والے۔

حضرت احسن العلماء کے ملفوظات کا ایک وصف تو یہ ہے کہ عام آدمی بھی ان کے نصائح کو دل نشیں کرلے اوران کی عطا کی ہوئی معلومات کو ذہن نشین کرلے۔ساتھ ہی ان میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ علماء ودانشور بھی عش عش کراٹھیں کہ تفسیر واحادیث وفقہ اوراقوال ائمہ ومجتہدین اوراحوال اولیائے کرام سے اخذ کیے ہوئے خالص علمی اورفکری مضامین کس قدر دل نشیں انداز میں زبان سے ادا ہوتے جارہے ہیں اوراس پر مستزاد یہ کہ سب آورد ہی آورد،سیل رواں۔پھر دین میں،فرائض دین میں پہلی سند قرآن حکیم سے ہے۔اورآیات مقدسہ کا آسان اردو میں وضاحتی ترجمہ۔

حضرت احسن العلماء کی فکر قرآنی فکر تھی اور یہی فکر وہ اپنے ملفوظات کے وسیلے سے اپنے ارادت مندوں کے سینوں میں انڈیلتے تھے۔یا ایھا الذین آمنو ااتقو االله کوان الفاظ میں سینوں میں سمودیا:

''اے ایمان والو،اللہ سے ڈرو،نماز سے باہر ہوتو ڈرواللہ سے،نماز میں ہوتو ڈرواللہ سے۔گھر میں ہوتو ڈرواللہ سے''

حضرت احسن العلماء اپنے خطبات میں علم دین کے دریا انڈیل دیتے تھے۔ ''رمضان شریف کی تشریف آوری''ہی کو لیجئے۔قرآن حکیم سے سند،حدیث شریف سے

سند، رمضان اور صوم کے لفظی اور اصطلاحی معنی، دین اور مذہب میں کیا فرق ہے، نفس امارہ اور نفس لوّامہ میں کیا فرق ہے، فرض کیا، حرام کیا، واجب کیا، مکروہ تحریمی کیا، صرف و نحو- سب علمی مضامین اور ان میں سے ایک ایک کو بالکل کھول کر رکھ دیا ہے۔ لیکن انکساری کا یہ عالم کہ فرماتے ہیں:

''.....روزے کی ماہیت میں بہت کچھ کہا ہے فقہائے کرام نے۔ میں مختصر طور پر اپنی حیثیت کے مطابق کچھ تھوڑا سا بتائے دیتا ہوں۔ میری زیادہ علمی حیثیت ہی نہیں ہے کہ زیادہ بتا پاؤں آپ کو۔''

حضرت احسن العلماء کے ملفوظات کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ ان میں قدیم اسلامی ثقافت اور عام قدیم معاشرت کے نمونوں کی جھلک بھی مل جاتی ہے۔

☆☆☆

مرشد اجازت کا فیض

(حضرت علامہ صوفی نظام الدین قادری برکاتی)

جس وقت تاجدار اہلسنت، پیشوائے ارباب طریقت حضور سیدی احسن العلماء الشاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ مارہرہ مطہرہ نے خانقاہ مارہرہ مقدسہ میں میری خلافت کا اعلان فرمایا اور میرے سر پر سنہری دستار باندھی، اس وقت میرے اوپر فیضان و برکات اور انوار و تجلیات کی جو برسات ہوئی اور میری کیفیت کیا ہوئی، اسے میں الفاظ میں نہیں بیان کر سکتا۔ خلافت سے پہلے فقیر گدائے در برکات اپنے باطن میں ایک مخصوص نوع کا خلا محسوس کرتا تھا، خلافت کے بعد برکاتی مشائخ سے اتصال نسبت کی وجہ سے بحمدہٖ تعالیٰ وہ خلا پر ہو گیا۔ جس کی وجہ سے تصلب اور استقامت فی الدین اور خوف و خشیت و اتباع سنت، الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کا جذبہ فزوں تر ہو گیا۔

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

احسن العلما-لسّانِ عصر

(حضرت سید محمد اکمل اجملی، سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل، الہٰ آباد)

ایک انسان میں جتنی خصوصیات ہونی چاہئیں حضرت احسن العلماء میں موجود تھیں۔ حضرت موصوف بے حد متواضع، خلیق، ملنسار، اپنے بڑوں کی عزت و توقیر بجالانے والے اور چھوٹوں پر شفقت و محبت فرمانے والے تھے۔ نورانی چہرہ کے مالک تھے۔ اپنے اندر ایسی کشش رکھتے تھے کہ دور دور سے تشنگان بادہ معرفت کھنچے چلے آتے تھے۔ اور یہ قاسم زمانہ جام پر جام لنڈھاتا رہتا تھا۔

جمعہ میں خطبہ سے پہلے مسجد آستانہ میں آپ برابر تقریر فرماتے۔ عرس قاسمی کے موقع پر بھی آپ کی تقریر سننے کا شرف حاصل ہوا مگر یہ حقیقت ہے کہ جیسی تقریر حضرت احسن العلماء کی ہوتی تھی ایسی تقریر میں نے اب تک ان کے علاوہ کسی سے نہیں سنی۔ اتنی مدلل، اتنی جامع، ایسی مبسوط اور ایسا دلکش انداز اور پیرایہ بیان سننے کو نہیں ملا۔ بڑی بڑی کانفرنسوں میں بھی ایسی تقاریر سننے کو نہیں ملیں۔ حالانکہ جمعہ میں قصبہ کے افراد کا مجمع ہوتا ہے۔ نہ اس میں علماء ہوتے، نہ مشائخ، نہ دانش ور، نہ صاحب بصیرت مگر آپ کی تقریر کا وہی عالمانہ انداز برقرار رہتا۔ آیت کریمہ کا ترجمہ بھی ہوتا، احادیث نبوی کی وضاحت بھی، قرآن کریم کی تفسیر بھی، اسرار اور غوامض کی وضاحت، صرف ونحو کے گوشوں کی تشریح۔ غرض یہ کہ ایک دریا تھا جو بہتا رہتا۔ افسوس کہ عندلیب گلشنِ برکات خاموش ہوگیا۔ اب ایسی تقاریر سننے کو کان ترسیں گے۔

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

عطائے احسن

(مفتی متھرا حضرت مولانا مفتی لطف اللہ قادری برکاتی)

حضور سیدی احسن العلماء نے بھری محفل میں، جس میں علماء ومشائخ وشاہزادگان خانوادہ موجود تھے، اپنے سر انور سے عمامہ شریف اتار کر فقیر کو عطا فرمایا کہ فقیر کے پاس اس وقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے، مفتی صاحب میں آپ کو سلسلہ قادریہ برکاتیہ کالپویہ میں اجازت وخلافت دیتا ہوں۔

☆☆☆

کرم نواز شخصیت

(حضرت مفتی مظفر احمد قادری برکاتی داتا گنجوی)

حضور احسن العلماء علامہ سید شاہ حسن میاں صاحب قبلہ سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ مارہرہ شریف نے میری عدم موجودگی میں، جب میں بیمار تھا، خلافت واجازت عطا فرمائی، وہ زمانہ جب کہ عرس قاسمی چل رہا تھا، علامہ مفتی طیب صاحب دانا پوری، مولانا ابراہیم ترکی جام نگری، مولانا خلیل احمد خاں بجنوری، حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ اور بہت سے علماء موجود تھے اور اسی روز حضرت پیر طریقت علامہ امین ملت مدظلہ کو خلافت مرحمت فرمائی اور اعلان بھی کیا اور سن ۱۹۶۹ء میں تحریر عطا فرمائی جس کی اصل کاپی میرے پاس موجود ہے۔

خانقاہ برکاتیہ کے بہت سے اکابر سے میں نے اکتساب فیض و برکت کیا ہے۔ حضور سید العلماء، حضور احسن العلماء علیہما الرحمۃ سے ۴۵ رسال اکتساب فیض کیا اور ایک عرصہ سے عرس مارہرہ شریف میں حاضری ہوتی رہی ہے اور ان آقاؤں کے حکم سے تقریر بھی کرتا ہوں اور ممبر برکاتیہ سے شرف بھی حاصل کرتا ہوں۔ ان آقاؤں کا مجھ پر

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

بڑا کرم رہا اور ہے۔ یہی حضرات مجھے مفتی صاحب یا کبھی کبھی برکاتی مفتی کہہ کر پکارتے تھے۔ ہاں خلافت کے بعد میں نے سلسلہ کا اجرا کیا ہے۔

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ تو فرمایا کرتے تھے: مفتی صاحب تو ہمارے گھر کے فرد ہیں۔ ان آقاؤں نے اکثر خطوط سے نوازا اور کبھی کبھی خاندانی عملیات کی اجازت بھی تحریر فرمائی۔ جن کو مجربات امام احمد رضا میں حوالہ سے درج کر چکا ہوں۔

میرے پاس جو کچھ ہے یہ سب خانقاہ برکاتیہ کی دین ہے ورنہ ''من آنم کہ من دانم''۔ مجھے مرشد گرامی بھی ملے تو اپنے وقت کے روحانی تاجور، جن کی ولایت و برگزیدگی کے سامنے اکابرین اسلام، بڑے بڑے علماء کرام، مشائخ عظام جبین عقیدت خم کرتے ہیں۔ سیدی اعلیٰ حضرت عرض کرتے ہیں ؎

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضاؔ
بول بالے مری سرکاروں کے

سرکار رضاؔ خوش ہو ہر کام بھلے ہوں گے وہ اچھے میاں پیارا اچھوں کا میاں آیا

☆☆☆

محتاط بزرگ

(رہبرِ فکر و قلم علامہ محمد احمد مصباحی)

مارہرہ شریف کے اندر تفویض خلافت کے معاملہ میں بڑی سخت احتیاط ہوتی۔ اس روش کو حضرت احسن المشائخ نے بھی برقرار رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے خلفا کی تعداد زیادہ نہیں اور جو خلفا ہیں ان میں اکثر حضرات وہ ہیں جو آج جماعت علماء میں امتیازی شان کے حامل ہیں۔ دوسرے جو حضرات ہوں گے وہ بھی کسی بڑی خصوصیت کے حامل ہوں گے۔ میں نے عرس قاسمی میں حضرت احسن المشائخ سے مفتی جلال الدین

احمد امجدی مدظلہ کے لیے مطلقاً تفویض خلافت کا اعلان سنا مگر ان کے ساتھ دو اور حضرات کے لیے اعلان کیا تو بڑی صراحت کے ساتھ ''بشرائط معلومہ'' کی قید بھی ذکر فرمائی۔ یہ اسی احتیاط پسندی کے سبب ہوا جو یہاں کا خاص امتیاز رہی ہے۔

جو دوسخا اور مہمان نوازی میں اپنے بزرگوں کے صحیح وارث تھے۔ عرس کا ازدحام کتنا عظیم ہوتا ہے مگر یہ گوارانہ تھا کہ ہمارے زائرین قصبے میں کہیں دور جائیں یا کسی ہوٹل کا سہارا لیں۔ سب کے لیے قیام وطعام کا انتظام اپنی جانب سے کرتے۔

☆☆☆

علم کے قدرداں

(علامہ یٰسین اختر مصباحی)

بمبئی کی ایک محفل میں جہاں بہت سے علماء ومعززین شہر تشریف فرما تھے، ایک شخص نے حضرت احسن العلماء کو مخاطب کرتے ہوئے سوال کیا۔ حضور! آپ کے خاندان کی سب سے بڑی کرامت کیا ہے؟

احسن العلما نے جواباً ارشاد فرمایا۔ ''میرے خاندان کی دو بڑی کرامتیں ہیں۔ ایک کا نام ہے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی اور دوسری کرامت کا نام ہے مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی۔ علیہما الرحمۃ والرضوان۔''

یقیناً یہ احسن العلماء کی کرم نوازی واعلیٰ ظرفی ہے کہ وہ اپنے خانوادہ کے ان دونوں غلاموں کو جو عصر حاضر میں اہل سنت کے امام بن چکے ہیں انھیں اپنے خانوادہ کی سب سے بڑی کرامت قرار دے رہے ہیں اور انتخاب واپنائیت کی بات یہیں تک محدود نہیں رہ گئی ہے بلکہ خانوادہ برکاتیہ کے کئی افراد مفتی اعظم ہند سے نسبت بیعت وارادت بھی رکھتے ہیں ع شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

اکابر علماء ومشائخ کا تو حضور احسن العلماء اعزاز واکرام فرماتے ہی تھے۔ ہم جیسے چھوٹے لوگ بھی آپ کی بارگاہ میں نوازے جاتے تھے اور علم وعلماء کی قدر ومنزلت کے مناظر نگاہوں کے سامنے گزرا کرتے تھے۔

۱۹۹۱ء کی بات ہے کھڑک مسجد بمبئی میں میری حاضری ہوئی۔ مسجد کے بالائی حجرہ میں احسن العلماء کا قیام تھا۔ میں آپ کی خدمت میں سلام اور دست بوسی کے بعد قریب کے ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنی خصوصی توجہ سے سرفراز فرمایا۔ دارالقلم دہلی کا میں نے تعارف کرایا اور زمین حاصل ہوجانے کی خوشخبری سنائی۔ آپ نے اپنی جانب سے ایک ہزار روپے عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ میری جانب سے آپ کے دارالقلم کے لیے نذرانہ ہے۔ اسے جس مد میں چاہیں استعمال کریں۔ انشاء اللہ آگے چل کر اپنے حلقہ برکاتیہ کے لوگوں کو بھی اس کے تعاون کی طرف متوجہ کروں گا۔

شوال ۱۴۱۵ھ کی بات ہے۔ میں اور صدیق مکرم مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی اسی کھڑک مسجد بمبئی میں بغرض ملاقات حاضر ہوئے۔ دوران گفتگو جدالممتار جلد دوم کا ذکر آیا کہ المجمع الاسلامی مبارکپور کی طرف سے بتعاون رضا اکیڈمی بمبئی جلد ہی کمپیوٹر سے اس کی اشاعت مکمل ہونے والی ہے، کام کا سلسلہ جاری ہے۔ احسن العلماء نے اپنی جانب سے ایک ہزار روپے عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ میری جانب سے رکھ لیں اور اسے جدالممتار کے مصارف میں شامل کرلیں۔

☆☆☆

سلف کی سچی یادگار

(حضرت علامہ محمد عبدالمبین نعمانی قادری)

حضور احسن العلماء، اپنے اسلاف کرام کی سچی یادگار تھے، حضور احسن العلماء، اپنی خاندانی روایات کے امین تھے، حضور احسن العلماء، خانقاہ برکاتیہ کے بلاشبہ وقار

تھے،حضور احسن العلماء،میدان طریقت کے شہسوار تھے،حضور احسن العلماء،شریعت و طریقت کے جامع تھے۔

حضور احسن العلماء،خوردنوازی اور احترام علماء میں اپنی مثال آپ تھے اور دوسرے مشائخ زمانہ کے لیے بہترین نمونہ۔حضور احسن العلماء والمشائخ علیہ الرحمۃ و الرضوان زبردست عالم دین بھی تھے اور مفتی بھی،عاشق رسول شاعر بھی تھے اور بہترین خطیب بھی،اور ایسے پیر طریقت تھے جنھیں روحانیت کا مینار اور بیعت وارشاد کا وقار کہا جائے تو عین حقیقت۔جن کی پیری مریدی عصر حاضر کے نام نہاد پیروں اور مطلق العنان متصوفوں اور بدعمل باباؤں اور دنیا کمانے والے مرشدوں کے لیے تازیانہ عبرت تھی، لینے اور جیب بھرنے والے مشائخ تو بہت دیکھے گئے لیکن دینے اور نوازنے والے ایسے پیر تھے کہ جن کی مثال اس زمانے میں شاید ہی پیش کی جاسکے، مارہرہ مطہرہ جیسی عظیم خانقاہ کے سجادہ اور خانوادہ برکاتیہ کے سچے وارث ہوتے ہوئے اخلاق وکردار اور حسن سلوک کے ایسے کوہ گراں تھے کہ عام مشائخ زمانہ اس کا تصور نہیں کر سکتے۔

☆☆☆

دوراندیش اور خوددار انسان

(سید دلشاد احمد قادری برکاتی)

میرے حضرت احسن العلماء سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی زندگی کا ایک ہی روشن پہلو جو میری ذات میں کیا، بہت سے منصف مزاج اور حضور والا کے نیازمندوں میں بھی قابل قدر ہوگا، وہ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے دوراندیش فیصلے اور خودداری ہے ملاحظہ ہو۔

حضور سید العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ظاہری دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اہل سنت کی قیادت کا مسئلہ بڑی اہمیت کا حامل تھا۔اس وقت کے اکابرین ایسی نمایاں

سیادت، قیادت اور کارکردگی کی صلاحیت سے بھرپور شخصیت نہیں پا رہے تھے۔ جماعت یتیم ہوتی نظر آتی۔ اہل سنت کا شیرازہ بکھرتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ کوئی اس قابل نظر نہ آیا تو اس وقت کے علمی اور دنیاوی باوقار حضرات کی نظر انتخاب حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان پر مرکوز ہوگئی۔ ہر طرف سے حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ پر صدارت کی پیش کش کی فرمائشیں، التجائیں اور سفارشیں ہوتی رہیں کہ حضور والا صدارت آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء بمبئی قبول فرمالیں۔ مگر حضرت تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے تربیت یافتہ اور اپنے محترم و معظم بڑے بھائی کی گراں مایہ صحبت سے اور جماعت سے متعلق حاصل کردہ تجربات سے حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے عہدہ صدارت کو قبول کرنے سے صاف صاف اور بار بار انکار فرمادیا۔ ان کی فراست ایمانی اور خاندانی غیرت نے گوارہ ہی نہ کیا کہ جس بڑے بھائی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے شاہانہ ماحول کی پروردہ زندگی کو دین وملت کی بہبودی کے لئے صرف کردیا پھر بھی قدرداں حضرات کا فقدان رہا تو ایسے ماحول کی سیاست سے خانقاہی زندگی کو علیحدہ رکھنا ہی مناسب سمجھا اور خانقاہ برکاتیہ میں روشن افروز رہ کر مذہب ودین کی جو گراں قدر اور نمایاں خدمات انجام دی ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں، جن کا احاطہ کرنے کی کوشش کی جائے تو چھوٹا منہ بڑی بات کے مصداق ہوگا۔ آج ساری دنیا میں سلسلہ عالیہ، برکاتیہ کا فروغ آپ ہی کی دِین ہے۔ بین الاقوامی شہرت کی مالک مسجد بکر قصابان کھڑک ممبئی کی امامت کو قبول نہ فرمانا اسی فیصلے کی ایک اہم کڑی ہے۔

☆☆☆

فکر وخیال کا اعلیٰ معیار

(ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، استاد جامعہ ہمدرد)

احسن العلماء حضور سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں صرف زبان و بیان کے ہی دھنی

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

نہیں تھے بلکہ فکر کی پختگی اور خیال کی بلندی میں بھی ان کا کوئی جواب نہ تھا۔ ان کی فکر ملت کی فلاح و بہبود کے اردگرد ہمیشہ گردش کرتی۔ اپنی فکر رسا طبیعت کو ملت اسلامیہ کی سیاسی وسماجی حالت کو سدھار سے متعلق ہی لگاتے۔ تقسیم ہند کے موقع پر ہندوستان میں بے شمار تنظیمیں قائم ہوئیں۔ کئی ایک نظریات وخیالات ابھر کر سامنے آئے۔ آپ کی اپنی ایک جداگانہ رائے تھی۔ آپ نے اس پر آشوب دور میں ملت اسلامیہ کی اصلاح وفلاح کے لیے ''جماعت عالیہ مرکزیہ اہل سنت'' کے نام سے ایک تنظیم قائم کی جس کے بانی وصدر تاج العلماء حضرت سید شاہ اولاد رسول، سکریٹری سید العلماء حضرت مولانا سید شاہ آل مصطفیٰ اور نائب صدر خود احسن العلماء حضرت مولانا سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں نام زد کئے گئے۔

☆☆☆

احسن العلما کی نصیحتیں

(مولانا سخاوت علی قادری برکاتی خلیفہ حضور سید العلما)

سیدی حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ مجھے حاجی صاحب فرماتے تو میں عرض کرتا کہ حضور میں حاجی نہیں ہوں تو ارشاد فرماتے نہیں ہو تو ہو جاؤ گے۔ الحمد للہ میں حاجی ہو بھی گیا اور احسن العلماء سیدی سرکار مصطفیٰ حیدر حسن علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ اگر آپ کو کوئی برا کہتا ہے تو آپ خاموش ہو جایئے اور کہئے کہ بھائی میں اگر برا ہوں تو آپ میرے پیچھے نماز مت پڑھئے مگر مجھ سے حجت مت کیجئے اور فرماتے غیر پختہ مسجد کے صحن میں جوتا چپل پہن کر مت چلو۔

☆☆☆

فیض حسن

(مولانا شہاب الدین قادری برکاتی خلیفہ حضور امین ملت)

۱۹۶۸ میں طوطی ہند مظفر احمد صاحب کے ہمراہ بمبئی بسلسلہ تقریر پہنچا تو حضرت اس وقت بمبئی میں موجود تھے۔ مفتی صاحب نے فرمایا، چلو تمہیں ولی کامل سے ملائیں۔ فقیر نے سوچا اس وقت کون بزرگ موجود ہیں۔ چونکہ مجھے کافی عرصہ سے تلاش تھی کہ کوئی ایسا بزرگ ملے کہ جس کے ہاتھ پر بکنے سے میری زندگی کی کایا پلٹ جائے، میرے عیوب دور ہو جائیں۔ میں مفتی صاحب کے ساتھ بمبئی میں ابا بلڈنگ پہنچا تو معلوم ہوا کہ مارہرہ شریف سے ایک بزرگ عظیم المرتبت زیر علاج ہیں زیارت سے اپنی آنکھوں کو سیراب کیا۔ مفتی صاحب نے عرض کیا حضرت میرا ایک وفادار شاگرد ہے شہاب الدین، اس میں دو عیب ہیں اگر وہ عیب دور ہو جائیں تو یہ نہایت بیش قیمت ہیرا ثابت ہوسکتا ہے۔ میرے مرشد برحق نے میری پشت پر ہاتھ پھیرا تو مجھے ایسا لگا کہ جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔ میں باادب گھوم کر دوزانو بیٹھا تھا کہ پھر مفتی صاحب حضرت مرشد برحق سے عرض کرنے لگے: حضور اسے حلقۂ مریدی میں شامل فرما لیجئے۔ سرکار نے داخل سلسلہ فرمایا اور فرمایا کہ مفتی صاحب ان کا نام بدل دو عرض کی: حضور! آپ ہی رکھ دیں، یہ مان جائے گا۔ مرشد گرامی نے فرمایا کہ آج سے تم محمد شہاب الدین قادری لکھو گے یعنی نام سے پہلے محمد بعد میں قادری بڑھا دو۔ بس اسی دن سے میرے عیب یعنی غصّہ، گرمی دور ہو کر اولیا کی محبت نے میرے دل کے اندر گھر کر لیا۔

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

احسن العلما کے ممتاز اوصاف کریمانہ

(مولانا محمد ارشاد احمد رضوی ساحلؔ شہسرامی)

طالبانِ علم نبوت کا اعزاز واکرام:

آپ کی ذات گرامی میں طالبان علوم نبوت کے تعلق سے بے کراں شفقتیں بھی پائیں۔ یوں تو آپ کو سب سے شفقت ومحبت ہی سے ملتے دیکھا گیا لیکن مدارس اسلامیہ کے طلبہ سے شفقت کا انداز ایک الگ ہی امتیازی شان کا ہوتا جس کا خود میں نے مشاہدہ کیا- ہمارے ساتھ ہی کچھ متمول حضرات بذریعہ کار بریلی شریف سے شرف بیعت کے حصول کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے حسب عادت کریمہ سب سے شفقتوں کے انداز برتے لیکن جس طرح ہم غربائے اہل سنت، طالبان علوم نبوت سے آپ کھل کر ملے۔ اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ مسلسل ڈیڑھ گھنٹہ تک بغیر کسی سابقہ تعارف کے ہم سے مختلف انداز میں گفتگو فرماتے رہے اور پند وموعظت اور نصائح کریمانہ کے موتی لٹاتے رہے جیسے کوئی برسوں کا آشنا ہو اور مدتوں بعد اس سے ملاقات ہوئی ہو۔ یہ وصف اب علماء ومشائخ کے اندر ناپید ہوتا جا رہا ہے۔

زبردست علمی استحضار:

زبردست علمی استحضار کے جلوے بھی دیکھنے کو ملے-- یوں تو خانقاہ برکاتیہ اس وصف میں ہمیشہ ممتاز رہی کہ یہاں روحانیت کے ساتھ علمی رسوخ بھی ہمیشہ رہا، جس پر ہمارے اکابرین کی بے شمار تصانیف شاہد عدل ہیں۔ علم وتصوف کے اس سنگم میں جس پاکیزہ ذات گرامی نے آنکھیں کھولی ہوں، اس کے علمی مرتبے اور روحانی قدروں کی بلندی کا کیا پوچھنا؟ لیکن اس ضعف وناتوانی کے عالم میں اس قدر زبردست علمی استحضار کہ متعدد عربی عبارات سنادی جائیں۔ علمی چیستاں موضع ومحل اور راوی کی تعیین کے ساتھ بیان فرمایا جائے، متعدد دقیق علمی نکتے عربی حوالوں کے ساتھ ذکر کر دیئے جائیں

جبکہ درس وافتاء سے ظاہری رشتہ کب کا ٹوٹ چکا تھا، یقیناً ہم کم سوادوں کے لیے باعث حیرت ہے۔ یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ میرے آقائے نعمت روحانیت اور علمیت دونوں میں اسلاف کی ہو بہو سچی تصویر تھے۔

ہر اچھے کام کا خیر مقدم:

آپ کی مبارک ومسعود محفل میں ہر اچھے کام کا خیر مقدم اور اچھے وصف کی حوصلہ افزائی بھی ملی۔ احقر گذشتہ سال جامعہ اشرفیہ میں تخصص فی الفقہ کررہا تھا۔ میرا موضوع تھا ''کتب فقہ میں بہار شریعت کا مقام'' اور رفیق گرامی مولانا محمود احمد برکاتی صاحب کا موضوع تھا۔ ''امام احمد رضا بحیثیت محدث'' جب حضرت نے یہ سنا تو بہت خوش ہوئے، دعائیں دیں اور بہت حوصلہ افزائی فرمائی۔ پھر اس کے بعد آپ نے ہمارے حوصلوں کو حیات نو بخشنے کے لیے علم فقہ کی عظمت، امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کی علم حدیث میں عبقریت، صدرالشریعہ قدس سرہٗ کی فقہی مہارت اور بہار شریعت کی اہمیت وجامعیت پر دیر تک گفتگو فرمائی اور تائید میں چند مثالوں سے بھی نوازا۔ اس سے جہاں حضرت کی دینی علوم سے وابستگی، گہری بصیرت، وسعت مطالعہ اور شدت استحضار کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، وہیں آپ کی تعمیری فکر اور حوصلوں کو جلا بخشنے والے قابل قدر جذبات بھی نمایاں ہوتے ہیں۔ اور یہ امر طے شدہ ہے کہ بے اعتنائی سے علوم وفنون فنا ہوجاتے ہیں اور حوصلہ افزائی سے حیات دوام پاجاتے ہیں۔

☆☆☆

حافظِ ملت اور جامعہ اشرفیہ سے والہانہ لگاؤ

(مولانا مبارک حسین مصباحی مدیر ماہنامہ اشرفیہ)

حضرت احسن العلما، حضرت حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی اور ان کے ادارہ الجامعۃ الاشرفیہ کے بڑے مداح تھے، اپنے مریدین ومتوسلین

میں جامعہ اشرفیہ کا بڑے موثر انداز میں تعارف فرماتے تھے بلکہ سچائی تو یہ ہے کہ جامعہ کی بنیادوں میں خانوادہ برکاتیہ کے بزرگوں کی دعاؤں کا لہو پیوستہ ہے۔ حضور حافظ ملت نے جب ۶ رمئی ۱۹۷۲ء میں ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کے سنگ بنیاد کے لیے مبارکپور کی سرزمین پر کل ہند تعلیمی کانفرنس کا اہتمام کیا تھا تو حضور مفتی اعظم ہند بریلوی اور حضرت احسن العلماء کے برادر اکبر سید العلما حضرت مولانا سید شاہ آل مصطفیٰ صاحب علیہم الرحمہ کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ سنگ بنیاد کے موقع پر حضرت سید العلما قدس سرہٗ نے یہ حوصلہ افزا جملے ارشاد فرمائے تھے جو اب تاریخ اشرفیہ کا ایک حصہ بن گئے ہیں:

''حافظ ملت کو یقین و اعتماد رکھنا چاہیے کہ اس کام میں نہ صرف میں بلکہ پورا خانوادہ برکاتیہ شریک اور ان کا معاون و مددگار ہے۔ اس مشن کے لیے میں اپنے تمام اہل سلسلہ کو حافظ ملت کے آگے جھکا دوں گا۔'' (ماہنامہ اشرفیہ دسمبر ۱۹۹۱ء)

حضرت احسن العلما حضرت حافظ ملت بانی جامعہ اشرفیہ کی علمی و فکری خدمت سے بھی بے پناہ متاثر تھے، حضرت احسن العلما نے حافظ ملت نمبر کے لیے جو پیغام رقم کیا ہے وہ میرے مدعا کی قوی دلیل ہے۔ پیغام سے ایک اقتباس ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

''گرامی نامہ ملا- یاد آوری کا شکریہ- مجھ جیسے طالب علم کے لیے ایسے عظیم الشان نمبر کے لیے جو ایسی ذات گرامی سے منسوب ہے، جس کے ادنیٰ خوشہ چیں حکمت و دانش، علم و معرفت کی چلتی پھرتی یونیورسٹیاں ہیں۔

یاد آئی ۱۹۳۷ء کی وہ صبح جب مارہرہ برکاتی خانقاہ میں حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ کے ساتھ پہلی بار حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی زیارت ہوئی تھی اور آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما کانپور کانفرنس منعقدہ نومبر ۱۹۶۳ء میں پہلی بار اور یوم شہید اعظم ۱۹۷۱ء بمبئی میں دوسری بار ان کا مبارک بیان سننے کا موقع ملا۔ آخری بیان میں نے وہ سنا کہ دار العلوم برکاتیہ مگر ضلع بستی کے سالانہ جلسۂ تقسیم کے موقع پر اپریل ۱۹۷۶ء میں فرمایا تھا۔ ان مواعظ حسنہ میں علم و حکمت کے موتی پروئے تھے۔ انداز گفتگو میں نوجوانوں کی طرف گھن گرج تھی، جو بات منہ سے نکلتی ایک میخ سی گڑ جاتی ہے۔

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

علم وحکمت کا یہ درخشندہ آفتاب جس کی ضیا باری سے اقطار ہندو بیرون ہند منور، جس کی شعاعیں دور دور تک بکھری ہوئی ہیں۔ جو یقیناً کھانے کے دسترخوان سے لے کر محراب ومنبر اور مسند درس وافتا سے تخت مشیخت تک حافظ ملت تھے، موقر جریدہ ماہنامہ اشرفیہ قابل مبارکباد ہے کہ اس نے اتنا عظیم الشان ''حافظ ملت نمبر'' شائع کر کے ایک بار ہمیں پھر بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی یادگار ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کی تعمیر کے لیے آیئے ہم سب مل کر سیسہ پلائی دیوار بن جائیں۔ السعی منی والاتمام من اللہ۔ والسلام خیر ختام۔

فقیر برکاتی سید حسن میاں
۱۴/جون ۱۹۷۸ء''

علم وحکمت کا یہ درخشندہ آفتاب جس کی ضیاباری سے اقطار ہندو بیرون ہند اور جس کی شعائیں دور دور تک بکھری ہوئی ہیں۔ جو یقیناً کھانے کے دسترخوان سے لے کر محراب ومنبر اور مسند درس وافتا سے تخت مشیخت تک حافظ ملے تھے۔

(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر)

☆☆☆

احسن العلما کی اصاغر نوازی اور تصلب فی الدین

(منشی عبدالقدیر خاں قادری برکاتی)

۲۷/شعبان ۱۴۱۰ھ/ ۲۵/مارچ ۱۹۹۰ء مرشدان کالپی واقع خانقاہ محمدیہ کالپی شریف عرس مبارک کے بھرے مجمع میں جس میں مفتی رجب علی صاحب نانپاروی، مفتی شمس الدین بہرائچی، مولانا انوار احمد صاحب ودیگر علماء کرام وصاحبزادۂ اصغر جو اب نائب سجادہ برکاتیہ سید شاہ نجیب حیدر میاں اور سجادہ نشین کالپی وچورا شریف سید شاہ ضیا میاں اور ان کے صاحبزادگان ذوی الاحترام اور پروانۂ برکاتیت بھائی عتیق احمد

صاحب کانپوری وغیرہم سب کی موجودگی میں خلافت کا اعلان فرمایا اور اپنے دست کرم خاص سے سر پر عمامہ باندھا اور خاندانی اسلاف کی تسبیح اور بہت ہی طول طویل بڑے سائز دو پیچ کا خلافت نامہ عطا فرمایا پھر اس کے بعد اسی سال کے عرس قاسمی درگاہ برکاتیہ کی قل شریف کی عظیم بھری محفل میں کثیر علمائے کرام، مفتیان عظام، عمائد اسلام اور اپنے جملہ قبلہ صاحبزادگان، وارثان کی موجودگی میں دوبارہ پھر میری خلافت کا اعلان فرمایا۔

جب میرے عمامہ دستار خلافت باندھا جارہا تھا تو مجھے ایسا محسوس ہورہا تھا کہ میں آسمانوں میں پہنچ گیا ہوں۔ مجھے ہوش نہ تھا، آنسو رواں تھے۔

خلافت ملنے سے پہلے اپنے کو نہایت ناکارہ سمجھتا اور کبھی سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ میں اس اعزاز سے نوازے جانے کے لائق ہوں۔

خلافت ۲۷ رشعبان ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۵ رمارچ ۱۹۹۰ء میں مرشدان کالپی کے عرس میں کالپی میں عطا ہوئی۔

خلافت نامہ عطا فرماتے ہوئے فرمایا: میری وصیت ونصیحت یہ ہے کہ دین اسلام قدیم ومذہب مہذب اہل سنت قدیم پر حتی الوسع نہایت مضبوطی سے خود بھی ثابت قدم رہیں اور اپنے دست گرفتگان کو بھی اسی لائحہ عمل پر چلنے کی تعلیم قولاً فعلاً دیتے رہیں۔ اپنے ظاہر وباطن کو حتی الامکان احکام شریعت سے آراستہ اور پیراستہ رکھیں دکھاوے اور نمائشی نام ونمود سے علیٰحدہ اور بیزار رہیں۔ جملہ بددینوں، بے دینوں، مرتدین ومبتدعین کا رد وطرد اپنے امکان بھر کرتے رہیں۔ اس کو اپنا شعار بنانے کی کوشش کریں۔ جو بندگان خدا اپنی خوشی سے توبہ وانابت کے لئے اس کی طرف رجوع ہوں، انھیں فوراً توبہ وانابت کرا کے داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کرنے میں کوئی جھجھک محسوس نہ کریں اور اس فقیر برکاتی کو ہمیشہ اپنی دعائے خیر میں یاد رکھیں۔

اے پسر شرط صحت بیعت درطریقت اجازت سلف ست

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

احسن العلما کا اسلوب خطابت

(نوشاد عالم چشتی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

رہنمائے اہل سنت کی حیثیت سے سید شاہ حضرت مصطفیٰ حیدر حسن میاں صاحب علیہ الرحمتہ والرضوان کی ذات گرامی عوام وخواص میں محتاج تعارف نہیں ہے۔ مشائخ کے درمیان آپ ''سراج الاصفیاء'' اور علماء کے درمیان ''احسن العلماء'' کے لقب سے بہت اچھی طرح سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔آپ کا تعلق ہندوستان کی مشہور معروف درگاہ خانقاہ برکاتیہ بڑی سرکار مارہرہ شریف ضلع ایٹہ یوپی سے ہے۔اس خانقاہ سے خلق خدا کی رشد وہدایت کے لئے ایک طویل عرصے سے تبلیغ وارشاد کا سلسلہ جاری وساری ہے اوران شاءاللہ تعالی یہ فیض رہتی دنیا تک جاری وساری رہے گا۔اس خانقاہ کو چشتیت اور قادریت کا سنگم ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔اس خانقاہ سے وابستہ مشائخ کرام نے اپنے اخلاف کی رہنمائی کے لئے تقریراور وعظ ونصائح کے علاوہ تصنیف وتالیف کا ایک بیش بہا ذخیرہ بھی بطور یادگار چھوڑا ہے جس میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دونوں طرح کے خزانے شامل ہیں اسی سلسلۂ نور کی ایک روشن کڑی حضرت احسن العلماء بھی ہیں۔آپ کی ذات گرامی عوام وخواص کے لئے مشعل راہ تھی۔آپ بہت اچھے حافظ کلام باری ہونے کے ساتھ ساتھ درس نظامیہ پر دسترس رکھنے والے علماء کرام کے سپہ سالار بھی تھے یہی وجہ ہے کہ فاضل بریلوی کے کلام کی جتنی اچھی شرح اور شان نزول کے متعلق علمی اور معلوماتی گفتگو آپ فرماتے تھے کسی اور کو یہ ملکہ حاصل نہیں تھا۔ آپ نے دین اسلام کی تبلیغ اور سنت مصطفیٰ کریم کی تحفظ کے لئے اپنے آپ کو وقف کررکھا تھا۔آپ کے روزنامچے کے مطالعے سے آپ کی تبلیغی مصروفیت کے ساتھ ساتھ سفر کی صعوبتوں کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

آپ کی حیات کا ایک طویل عرصہ تبلیغ وارشاد کے سلسلے میں سفر میں گذرا ہے

جس کی بناء پر آپ نے تحریر سے زیادہ تقریر کا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے۔

دین وسنیت کی نشر واشاعت کے لئے آپ نے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا لہٰذا آپ تبلیغ کے سلسلے میں برصغیر کے مختلف گوشوں میں تشریف لے جاتے اور اپنے حکیمانہ مواعظ حسنہ سے خلق خدا کو مستفیض فرماتے۔آپ کا انداز خطابت آپ کے ہم عصروں سے بالکل منفرد نوعیت کا ہوتا تھا آپ فرمان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم "کلموا الناس علی قدر عقولھم" کے مطابق لوگوں سے مخاطب ہوتے ہمیشہ حاضرین وسامعین کے معیار ومرتبہ کا لحاظ رکھتے ہوئے خطاب فرماتے۔خطبۂ جمعہ سے قبل کی خطابت کا رنگ جدا، مجمع عام میں طرز تکلم کی نوعیت الگ، محفل خاص سے مخاطبت کا انداز مختلف ہوتا تھا۔یونہی جب آپ کو جلسے اور کانفرنسوں میں کسی عنوان پر خطاب کی دعوت دی جاتی تو اس وقت آپ کی شان خطابت کی ادا ہی نرالی ہوتی آپ اپنے مخصوص طرز اور خانقاہی سوز وحکمت کے ساتھ جب قرآن وسنت کی ضیاء باری فرماتے تو ایسا لگتا کہ لفظوں کے گلاب کی پنکھڑیاں آپ کے دہن مبارک سے جھڑ رہی ہیں اور سامعین ان کو اپنے دامن میں سمیٹنے کی کوشش میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔خطابت کے ضمن میں آپ کے بڑے صاحبزادے سجادہ نشین امین ملت حضرت سید شاہ محمد امین میاں برکاتی تحریر فرماتے ہیں:

''سید والا تبار نے کچھ عرصہ جامع مسجد اندھیری بمبئی میں امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دیے اور ۱۹۵۱ء کے رمضان مبارک میں تن تنہا ایک رات میں تراویح میں مکمل قرآن عظیم کی تلاوت کی۔بمبئی کے ایک معتبر راوی نے بیان کیا کہ حضرت صاحب نے بمبئی میں شب شہادت میں لگاتار ۵ گھنٹے ۴۰ منٹ خطاب فرمایا۔ ۳/۳ گھنٹے کی تقریروں کے تو بے شمار گواہ مارہرہ مطہرہ میں موجود ہیں''

خود احسن العلماء کی خودنوشت تبلیغی دوروں کی روداد سفر کے مطالعہ سے بھی حضرت موصوف کی خطابت اور ان کے اسلوب خطابت پر اچھی خاصی روشنی پڑتی ہے۔

خودنوشت روداد سفر کے مطالعے سے میری ناقص رائے میں حضرت موصوف

کی جو اسلوب خطابت کی خوبیاں نمایاں طور پر ابھر کر سامنے آئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱- آپ قرآن مقدس کی ان آیات مقدسہ کو موضوع خطابت بناتے ہیں جن کا تعلق انسانی معاشرہ کے کسی نہ کسی ایسے زندہ مسائل سے ہے جن کے حل کے لئے انسان حیران پریشان اور سرگرداں ہے۔

۲- آپ اپنی خطابت میں فضائل کا ذکر کم اور وعدہ وعید نیز آیات تحذیر پہ خصوصیت سے روشنی ڈالتے ہیں اور ایسا کرنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت بھی ہے جیسا کہ روایت کی جاتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بحکم رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ و السلام مدینہ شریف کی گلیوں میں یہ اعلان کرتے پھر رہے تھے " من قال لا الٰہ الا اللہ فد خل الجنۃ" جب اس اعلان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس اعلان کو موقوف کرنے کے لئے کہا نیز آپ کو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ اگر ایسا اعلان جاری کیا جائے گا تو لوگ عمل سے کٹ جائیں گے جب کہ دین اسلام کا تمام حسن معاملات پر مشتمل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ توضیح و تجویز بارگاہ رسالت مآب میں بڑی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی گئی اور اعلان موقوف کرا دیا گیا۔ اس لئے اگر خطباء حضرات زیادہ سے زیادہ مومنین کی محفل میں عمل کی طرف ترغیب دینے والی آیات کو اپنا موضوع گفتگو بناتے ہیں تو یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔

۳- منتخب تلاوت شدہ آیات کا ترجمہ و تشریح بتدریج کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ تفسیر و تشریح اور توضیح کے لئے مترادف آیات مقدسہ کا سہارا اکثر و بیشتر لیتے ہوئے نظر آتے ہیں جیسے ''لیس البران تولوا'' کی تشریح و توضیح کے لئے " اولئك الذین صدقو او اولئك هم المتقون'' کا سہارا لیا ہے۔

۴- آپ کے اسلوب خطابت کا ایک رنگ یہ بھی ہے کہ بجائے طویل آیات کے ترجمے و تشریح کے لئے آیت کریمہ کے ایک چھوٹے مگر مکمل جز کو مجمع عام و خواص کے لئے اپنا موضوع سخن بناتے ہیں اور اس کی تشریح و توضیح قرآن سنت اور اقوال

صحابہ وسلف صالحین کے ذریعہ کرتے ہیں۔

۵- آپ کی خطابت میں ''معقولات'' سے زیادہ ''منقولات'' کا اثر غالب ہے۔

۶- خطابت میں دینی ودنیاوی ہرطرح کے مسائل زیر بحث لاتے ہیں ایک جگہ خود ہی رقم طراز ہیں :

''سلسلۂ بیان جاری رکھتے ہوئے وہابیہ اسماعیلیہ وہابیہ دیوبندیہ اور نماز کلمہ کی آڑ لے کر مسلمانوں کو بہکا کر وہابی دیوبندی بنانے والی ناپاک نام نہاد تبلیغی الیاسی جماعت کا بھی ردشدید طرد بلیغ قرآن وسنت کی روشنی میں کیا مدلل ومفصل طور پر کیا۔ ساتھ ہی پاکستانی بھگدڑ اور اس کے دینی ودنیاوی مضر اثرات بتا کر مسلمانوں کو مصائب و آفات کا مقابلہ صرف خدا اور رسول جل وعلا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھروسہ پر کرنے کی دینی نصیحت کی اور اپنی اپنی جگہ نہایت مضبوطی سے جمے رہنے اور اپنے دین ومذہب کے جملہ اصول وفروع پر نہایت سختی سے قائم رہنے کی تاکید کی اور اس میں ان کی دارین کی فوز وفلاح، کامیابی وکامرانی ان شاءاللہ تعالیٰ ہونا بتایا''۔

۷- آپ اپنی خطابت میں حصول تعلیم پر تمام سامعین اور خصوصاً اصحاب قریہ ودیہات کو پرزور الفاظ میں متوجہ کرتے نظر آتے ہیں۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں آپ کی خطابت کی افادیت ہر صاحب فکر اور سنجیدہ شخص کے لئے ہے۔ایسا نہیں ہے کہ اپنی خطابت میں صرف زور بیان، لفاظی اور مترادفات کی بھرمار سے ''خطیب اعلیٰ'' کے عہدے پر متمکن ہو گئے ہوں۔ احسن العلماء کے اسلوب خطابت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ موقع محل، افراد کی ذہنی لیاقت کو مدنظر رکھتے ہوئے گفتگو فرماتے ہیں۔سادہ، دلنشیں اور دلچسپ اسلوب، پرسوز لب ولہجہ، ناصحانہ طرز تکلم یہ وہ بنیادی خصوصیات ہیں جن میں آپ کی انفرادیت بالکل مسلم ہے۔ آپ کی خطابت میں عمل کا پیغام ہے۔جدوجہد کی تعلیم ہے۔قربانی صبر وایثار کی ترغیب بھی ہے اور ان سب کے علاوہ خود احتسابی کے لئے دعوتِ فکر ہے۔

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

ایک شفیق مربی

(فِدائے مرشد محمد اکبر قادری برکاتی)

سنیچر کے روز حضرت نجیب میاں صاحب سے فرمایا: بیٹا امام احمد رضا کو جانتے ہو؟ نجیب میاں نے جواب دیا: پاپا اعلیٰ حضرت کو کون نہیں جانتا۔ فرمایا: بس ان کا دامن کبھی نہ چھوڑنا۔ اتوار کو ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق ہم لوگوں نے حضرت کو کافی دیر تک دوپہر میں بٹھایا جوس وغیرہ پلایا۔ حضرت ذرا خوش نظر آئے اور انھوں نے یہ بتانے کے لیے کہ سینہ اور گلا ٹھیک ہے اور بلغم بالکل نہیں ہے سورہ فاتحہ شریف کی تلاوت بڑی پیاری قراءت کے ساتھ کی۔ اور پانچ بار آمین کہا۔ اس کے بعد سورہ اخلاص شریف کی تلاوت پانچ مرتبہ کی۔ حضرت اشرف میاں صاحب نے کہا: پاپا آپ نے بتایا تھا کہ تین بار سورہ اخلاص پڑھنے سے ایک قرآن عظیم ختم کرنے کا ثواب ملتا ہے تو فرمایا ہاں! اس کے بعد قصیدہ نور کے تین شعر پڑھے۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا
اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

اور بھی پڑھنا چاہتے تھے مگر ہم لوگوں نے ڈاکٹر کا حوالہ دے کر منع کیا کہ زیادہ بولنے اور زور زور سے پڑھنے سے سانس پر زور پڑتا ہے اور انرجی لوس ہوتی ہے۔ اسی دن حضرت اسلم میاں صاحب اور افضل میاں صاحب کی موجودگی میں اپنے بزرگوں کے حالات بیان کرتے رہے۔ حضرت ستھرے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تینوں صاحبزادوں اور ان کی سجادہ نشینی کے بارے میں بتایا اور آپس میں سب بھائی متحد و متفق رہیں اس کی تلقین کی۔ فرمایا دشمن یہی تو چاہتا ہے کہ ہمارا اتحاد ختم ہو اور وہ ایک ایک کر کے الگ الگ توڑ دے۔

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

اتوار کے روز حضرت اشرف میاں صاحب کے خسر محترم جناب سید علی اشرف صاحب اور ان کے بڑے صاحب زادہ حضرت صاحب کو دیکھنے کے لیے آئے تو ان سے بڑے موڈ میں حضرت صاحب نے باتیں کیں۔ دوران گفتگو سید علی اشرف صاحب نے ایک جملہ کہا ''گہری جڑ اور اونچی شام'' تو اس پر بہت خوش ہوئے۔ سید علی اشرف صاحب نے پوچھا، خاص خاص چیزیں بتادیں کھانے کے لیے تو فرمایا: عام عام چیزیں نہ بتاؤں؟ حضرت اشرف میاں صاحب کی اہل خانہ سیدہ نشاط بھابی مدظلہا کی بہت تعریف کی۔ فرمایا: اس نے میرا بہت خیال رکھا۔ جب تک بمبئی میں رہا، بہترین کھانا ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق خود اپنے ہاتھ سے بنا کر کھلاتی اور ہر وقت میرا خیال رکھتی۔ اخلاق کی بہت اچھی ہے، ہر دم ہنستی ہی رہتی ہے۔ خوب صورت وخوب سیرت اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود غرور وتمکنت نہیں ہے۔

حضرت صاحب اپنے سبھی بچوں اور بہوؤں سے بہت خوش تھے اور خدا ورسول کا شکرانہ ادا کرتے تھے۔ حضرت نے اپنے سبھی صاحب زادوں کو اعلیٰ تعلیم سے آراستہ و پیراستہ کیا۔ دینی تعلیم تو ان کی میراث ہے ہی، دنیاوی تعلیم میں بھی کوئی ان سے آنکھ نہیں ملاسکتا۔ حضرت حسنین میاں صاحب قبلہ مدظلہ کو ہمیشہ اپنے بیٹے کی طرح چاہتے۔ کہتے تم پانچوں بھائی ماشاءاللہ ذی عقل و پڑھے لکھے ہو۔ مسجد کھڑک میں جب بھی حضرت حسنین میاں صاحب قبلہ حضرت صاحب سے ملاقات کے لیے آتے تو فرماتے: آ وَ آ وَلَلَّا آ وَ یہاں بیٹھو ہمارے پاس اور جب تک حضرت بھائی صاحب قبلہ تشریف رکھتے، حضرت انھیں سے مخاطب رہتے اور اپنے خاندان کے بزرگوں کی باتیں کرتے رہتے۔

فطری طور پر بڑے صاحب زادہ، ولی عہد و جانشین ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کو سب سے زیادہ چاہتے اور فرماتے سب بچوں میں سب سے زیادہ ذی علم وذی استعداد ہیں۔ حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی کو ان کی سنجیدہ مزاجی، مزاج شناسی اور حلم و بردباری کی وجہ سے بہت چاہتے تھے۔ ایک بار حجرہ کھڑک میں مجھ سے فرمایا کہ میرے سب سے زیادہ کام آنے والا میرا بچہ مجھ سے

دور ہوگیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ کا کانپور سے بمبئی تبادلہ ہوا تھا۔ مسلمان افسر غیروں کی نظروں میں بہت کھٹکتا ہے۔ حضرت افضل میاں صاحب کے بارے میں فرماتے: اللہ اسے اچھا رکھے۔ بہت ہمت والا اور بلند حوصلہ والا ہے۔ ایک رات جی بی پنتھ ہاسپٹل میں ذرا ہنستے ہوئے فرمایا: دیکھو ایس پی صاحب ہمارا پہرہ دے رہے ہیں۔ حضرت نجیب میاں صاحب قبلہ دام ظلہ نے تو سب سے زیادہ حضرت کی قربت وصحبت پائی۔ یہی وجہ ہے کہ اچھے اخلاق والے اور حسن انتظام میں ماہر ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہر دل عزیز بھی ہیں۔

پیرانی صاحبہ سے بے انتہا محبت فرماتے اور ہر وقت ان کا خیال رکھتے۔ ہاسپٹل میں جب امی جان حضرت صاحب کو دیکھنے کے لیے آتیں جیسے ہی ان کے روم میں داخل ہوتیں، خود سلام میں پہل کرتے اور بہت خوش ہوجاتے۔ اپنے وصال سے ایک یا دو روز پہلے امی جان آئیں تو فرمانے لگے اچھا یہ بتاؤ کہ تم ہم سے ناراض تو نہیں ہو؟ اگر زندگی میں کوئی تکلیف پہنچی ہو تو معاف کردینا۔ امی جان نے فرمایا: بوڑھے ہوگئے۔ اگر ناراض ہوتے تو اتنی زندگی کیسے گذرتی۔ فرمایا بس تو ٹھیک ہے۔

اپنے برادر عزیز حضرت سید حسین میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی سے بہت محبت فرماتے۔ حضرت حسین میاں صاحب نے بعد وصال فرمایا کہ میں نے اپنے والد اور اپنے بڑے بھائی صاحب کے دنیا سے جانے کے بعد ان کو ہی اپنا سب کچھ سمجھ لیا تھا مگر وہ بھی ہمیں چھوڑ کر چلے گئے جس کو ایک نظر دیکھ کر تسلی ہوتی تھی۔ بڑی خلو والدہ سیدہ بشریٰ مدظلہا وحضرت سید اسلم میاں صاحب اور چھوٹی خلو والدہ سیدہ حمیریٰ مدظلہا کی بہت تعریف کرتے اور فرماتے اب ایسی بہنیں کہاں ہوتی ہیں۔

میرے مرشد مریدین ومتوسلین کے تو رب مجازی تھے ہی، اپنے گھر والوں کی بھی آنکھوں کے تارے تھے۔ کسی انسان کے اچھے اخلاق وکردار کے بارے میں گھر والوں خاص طور پر بالکل قریبی لوگوں سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ میرے مرشد انسانیت، اخلاق اور کردار کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے۔

دنیاوی حرص وہوس سے کوسوں دور تھے۔ اکثر فرماتے: میرے دل میں کوئی خواہش وتمنا باقی نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ اپنے حضور بخیر وخوبی بلالیں اور ہوا بھی ایسا ہی۔ جس دن ان کا وصال ہوا، وہ قرآن عظیم کی تلاوت فرمارہے تھے۔ ویسے روزانہ ایک منزل تلاوت کرنے کا تو ان کا معمول ہی تھا۔ اپنے وصال سے چند ساعت پہلے تک وہ بالکل ہوش وحواس میں تھے۔ اپنی مبارک زبان سے ''یااللہ، یارحمٰن، یارحیم'' کا ورد فرمارہے تھے۔ فرمارہے تھے کہ میرے اوپر پانی ڈالو تو حضرت اشرف میاں صاحب نے چہرہ اور ہاتھوں پر پانی کے چھینٹے مارے۔ جب بار بار فرمانے لگے تو میں نے روئی بھگالی اور اس سے روشن وتابناک چہرۂ مبارک کو تر کرنے لگا۔

اچانک میری طرف پیاری پیاری محبت وشفقت بھری نظروں سے دیکھا اور سر کا ایک طرف ہلکا سا اشارہ کیا۔ میں یہ سمجھا کہ بتارہے ہیں کہ بالکل ٹھیک ہوں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ میں نے بھی ہاتھ کے اشارے سے اور زبان سے کہا ہاں۔ اور بس یہی ساعت تھی کہ وہ دار فانی سے دار بقا کی طرف بہت تیزی سے روانہ ہوگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ اتنے پرسکون انداز سے طبیعت نہیں بتارہے ہیں بلکہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم جارہے ہیں۔ خدا حافظ۔

میرے آنسو خشک ہوگئے۔ ڈاکٹر نے حضرت کے دل کی جگہ پر ہاتھ رکھ کر جھٹکے دینا شروع کردئے۔ میں نے کہا: یہ کیا کررہے ہیں تو ڈاکٹروں نے مجھ کو اور رفیق بھائی کو کمرہ سے باہر نکال دیا۔ میں درار سے جھانکنے لگا کہ ابھی میرے حضرت کو ہوش آجائے گا مگر وہ شعر صحیح معلوم ہونے لگا ؎

جو گیا ملک عدم پھر نہیں آنے کا وہ
چند روزہ زندگانی پھر نہیں پانے کا وہ

خداوند قدوس کے معصوم وفرماں بردار فرشتے اپنا کام کرچکے تھے اور ایک جہاں کو تڑپنے اور بلکنے کے لیے چھوڑ چکے تھے۔ حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی وہیں موجود تھے مگر کچھ اشارہ سمجھ کر حضرت افضل میاں صاحب جوامی جان کو ان

کے کمرہ میں پہنچانے گئے تھے، بلانے چلے گئے۔ واپس آئے تو ہم لوگوں کو کمرہ سے باہر درداروں سے جھانکتے ہوئے دیکھ کر سمجھ گئے پھر ان کی جو کیفیت ہوئی، ایک حساس دل ہی جان سکتا ہے۔

ہم موت کے بارے میں سنا کرتے تھے کہ بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ واقعات سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہوجاتے اور دل کانپنے لگتا۔ مگر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ میرے مرشد کے جو آخری لمحات تھے اس وقت چہرہ پر بڑا سکون اور اطمینان تھا اور زبان پر تو ذکر خدا یا اللہ، یا رحمٰن یا رحیم تھا ہی۔ میں نے تقریروں میں سنا تھا کہ مرد مومن اور اللہ کے نیک بندے جب دنیا سے کوچ فرماتے ہیں تو انھیں کسی بات کا ملال نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ اپنے خدا و رسول کے دیار کے لیے بے تاب ہوتے ہیں۔ ان کے چہروں پر عجیب رونق آجاتی ہے۔ بلا مبالغہ میں نے یہی حال اپنے مرشد کا دیکھا اور اس واقعہ کا میں اکیلا گواہ نہیں، ان کے جنازے میں شریک ہونے والے ہزاروں دیوانے اور سیکڑوں علماء بھی ہیں۔ میں بلا مبالغہ پورے وثوق کے ساتھ اپنے مرشد کو اس زمانہ کا ولی کامل کہہ سکتا ہوں۔

ع ''خدا رحمت کند ایں پاک طینت را''

☆☆☆

خلفائے کرام

حضرت علامہ مفتی شریف الحق قادری برکاتی امجدی قدس سرہٗ نے حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلفاء کی نشان دہی کی ہے۔

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

اخلاف:

حضرت کے چار صاحبزادے ہیں حضرت سید شاہ محمد امین میاں صاحب ولی عہد سجادہ، حضرت سید محمد اشرف صاحب، حضرت سید محمد افضل صاحب اور حضرت سید نجیب حیدر صاحب، ایک صاحبزادی ہیں ثمینہ خاتون۔

خلفا:

مریدین کی تعداد کا علم صحیح کسی کو نہیں اور نہ ہوسکتا ہے۔ پوری دنیا میں لاکھوں لاکھ پھیلے ہوئے ہیں لیکن جتنی مریدین کی تعداد زیادہ ہے، خلفا کی تعداد بہت ہی کم ہے، اس کا خاص سبب یہ ہے کہ آپ ہر طالب کو خلافت سے نہیں نوازتے تھے بلکہ بہت تحقیق و تفتیش کے بعد خلافت عطا فرماتے۔ خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

جناب سید شاہ آل رسول حسنین میاں صاحب، صاحبزادۂ اکبر حضرت سید شاہ محمد امین صاحب سجادہ نشین، شہزادہ حضرت سید شاہ محمد اشرف، شہزادہ حضرت سید شاہ محمد افضل میاں صاحب، شہزادہ حضرت سید شاہ نجیب حیدر میاں برکاتی صاحب۔

حضرت علامہ اختر رضا صاحب ازہری جانشین مفتی اعظم ہند، جناب سید شاہ ضیاء الدین صاحب کالپی شریف، حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب مبارکپور، حضرت علامہ مفتی جلال الدین صاحب امجدی، فیض الرسول براؤں شریف، حضرت علامہ صوفی نظام الدین صاحب امرڈوبھا، حضرت علامہ سید اصغر امام صاحب اجھر شریف ضلع اورنگ آباد، جناب مولانا جمال رضا خاں صاحب نواسۂ مفتی اعظم ہند، جناب مولانا ابوحماد احمد میاں صاحب برکاتی حیدرآباد سندھ پاکستان، جناب حاجی محمد عارف صاحب کراچی پاکستان، جناب منشی عبدالقدیر صاحب عرف پھول خاں صاحب گلولی علاقہ کالپی شریف، جناب حاجی عبدالحمید صاحب برکاتی جے پور، جناب قاری امانت رسول صاحب پیلی بھیتی، اور یہ راقم الحروف بھی۔ (مفتی شریف الحق امجدی)

میری معلومات کے مطابق یہ حضرات حضور احسن العلماء، کے خلفاء کرام ہیں۔

بقیہ خلفا:

مولانا اسمٰعیل جانی، مولانا سبحان رضا خاں صاحب بریلی شریف، مولانا احسن المظفر صاحب کلکتہ، مولانا غلام ربانی فائق ابن شیخ العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی قدس سرہٗ۔

حضرت امین ملت کی بیاض سے علم ہوا کہ دیگر خلفائے کرام کے نام نامی اس طرح ہیں:

☆ حضرت مفتی محمد خلیل خان صاحب قادری برکاتی مفتیٔ اعظم سندھ

☆ حضرت مفتی جیش محمد صاحب مفتیٔ نیپال

☆ حاجی عبدالغفار نوری اندور

☆ مولوی سخی اللہ صاحب اندور

☆ مولوی سخاوت علی برکاتی مگہر

☆ مفتی محمد لطف اللہ صاحب مفتیٔ متھرا

☆ الحاج محمد عمر قاسم صاحب

☆ مفتی سید محمد عارف رضوی نان پارہ

☆ مفتی محمد مظفر احمد قادری داتا گنجوی

روداد چہلم شریف حضور احسن العلما
اور
سجادہ نشینی حضرت امین ملت مدظلہ

حضور مرشد اعظم ہند احسن العلماء سید شاہ مصطفٰے حیدر حسن میاں رحمۃ اللہ علیہ کے فاتحہ سوم میں عرس جیسا سماں تھا اور عرس جیسا ہی تقریباً مجمع بھی۔ ۱۴ر ستمبر ۱۹۹۵ء بروز جمعرات صبح بعد نماز فجر قرآن خوانی اور درگاہ معلٰی اور جامع مسجد برکاتی میں چنے پڑھے گئے۔ بعدہ درگاہ معلٰی میں مختصر سی تعزیتی مجلس ہوئی جس میں شارح بخاری فقیہہ عصر حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب، جانشین صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفٰی صاحب اور سید ملت حضرت آل رسول حسنین میاں صاحب قبلہ، امین ملت حضرت امین میاں صاحب قبلہ، حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ، حضرت نجیب میاں صاحب قبلہ مدظلہم نے اپنے دل کو مضبوط کر کے اور جذبات پر قابو کر کے اظہار رنج وغم کیا۔ صلوٰۃ وسلام کے بعد فاتحہ خوانی ہوئی بعدۂ تناول طعام وتبرک، لوگ سر جھکائے ڈبڈباتی آنکھوں کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔

تعزیت کا سلسلہ چہلم تک چلتا رہا ایک گیا دس آئے۔ دس گئے بیس آئے۔ حضرت والا کا چہلم، رسم سجادہ نشینی اور عرس قاسمی ایک ساتھ ہوا۔ یہ بھی حضرت والا کی کرامت ہے۔ ایک سال پہلے ہی سے اعلان کر رہے تھے کہ میں نے عرس تین دن کا کر دیا ہے ویسا ہی ہوا۔ ۲۱، ۲۲، ۲۳ر اکتوبر ۱۹۹۵ء بروز سنیچر، اتوار، پیر پہلے روز ۲۱ر اکتوبر بروز سنیچر حضرت والا کا فاتحہ چہلم اور حضرت امین ملت وامت برکاتہم القدسیہ کو حضرت والا کا جانشین وسجادہ نشین اور متولی درگاہ معلٰی اور جامع مسجد برکاتی اعلانیہ طور

پر بنایا گیا۔تحریری طور پرتو پہلے ہی سے تھے۔

۲۱ر ستمبر ۱۹۹۵ء بروز ہفتہ بعد نماز صبح قرآن خوانی درگاہ معلّٰی میں ہوئی ۔ ساڑھے آٹھ بجے ایصال ثواب اور فاتحہ ہوا۔سیکڑوں کی تعداد میں ختم قرآن عظیم فاتحہ سوم میں نذر کئے گئے تھے اور ہزاروں کی تعداد میں فاتحہ چہلم میں نذر کئے گئے۔اس کے علاوہ لاکھوں بار درود شریف ،کلمہ شریف ،سورہ فاتحہ،سورہ اخلاص پڑھنے کا ثواب نذر کیا گیا۔

ع یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

ٹھیک نو بجے درگاہ معلّٰی کے سامنے تحصیل داری سے ملحق میدان میں جہاں حضرت والا کی نماز جنازہ ہوئی تھی، تلاوت قرآن عظیم، حمد ونعت ومنقبت سے جلسہ کا آغاز ہوا۔حضرت والا کی نماز جنازہ کی برکت سے اس جگہ کی قسمت کھل گئی جہاں کچھ دنیا پرستوں کی شیطانی خواہش سے ڈھول تاشے اور مجرے بجتے تھے اور تالیاں پٹتی تھیں۔ وہاں صلوٰ وسلام نعت ومنقبت ذکر واذکار کے نغمے گونجے۔

تقریباً حضرت والا کے سبھی خلفاء جو حیات ہیں، مشائخ عظام، مفتیان کرام، علماء عظام جن میں اکثریت اکابرین دین وملت کی تھی پہلے ہی روز یعنی ۲۱ر اکتوبر بروز ہفتہ چہلم شریف کے جلسہ ہی میں تشریف لے آئے تھے۔شہنشاہ ہند، مدار اولیاء ہند غریب نواز خواجہ خواجگاں عطائے رسول کے صاحبزادہ سید مغیث میاں صاحب بھی تشریف لے آئے تھے۔کس کس مقرر نے کیا کیا بیان کیا، کیسے کیسے رموز افشاں کئے اور کیسے کیسے رنگارنگ گلہائے عقیدت اپنے آقا کی بارگاہ میں پیش کئے اس کا احوال لکھنا ایک دشوار طلب امر ہے۔کافی حد تک سائنسی دور کی مدد سے کیسٹوں میں محفوظ ہے۔

صلوٰۃ وسلام اور جلسہ کے اختتام سے قبل قدیم خاندان کے مطابق ولی عہد و جانشین کے مبارک ہاتھوں سے حضرت والا کے خلفاء کو ملا گیری کرتے اور ٹوپیاں عطا کی گئیں تاکہ بوقت رسم سجادہ نشینی زیب تن کرسکیں۔صلوٰۃ وسلام فاتحہ ودعا کے بعد جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

نماز ظہر سے فراغت کے بعد تقریباً دس ہزار افراد مقامی و بیرونی نے حضرت

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

والا کے چالیسویں کا متبرک کھانا تناول کیا۔ کھانا کانپور کے بہترین استادوں کے ذریعہ بنوایا گیا تھا ہر چیز دیسی گھی میں پکائی گئی تھی۔ جس کو زائرین نے انگلیاں چاٹ چاٹ کر شکم سیر ہوکر کھایا۔ دل ہی دل میں اپنے محسن اور اپنے آقا کا شکریہ ادا کیا کہ ظاہری زندگی میں بھی ان کا یہی عالم تھا کہ اپنے مہمان کو کہاں اٹھاؤں، کہاں بٹھاؤں والا خیر مقدم بعد وصال بھی اتنی فراخی اور اتنی سلیقگی سے غلاموں کو نوازا کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔

ساڑھے چار بجے گھر میں مخصوص چوکی کا فاتحہ ہوا اس کے بعد چاروں صاحبزادگان عالی مرتبت جو حضرت والا کے خلیفہ بھی ہیں اور حضرت سید آل رسول حسنین میاں صاحب قبلہ مخصوص ملا گیری کرتے اور ٹوپیاں زیب تن کئے ہوئے تبرکات کی گٹھریاں لیے ہوئے روضہ حضور صاحب البرکات میں داخل ہوئے جہاں پہلے سے نماز عصر سے فراغت کے بعد حضرت والا کے خلفاء کچھ حضور صاحب البرکات کے مزار شریف کے سرہانے اور کچھ بائیں رونق افروز تھے۔ مجھے حضرت اشرف میاں قبلہ مدظلہ العالی سے حضور صاحب البرکات کے بائیں پتھر کی چوکھٹ کے اندر کھڑے رہ کر درود شریف کے نذرانے پیش کرنے کی اجازت مل گئی۔ حضرت حسین میاں صاحب قبلہ، حضرت حسنین میاں صاحب قبلہ حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ، حضرت افضل میاں صاحب قبلہ، اور حضرت نجیب میاں صاحب قبلہ ہونے والے صاحب سجادہ حضرت امین میاں صاحب قبلہ مدظلہ کو لے کر حضور سیدنا شاہ حمزہ صاحب اور حضور سیدنا شاہ اچھے میاں صاحب کے مزارات کے بیچ میں جو جگہ ہے وہاں رونق افراوز ہوئے۔ حضرت حسنین میاں صاحب قبلہ اور حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ نے برکاتی دولہا اور سارے سنیوں کے ہونے والے سلطان کو حضور احسن العلماء سے لے کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک کے مخصوص تبرکات ملبوسات سے آراستہ و پیراستہ کیا۔ تاج شاہی حضور صاحب البرکات کے سر پر رکھا گیا۔ درگاہ شریف کے باہر کثیر مجمع تھا، حلقہ بنایا گیا۔ حضرت والا کے خلفاء کرام ایک ہی رنگ کے خانقاہی رنگ میں رنگے ہوئے اپنے برکاتی شہنشاہ کو جلو میں لیے ہوئے اسم ذات اللہ اللہ کا نعرہ بلند کرتے ہوئے حویلی سجادگی حضور تاج العلماء میں لے گئے۔ بڑا روح

پرور، نورانی اور دلکش منظر تھا۔ جس وقت حویلی شریف میں سجادہ نشین کی مسند پر حضرت امین ملت جلوہ افروز ہوئے، فضا میں نورانیت، دل میں کیف وسرور اور سکون واطمینان محسوس ہوا اور جانشین مرشد برحق کو دیکھ کر حضرت والا مرشد برحق کا نورانی عرفانی حقانی حسین وجمیل چہرہ سامنے آ گیا اور تصور میں حضور غوث الاعظم کے جلوے نظر آئے۔

اجمیر شریف سے آئے ہوئے معزز مہمان صاحب زادہ سید مغیث میاں صاحب نے عمامہ شریف جو آستانہ غریب نواز سے اپنے ساتھ لائے تھے حضرت امین ملت کے سر پر باندھا۔ حضرت حسین میاں صاحب قبلہ نے فرمایا کہ ہاں اب کام مکمل ہو گیا، ہند الولی کی مہر لگ گئی۔ دستور قدیم خاندانی کے مطابق حضرت امین ملت نے اپنے خلف اکبر سید محمد امان میاں سلمہٗ المولی تعالیٰ کو اور مولانا مفتی عبدالرحمٰن صاحب برکاتی کو خلافت عطا فرمائی۔ حضرت مولانا مفتی سید محمد عارف صاحب نے اپنے صاحب زادوں کو بیعت کرایا اور آپ کے علاوہ بھی کچھ لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔ بعد نماز مغرب حضرت صاحب سجادہ امین ملت ملبوسات بزرگان زیب تن کئے ہوئے خانہ محل سرائے زنانہ میں تشریف لے گئے، مختصر فاتحہ ہوا۔ حضرت اشرف میاں صاحب کی بیگم صاحبہ اور حضرت سیدہ عذرا باجی کی صاحب زادی صاحبہ اور ایک دو مستورات داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ ہوئیں۔

بعد نماز عشاء درگاہ معلیٰ میں حضرت والا کے روضہ مبارک کے سامنے تلاوت قرآن عظیم اور نعت ومنقبت سے محفل کا آغاز ہوا۔ یہ خاص چہلم شریف کی محفل تھی۔ اس میں حضرت والا کے سنجھلے صاحب زادہ حضرت سید محمد افضل میاں صاحب دام لطفہم نے بڑی بصیرت افروز تقریر کی۔ عشق ومحبت کیف وسرور صبر وضبط واستقلال کے سانچے میں ڈھلی ہوئی شیریں زبان سے جو جملے نکل رہے تھے قلب وجگر پر اثر پذیر ہو رہے تھے۔ بیان میں بڑی شگفتگی اور برجستگی تھی۔ ہر سننے والے نے تعریف کی۔ خالص خانقاہی انداز میں پیار ومحبت سے اپنے والد ماجد کے عقیدت مندوں، مریدوں اور اپنے مہمانوں کو نواز رہے تھے۔ کوئی کہہ نہیں سکتا تھا کہ یہ ایس پی صاحب بول رہے ہیں۔

اور پھولے پھلے آقا کا چمن

اختتام محفل پر لوگوں نے کھانے سے فراغت حاصل کی اور اپنی اپنی قیام گاہوں پر آرام کیا۔ ۲۲ر اکتوبر ۱۹۹۵ء بروز اتوار عرس قاسمی شریف شروع ہوا۔ اپنی روایات قدیم اور طریقہ مخصوص خاندان برکات کے مطابق بڑے آن بان اور شان کے ساتھ منعقد ہوا۔ فرق بس اتنا تھا کہ ہر سال ہمارے مرشد برحق حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کے زیر قیادت وزیر نظامت ہوتا تھا اس سال جانشین مرشد برحق حضور امین ملت دامت برکاتہم القدسیہ کے زیر نگرانی اور حضرت والا کے دیگر تینوں صاحبزادوں کے باہم اتحاد و اتفاق و معاونت سے ہوا اور انشاء اللہ ہمیشہ یہ رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔

سایہ رہے سروں پہ مرشد کے جانشین کا
کھلتے رہیں دلوں پہ اسرار شاہ قاسم

مختصر طور پر عرس قاسمی کا خاکہ آپ قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

عرس شریف کا آغاز بعد نماز فجر درگاہ معلیٰ میں روضہ حضور صاحب البرکات میں حلقہ ذکر قادری سے ہوتا ہے۔ کچھ بزرگ برکاتی حضرات مزار اقدس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور باقی معتقدین و مریدین چاروں طرف اور اب تو باہر تک صحن میں جگہ نہیں رہتی۔ شجرہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں مذکورہ ذکر جلی نفی و اثبات شروع کرنے سے پہلے امام عشق و محبت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ﷺ کی نعت پاک ''چمک تجھ سے پاتے ہیں'' پڑھتے ہیں اور ہر ذکر کے بعد ایک ایک نعت ''سنتے ہیں کہ محشر میں'' ''اٹھا دو پردہ'' اور آخر میں ''ان کی مہک نے دل کے غنچے کھا دئے ہیں'' پڑھ کر صلوٰۃ و سلام فاتحہ خوانی معہ شجرہ طیبہ ہوتی ہے۔

حلقہ ذکر قادری کے بعد درگاہ معلیٰ میں قرآن خوانی، فاتحہ اور ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ ٹھیک نو بجے عرس کی پہلی محفل کا آغاز تلاوت قرآن عظیم، حمد و نعت و منقبت سے ہوتا ہے اور آئے ہوئے علماء کرام و مفتیان عظام کے نورانی بیانات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ گیارہ بجے برکاتی سجادہ نشینان اور صاحبزادگان خاندان برکات رونق افروز ہوتے ہیں اور محفل کی زینت بڑھاتے ہیں۔ ایک بجے پہلے دن کی پہلی محفل کا صلوٰۃ و سلام پر ہمارا اختتام ہوتا ہے۔ مجھے یاد ہے پہلی محفل میں میرے مرشد برحق کا دلوں کو موہ

لینے والا مفصل بیان، خیر مقدم اور دوسری تقاریب کے اعلانات اپنے مخصوص اور منفرد انداز میں سننے کو ملتے تھے جن کو دیکھنے اور سننے کو آنکھیں ترس گئی ہیں۔

جلسے سے فارغ ہو کر زائرین نماز ظہر اور کھانے سے فارغ ہوتے ہیں اور تھوڑا آرام کرتے ہیں۔ بعد نماز عصر زائرین اپنے اپنے سروں پر چادریں لیے ہوئے نغمات برکاتیہ پڑھتے ہوئے دروازہ حویلی سجادگی پر جمع ہوتے ہیں۔ صاحب سجادہ یا صاحب زادگان میں سے کوئی بھی دروازہ پر آ کر سنتے ہیں۔ بعد نماز مغرب یہ سارا مجمع معہ چادروں اور گاگروں کے درگاہ بڑے پیر صاحب یعنی درگاہ میر شاہ عبدالجلیل قدس سرہٗ کے آستانہ پر اکٹھا ہو کر بشکل جلوس اپنے مخصوص راستوں سے گذرتا ہوا شہر کا گشت کرتا ہوا واپس حویلی سجادگی کے دروازہ پر آتا ہے۔ آگے آگے پڑھنے والے حضرات ہوتے، وہ دروازہ پر کھڑے رہ کر بھی منقبتیں اور چادر و گاگر کی نظمیں پڑھتے ہیں۔ پڑھنے والوں کو خوب نذرانے ملتے ہیں۔ اس کے بعد درگاہ معلّٰی میں جا کر چادریں مزارات مقدسہ پر چڑھادی جاتی ہیں اور فاتحہ خوانی ہوتی ہے اور لوگ نماز عشاء سے فارغ ہوتے ہیں۔

دس بجے گدی ہوتی ہے۔ گدی سے مراد (خرقہ پوشی) صاحب سجادہ ملبوسات بزرگان زیب تن فرماتے ہیں اور حویلی شریف سے باہر تشریف لاتے ہیں۔ مریدین و متوسلین کے حلقہ میں درگاہ شریف صاحب مزار جن کے سجادہ ہوتے ہیں، ان کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ جیسے ہی حویلی سجادگی کے سجادہ نشین ملبوسات بزرگان زیب تن کئے ہوئے باہر آتے ہیں، خدام اسم ذات اللہ کا نعرہ بلند کرتے ہیں اور اسی نعرہ کے ساتھ درگاہ شریف تک جاتے ہیں۔ بڑا روح پرور اور پر کیف منظر ہوتا ہے۔ اس کے بعد رات کی محفل جسے مولود کی محفل بھی کہتے ہیں، شروع ہوتی ہے۔ یہ محفل بڑی عظمت والی، نور و نکہت، علم و عرفان عشق و محبت سے پر ہوتی ہے۔ مجھے خوب یاد ہے شب خرقہ پوشی میں حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کے نورانی عرفانی اور حقانی بیان ہوتے تھے اور جو ایک جگہ بیٹھ گیا محفل ختم ہونے کے بعد ہی اٹھتا تھا۔ ہمارے مرشد لباس شاہان حقیقی میں ملبوس اپنے بھائی صاحب کا بیان سنکر بہت محظوظ ہوتے تھے۔ میں ان کے قریب ہی اپنے ابا

(ماسٹر محمد لعل صاحب قادری برکاتی) کے ساتھ بیٹھتا تھا۔قریب تین بجے یہ محفل صلوٰۃ و سلام پر ختم ہوتی ہے اور زائرین کھانے سے فارغ ہوکر آرام کرتے ہیں۔

دوسرے دن صبح بعد نماز فجر پہلے دن کی طرح درگاہ معلیٰ میں حلقہ ذکر قادری صلوٰۃ وسلام فاتحہ خوانی اور اس کے بعد قرآن خوانی اور ایصال ثواب-ٹھیک نو بجے تیسری اور آخری محفل کا انعقاد اس کو قل کی محفل بھی کہتے ہیں۔علماء کرام، مشائخ عظام اور مفتیان ذوی الاحترام کے عشق ومحبت، علم وعرفان اور تصوف سے بھرپور بیانات ہوتے ہیں۔شعراء بارگاہ رسالت ﷺ اور اولیاء کرام کی بارگاہان کرم میں گلہائے محبت پیش کرتے ہیں۔حسب معمول قدیم گیارہ بجے سجادہ نشینان اور صاحب زادگان خاندان محفل میں رونق افروز ہوتے ہیں جیسے ہی یہ مقدس حضرات آتے ہوئے نظر آئے سبھی سامعین ومقررین کھڑے ہوکر استقبال نعرہ ہائے مبارکہ سے کرتے ہیں۔ان سرکاروں کے آنے کے بعد مقررین کے حوصلے بڑھ جاتے ہیں اور سامعین کی دلچسپی میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ مقررین اس وقت تک ممبر رسول پر تشریف نہیں لاتے جب تک یہ آقایان نعمت تشریف نہیں لے آتے۔اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ مقرین حضرات یہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے آقاؤں کے سامنے اپنی غلامی کے نیاز مندانہ ثبوت پیش کریں اور اسی وجہ سے کبھی کبھی ان حضرات کو بولنے کا موقع بھی نہیں مل پاتا ہے کیونکہ علماء کرام ومفتیان عظام کی کثیر تعداد ہوتی ہے بڑے بڑے علماء کرام کو ۱۵ منٹ ۲۰ منٹ یا زیادہ سے زیادہ آدھ گھنٹہ کا وقت مل جاتا ہے۔

ڈیڑھ بجے صلوٰۃ وسلام اور فاتحہ قل ہوتا ہے۔قل کے فوراً بعد صف بندی کرادی جاتی ہے اور عرس شریف کی آخری اختتامی تقریب یعنی زیارت آثار شریف کی تیاری سجادہ نشین حضرات اور صاحبزادگان جامع مسجد برکاتی میں تشریف لے جاتے ہیں اور مشترک آثار شریف کی الماری کھول کر آثار شریف کوئی بھی صاحب زادہ اپنے سر پر رکھ کر لاتے ہیں اس طرح کہ آگے آگے خدام آثار شریف کی طرف منھ کئے ہوئے اسم ذات اللہ کا نعرہ لگاتے ہوئے درگاہ معلیٰ میں حضور صاحب البرکات کے صحن مبارک میں

چوکی پر رکھتے ہیں۔ جب تک ہمارے مرشد برحق حیات تھے اپنے دست مبارک سے آثار شریف کھول کر ایک ایک موئے مبارک صاحب زادوں کو دیتے تا کہ وہ حاضرین کو زیارت کرائیں۔ موہائے مبارکہ حضور سرور کونین ﷺ، امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ، حسنین کریمین اور غوث اعظم ﷺ کے ہیں۔ میں اپنے بچپن سے دیکھتا آیا ہوں سرکار دو عالم ﷺ کے قدم شریف کی زیارت حضرت حسین میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی کراتے ہیں پہلے تو شان ہائے قدم مبارکہ سے مس کیا ہوا گلاب کا پانی حاضرین وزائرین کی آنکھوں پہ لگایا جاتا تھا مگر اب بہت زیادہ ہزاروں کی تعداد میں زائرین کی شرکت کی وجہ سے صرف آنکھ سے زیارت کرائی جاتی ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ کے جبہ مبارکہ، سرکار دو عالم ﷺ کی نعل مبارک، حضرت غوث الاعظم کی تسبیح کے دانے حضور صاحب البرکات کی ٹوپی مبارکہ اور دیگر تبرکات جو ایک کانچ کے صندوقچہ میں رکھے ہوئے ہیں بڑے ادب واحترام کے ساتھ زیارت کرائے جاتے ہیں۔ صفیں بہت قرینے سے لگائی جاتی ہیں تا کہ زیارت سے کوئی محروم نہ رہے جب تک زیارت ہوتی رہتی ہے مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام ہر خاص وعام کی زبان پر ہوتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نور ورحمت کی بارش ہو رہی ہو۔

درگاہ معلیٰ میں مردوں کو زیارت کرانے کے بعد اعلان ہوتا ہے کہ مستورات تیار رہیں اور صف بندی کرلیں اس کے بعد آثار شریفہ محل سرائے زنانہ میں لے جائے جاتے ہیں اور وہاں بھی صرف آنکھوں سے زیارت کرائی جاتی ہے۔ بعدہ تبرکات متبرکہ جامع مسجد برکاتی میں مخصوص الماری میں محفوظ کردئے جاتے ہیں۔ اور سجادہ نشین اپنے اپنے حفاظتی قفل لگا دیتے ہیں۔

اس طرح عرس قاسمی شریف کی پوری تقریب انجام پذیر ہوتی ہے اور زائرین کھانے اور نماز ظہر سے فارغ ہوکر اپنے اپنے گھروں کو اپنے میزبان اپنے مرشد اور اپنے مرشدزادوں سے اجازت لے کر روانہ ہونا شروع ہوجاتے ہیں اور تقریباً ۹۸ فیصد لوگ اسی دن اپنی اپنی منزلوں کو رواں دواں ہوجاتے ہیں اور جو صاحب ایک بار اکیلے

عرس قاسمی میں آتے ہیں وہ دوبارہ اپنے ساتھ چار کو لے کر آتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ہر سال زائرین عرس قاسمی کی تعداد بڑھتی ہی جارہی ہے۔مصداق

گر پڑ کے وہاں پہنچا مرمر کے اُسے پایا
چھوٹے نہ الٰہی اب سنگ درجانا ناں

اس سال بروز اتوار پیر بتاریخ ۲۲/۲۳/اکتوبر ۱۹۹۶ء کا عرس قاسمی بہت ہی عالیشان پیمانے پر ہوا چونکہ یہ ہمارے مرشد برحق کے عرس چہلم سے ملحق تھا تقریباً سارے مہمان عوام وخواص عرس چہلم میں شریک ہونے والے عرس قاسمی کے لیے رک گئے۔ایک بڑی تعداد علماء،مشائخ مفتیان کرام اور شعراء حضرات کی تھی ہندوستان کے ہرصوبہ بلکہ بیرون ملک پاکستان وافریقہ تک کے زائرین وعلماء شعراء بھی شریک ہوئے تھے۔ایک ولی کی طاقت اور اس کا فیضان بعد وصال ستر گنا زیادہ ہوجاتا ہے۔اس کا مظاہرہ عرس چہلم اور عرس قاسمی میں کیا گیا۔اتنا بڑا ہزاروں ہزار کا مجمع اور ذرا بھی کسی قسم کی چیخ پکار،شور شرابہ،سامان کا غائب ہونا،پیسوں کا جانا کھانے پینے کی شکایت کسی بھی فرد سے نہیں سنی گئی بلکہ سب نے یہی کہا کہ ہم نے تو ایسا انتظام اور اتنا شرعی پروگرام کہیں نہیں دیکھا۔یہی عرس قاسمی شریف کی امتیازی شان ہے۔عرس قاسمی ہمارے مرشد کو دل وجان سے پیارتھا اور اس کی وہ کئی مہینے پہلے سے تیاریاں شروع فرماتے تھے خدا سے دعا ہے ان کا یہ فیضان ہمیشہ جاری وساری رہے۔

آخر میں ہم بارگاہ جل وعلا خدائے قدوس وسبوح قادر وقیوم میں بطفیل محبوب رب العالمین سرور کونین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ دست بدعا ہیں کہ ہمارے پیرومرشد حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کے درجات ومراتب زیادہ سے زیادہ بلند ہوں اور ان کے فیضان سے ہم ہمیشہ مستفیض ہوتے رہیں۔ہماری پیرانی صاحبہ برکاتی شہزادے شہزادیوں اور علماء اہلسنت کی عمر،علم،عمل میں بصحت وسلامتی ایمان وعافیت برکت وعروج عطا ہو۔اور انہیں نیک اور صالح بندوں کے صدقہ میں تمام سنیوں بالخصوص

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ،علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

برکاتیوں کو دارین کی برکتیں، عزتیں، سعادتیں، شرافتیں، نعمتیں، رحمتیں نصیب ہوں۔ آمین ثم آمین۔

یا خدا جسم میں جب تک کہ مری جان رہے
تجھ پر شیدا تیرے محبوب پر قربان رہے
کچھ رہے یا نہ رہے یہ دعا ہے کہ امیر
نزع کے وقت سلامت مرا ایمان رہے

والحمد لله رب العالمین و صلوٰۃ وسلام علی سید المرسلین ﷺ

(مرتب) محمد اکبر قادری برکاتی

پہلا سالانہ فاتحہ (عرس)

مرشد برحق حضور احسن العلما

حضرت علامہ مولانا مولوی حافظ قاری سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن

میاں قادری برکاتی قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

" وذکرھم بایام اللہ"

چاند کی شب سے زیادہ روشن تاریخوں میں یعنی ۱۴/۱۵/ربیع الآخر ۱۴۱۷ھ بمطابق ۳۰/اگست ۱۹۹۶ء بروز جمعہ سنیچر کو ہمارے مرشد برحق کے سالانہ فاتحہ کا خصوصی اعلان تھا، خاص خاص قریبی احباب اور اعزہ کو مدعو کیا گیا تھا۔ مگر سیکڑوں لوگ پہلے ہی سے حساب لگائے بیٹھے تھے اور انہیں دعوت ناموں کی ضرورت نہیں تھی انہیں تو اپنے مرشد کی یاد اور ان کی موہنی صورت و سیرت مارہرہ شریف کی سرزمین پر کھینچ لائی تھی یا یوں کہیئے کہ باطنی طور پر ہمارے مرشد برحق نے اپنے چاہنے والوں کو دعوتیں بھی دیں اور بلا بھی لیا۔ یہی وجہ ہے کہ افریقہ سے لے کر ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے زائرین کے قافلے چلے آ رہے تھے جن میں علماء، حفاظ، قراءِ، شعرا سبھی تو تھے۔ میں اپنے مرشد برحق کے حکم کے تحت ایک دو روز پہلے پہنچنے کے معمول کے مطابق ۲۸/اگست رات کو قریب آٹھ بجے آستانہ مقدسہ پر حاضر ہو گیا۔ مگر مجھ سے پیشتر کچھ لوگ وہاں موجود تھے۔ مصداق۔

بیٹھے ہیں دل میں درد محبت لیے ہوئے

جس رات میں مارہرہ شریف پہنچا اسی رات کو حافظ شہاب کی محفل تھی۔ میں بھی حضرت رفیق ملت سید نجیب میاں صاحب قبلہ نائب سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ کے ہمراہ

مبارک محفل میں شریک ہوا۔ حضرت رفیق ملت نے بڑی مفید اور اصلاحی تقریر فرمائی۔ فرمایا کہ اگر بندہ سچے دل سے توجہ کرنے اور اپنے رسول اعظم ﷺ کا وسیلہ پکڑنے اور اپنے مرشدان کرام سے سچی محبت اور ان کے بتائے ہوئے طریقوں کو اپنا لے تو اس کو دونوں جہاں میں کامیابی مل سکتی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم مسلمان ہیں ہمیں خدا و رسول کے بتائے ہوئے طریقہ پر چلنا چاہیے، پنج وقتہ نماز کی پابندی گھروں میں ٹی وی کی جگہ پر قرآن عظیم کی تلاوت، دورد شریف کے ختم، کلمہ شریف کا ورد اگر ہو تو ساری مصیبتیں اور بلائیں دور ہو جائیں۔

حضرت رفیق ملت وعظ فرما ہی رہے تھے کہ حضرت امین ملت سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ اور حضرت اشرف ملت مدظلہ العالی تشریف لے آئے۔ حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ مدظلہ نے مختصر وقت میں بڑی پیاری تقریر فرمائی۔ حضرت سیدنا شاہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مندرجہ ذیل رباعی کی تشریح فرمائی۔

غوث اعظم بمن بے سرو سامان مددے
قبلہ دین مددے کعبہ ایمان مددے
انتظار کرم تست من عینی را
اے خدا جو و خدا بین و خدا داں مددے

اس کے علاوہ ایک اور بات غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بلندی اور فضیلت کے تعلق سے سنائی جو میرے لیے بالکل نئی تھی سنکر میرے دل کی کلیاں کھل گئیں۔ وہ یہ کہ جس وقت سارے عالم کے مالک ومختار محبوب پروردگار شافع روز شمار سید ابرار مدینہ کے تاجدار احمد مصطفیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ خداوند قدوس کی دعوت پر اپنے رب اور محبّ جل جلالہ کے حضور حاضر ہو رہے تھے اور جب سدرۃ المنتہی پر پہنچ کر سردار ملائکہ حضرت جبریل امین علیہ السلام عرض کر رہے تھے۔

اگر یک موئے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

اس وقت بارگاہ ایزدی تبارک وتعالیٰ سے روح مبارک حضور غوث الثقلین قطب الاقطاب پیران پیر دستگیر غوث الاعظم سید نا سرکار محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو آواز دی گئی اور سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ نے ان کے کاندھوں پر اپنے قدوم نعمت رنجہ فرمائے اور سواری فرمائی۔ اس کے بعد اعلان ہوا کہ اے عبدالقادر اعلان کردو کہ تمہارے قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہیں۔ چونکہ سرکار کونین ﷺ کے قدم میرے سرکار غوث اعظم کے کاندھوں پر ہیں اسی لیے تمام اولیائے اولین وآخرین نے میرے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے قدم مبارک بسروچشم اپنی اپنی گردنوں پر لیے۔ ہمارے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں:

جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے
سب ادب رکھتے ہیں دل میں میرے آقا تیرا

شاہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

یہ دل یہ جگر ہے یہ سر ہے یہ آنکھیں
جہاں چاہو رکھو قدم غوث اعظم

آخر میں حضرت امین ملت دامت برکاتہم القدسیہ کا نورانی، عرفانی وعظ ہوا اور انہوں نے اپنے والد گرامی حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے والہانہ عشق ومحبت کی باتیں بتائیں اور مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر مضبوطی سے ڈٹے رہنے اور ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی نصیحت فرمائی۔

۱۴؍ربیع الآخر بمطابق ۳۰؍اگست بروز جمعہ مبارک جامع مسجد برکاتی میں نماز جمعہ ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یوں سمجھئے کہ تمام نماز جمعہ سے ہی ہمارے مرشد برحق کے عرس کی تقریبات کا آغاز ہوگیا نماز جمعہ سے قبل حضرت رفیق ملت مدظلہ العالی کی بڑی پیاری اصلاحی تقریر ہوئی۔ مولانا غلام حسین صاحب شافعی نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی دو نعتیں زمین وزماں تمہارے لیے، اور اٹھا دو پردہ، پڑھیں۔ مولانا محمد قاسم حبیبی کانپوری نے ہمارے مرشد برحق کی شان میں منقبت پڑھی۔ سامعین جھوم

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

جھوم اٹھے۔اس کے بعد حضرت رفیق ملت دامت برکاتہم القدسیہ کی تقریر ہوئی اور نماز جمعہ ادا کی گئی۔

بعد نماز عصر چادریں خانقاہ معلیٰ سے درگاہ معلیٰ تک سروں سروں نعت ومنقبت کے نذرانہ ہائے عقیدت محبت پیش کرتے ہوئے بڑے ہی ادب واحترام سے پہنچائی گئیں اور ہمارے مرشد برحق حضور احسن العلماء کے مزار پرانوار پر چڑھادی گئیں اور فاتحہ خوانی ہوئی۔

بعد نماز مغرب درگاہ معلیٰ میں تلاوت قرآن عظیم سے پہلے جلسے کا آغاز ہوا۔ مولانا غلام حسین صاحب نوری شافعی خطیب وامام مسجد مٹن ملت نظمی مارہروی فرماتے ہیں:

آل رسول پاک کے فیضان سے
نوجواں احمد رضا خاں اعلیٰ حضرت بن گیا

فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کو ان کے مرشدان عظام کے دربار گہربار سے ''چشم و چراغ خاندان برکات'' کا تمغہ ملا۔ہمیں اس بات پر فخر ہے۔ہم اپنے اعلیٰ حضرت کے ذکر کو اپنے بزرگوں کا ذکر اور ان کی تعریف وتوصیف کو اپنے مرشدان کرام کی ہی عظمت و توفیق گردانتے ہیں۔ پیغامات اعلیٰ حضرت اور تعلیمات اعلیٰ حضرت کو عام کرنا اور مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کی مسلمانوں کے دلوں میں محبت وعشق کی قندیلوں کو روشن کرنا ہمارا مشن ہے۔اس کے بعد حضرت امین ملت نے دعا فرمائی اور صلاۃ وسلام بارگاہ خیرالانام میں پیش کیا گیا۔تمام زائرین نے کھانے سے فراغت حاصل کی اور آرام کرنے کے لیے اپنی اپنی قیام گاہوں پر چلے گئے۔

۱۵/ربیع الآخر بمطابق ۳۱/اگست ۱۹۹۶ء بروز سنیچر بعد نماز فجر درگاہ معلیٰ روضہ حضور صاحب البرکات رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ میں حلقہ ذکر قادری ہوا۔صلاۃ وسلام ''یا شفیع الوری سلام علیک'' اور فاتحہ خوانی کے بعد قرآن خوانی شروع ہوئی۔ بعدہٗ تقریباً ساڑھے آٹھ بجے اختتامی جلسہ اور قل کی محفل کا آغاز تلاوت قرآن عظیم سے ہوا۔ نظامت کے فرائض مقررخوش بیان مولانا بشیر احمد قادری برکاتی نے حسب معمول ادا

کئے۔مولانا میکائیل ضیائی،مولانا شہاب الدین قادری برکاتی،مناظر اہلسنت مفتی مظفر احمد صاحب قادری برکاتی،مولانا مفتی سید محمد عارف صاحب شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف،مولانا مفتی شمس الدین صاحب بہرائچی،مناظر اہلسنت مولانا مفتی صغیر احمد صاحب نوری جوکھن پوری کی پرمغز تقاریر ہوئیں اور آخری تقریر محدث کبیر مولانا مفتی حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب جانشین حضرت صدر الشریعہ نے بہت ہی پرمغز، مدلل اور جامع تقریر فرمائی ان کے انداز بیان اور دلائل سے سامعین بہت محظوظ ہوئے۔

آخر میں حضرت سید ملت علامہ سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی صاحب نے نعت ومنقبت اور مختصر سی مفید تقریر سے محفل میں جان ڈال دی۔صلاۃ وسلام فاتحہ خوانی شجرہ خوانی اور ڈھیر ساری دعاؤں کے ساتھ اس مبارک ومسعود محفل کا اختتام ہوا۔ تمام حضرات نماز ظہر اور کھانے سے فارغ ہوکر اپنے اپنے مقامات کے لیے واپسی کی تیاری میں مصروف ہوگئے۔

بارگاہ رب العزت تبارک وتعالیٰ میں بطفیل حضور سرور کونین مصطفیٰ جان رحمت ﷺ دعا ہے کہ اس مبارک تقریب کو قبول فرمائے اور آئندہ ہر سال دن دونی رات چوگنی ترقی ہو۔ ہمارے مرشد برحق حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ ورضوان کے درجات خوب خوب بلند ہوں۔ ہماری پیرانی صاحبہ ہمارے مرشد زادے، مرشد زادی اور مرشد کے تمام محسین ومخلصین کو دارین کی برکتیں،عزتیں،نعمتیں نصیب ہوں۔ ہماری پیروانی اور ہمارے مرشدزادوں کی عمروں میں بصحت وسلامتی ایمان وعافیت خوب خوب برکت ہو۔آمین ثمہ آمین بجاہ النبی الامی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

مرتب:محمد اکبر قادری برکاتی (بمبئی)

آثارِ احسن العلما

(تحریر، تقریر اور شاعری کے آئینے میں)

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

حضرت احسن العلما قدس سرہٗ

حقیقی کامیابی کا راز

دنیا کا ہر فرد اور ہر ہر قوم اپنی اپنی جگہ اسی ادھیڑ بن میں ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ ترقی اور بڑی سے بڑی کامیابی کی منازل کیوں نہ طے کرے۔ حکومتیں، سلطنتیں، ان کے اعیان وارکان بھی جب آپس میں سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں تو ان کے پیش نظر بھی یہی ہوتا ہے کہ آخر وہ کون کون سے راستے اور کیا کیا طریقے ہیں جن پر ہم عمل کرنے کے بعد اپنی حکومتوں اور سلطنتوں کو کامیابی وترقی کے راستوں پر لا کھڑا کریں۔ ایک بچہ جو ابھی اپنے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور اس کا عالم نہایت ضعیفی اور کمزوری کا ہے، وہ ابھی اپنے کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے کسی پر قادر نہیں۔ نہ ابھی وہ دنیا کے نشیب و فراز کے سوچنے سمجھنے کی قوت رکھتا ہے مگر ترقی اور کامیابی کا جذبہ جو فطری ودیعت ہے، اسے بھی اور نہیں تو پیدا ہونے کے ساتھ ماں کا دودھ پینا تو سکھا ہی دیتا ہے اور پھر اس بچہ کے والدین اپنے تمام آرام وراحت کو تج کر محض اس لیے کہ یہ کمزور اور ننھی منی جان بھی کسی وقت ایک کامیاب اور ترقی یافتہ ہستی بن سکے، اپنے امکان بھر تمام قوتیں اس کی غور و پرداخت، تعلیم وتربیت پر صرف کر دیتے ہیں اور آخر کار ایک ایسا وقت آتا ہے کہ یہی بچہ جو کل اپنے کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے پر بھی قادر نہیں تھا، آج ایک تعلیم یافتہ نوجوان، عالم حکیم کی شکل میں دنیا والوں کے سامنے آتا ہے اور اپنے علوم وحکمت سے ایک جہاں کو فیض یاب کرتا ہے۔ ایک ننھی سی جڑ جو ابھی ابھی باغ میں پھوٹی ہے، اس وقت نہایت کمزور اور غیر مستقل حیثیت رکھتی ہے اور اس وقت کسی کو اپنے کسی جز سے فائدہ پہنچانے پر قادر نہیں ہے۔ لیکن باغ کا مالی اس ننھی سی جان کی گہت اور حفاظت کرتا ہے، اس کو سایہ میں رکھتا ہے، دھوپ اور گرمی سے بچاتا ہے، پانی کے وقت پانی دیتا ہے اور اس کے علاوہ جو جزئیات اس ننھی سی جان کی اس دنیوی حیات وبقاء کے لیے ضروری ہیں، مالی اپنے امکان بھر ان کی تکمیل سے گریز نہیں کرتا۔ چنانچہ ایک دن ایسا آتا ہے کہ

ہم اور آپ اسی ننھی سی جان کو جو کل اپنے وجود کو ایک چھوٹی سی تتلی کے حملہ سے بھی بچا پانے پر قادر نہ تھی، آج ایک عظیم الشان سرسبز پھولے پھلے درخت کی شکل میں دیکھتے ہیں، جس کا اب یہ عالم ہے کہ ایک عظیم الشان جثہ ذی روح بھی ایک مرتبہ اس سے ٹکرا جائے تو اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے اور اب اس کے پھول پھل لکڑی اور سایہ سے کسی نہ کسی وقت، کسی نہ کسی صورت میں ہم اور آپ مستفیض ہوتے ہیں۔ مالی نے اس ننھی سی جان کی حفاظت اور گہت کیوں کی؟ یہ اس لیے کہ اس ننھی سی جان کی پرورش اور حفاظت میں اس کی ایک مالی کی حیثیت سے اپنی کامیابی اور ترقی مضمر تھی۔

میری اس تقریر سے واضح ہوا کہ بنی نوع انسان کا ہر فرد اور افراد سے مل کر ہر جماعت بجائے خود اپنی کامیابی و ترقی کے اسباب سوچا کرتے ہیں۔ ترقی اور کامیابی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر اس چیز سے جو اس راہ میں آڑے آئے، اجتناب اور اس کی ہر ممد و معاون شے کو اختیار کرنا چاہیے۔ جب یہ واضح ہو گیا کہ ہر شخص اپنی اس فانی زندگی کے لیے اس فانی عالم میں کامیابی اور ترقی کے ذرائع و وسائل سوچا کرتا ہے تو لامحالہ ایک مسلمان کو جس کا ایمان اس فانی دنیا اور اس کی چند روزہ زندگی کے علاوہ ایک اور ابدی عالم اور اس کی دائمی حیات پر ہے۔ اس عالم کی دائمی زندگی کے لیے بھی (جس سے ہر ایک شخص کو ضرورتاً دوچار ہونا ہے) ترقی اور کامیابی کے ذرائع اور وسائل سوچ کر اسی دارالعمل میں ان پر عمل کر لینا پڑے گا۔ رب تبارک و تعالیٰ نے اس اخروی عالم میں بندوں کو کامیابی اور ترقی کے اصول کی تعلیم کے لیے اپنے نیک اور معصوم و مقدس بندوں کو، جنھیں ہم اور آپ شرعی دینی زبان میں حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پیارے نام سے یاد کیا کرتے ہیں، مبعوث فرمایا اور انھوں نے اپنی اپنی قوموں کے سامنے وہ اصول پیش کئے اور بتایا کہ اخروی زندگی جو ہمیشہ ہمیش کے لیے ہے، اس میں ترقی اور کامیابی انھیں اصول پر جو ہم تم کو تعلیم کر رہے ہیں، عمل کرنے کے بعد حاصل ہوگی اور یہ ایسے مبارک اصول ہیں کہ ان پر عمل کرنے کے بعد اخروی کامیابی کے ساتھ دنیوی ترقی اور کامیابی کے دروازے بھی تمہارے لیے کھلے ہوئے ہیں۔ مگر نافرمانوں اور سرکشوں نے نفس و شیطان کے ورغلانے سے ان ربانی حقانی اصول کے مقابل اپنی جھوٹی کھوٹی عقل سے کچھ اصول گڑھے اور ان پر عمل کیا۔ آخرت میں تو جو سزا

اس کی وہ نافرمان پائیں گے، پائیں گے ہی مگر اس دنیا میں بھی جو سزا انھیں ملی، ارباب سیر و تواریخ اس سے ناواقف نہیں۔ جب عالم میں روز بروز تاریکی بڑھتی گئی اور لوگ خالق کے بتائے ہوئے اصول وقواعد سے روگردان ہوتے گئے، تب رب تبارک وتعالیٰ کے دریائے رحمت میں پھر جوش آیا۔ اور اس نے اس مرتبہ سردار انبیاء ومرسلین، خاتم النبیین اپنے محبوب ومطلوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کو اپنا نائب کل وخلیفۂ مطلق بنا کر اس عالم میں مبعوث فرمایا۔ اس مقدس ذات نے قوم کو دعوت توحید دی اور انھیں وہ سب کچھ اور اس سے بہت زائد علوم معرفت وحکمت بتائے، سکھائے جو اگلے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بتائے سکھائے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ اخروی زندگی کی کامیابی وترقی کی ایک اصل عظیم بھی انھیں تعلیم فرمائی اور وہ تھی الحب لله و البغض لله یعنی اللہ ورسول کے لیے ان سے اور ان کے پیاروں سے محبت اور انھیں کی رضا کے لیے ان کے دشمنوں سے عداوت۔ مگر اس خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی امت میں بھی کچھ ایسے تھے جو حضور کی اس مقدس ومبارک ربانی حقانی تعلیم سے پھر کے اور حضور کے تعلیم فرمودہ ارشادات کو (معاذ اللہ) پس پشت ڈال کر پہلوں کے طریقوں پر عمل کرتے ہوئے خسر الدنیا و الاخرة ہوئے مگر جن مبارک ذاتوں کی قسمتوں میں نور ایمانی سے منور روشن ہونا مقسوم تھا، انھوں نے اپنی زندگی، اپنی موت، اپنا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، رفتار وگفتار غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ کو اس اصل عظیم کے مبارک سانچہ میں ڈھال لیا تھا۔ جب ہی وہ اس دنیوی زندگی میں بھی کامیاب ہوئے اور بکرم اللہ عم نوالہ اس عالم باقی میں بھی مدارج عالیہ پر فائز ہیں۔ اسلام کی جڑوں کو وہ اپنے خونوں سے سینچ کر مضبوط کر گئے ہیں۔ اس وقت چند وقائع آپ کو آپ کے اسلاف کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بتاؤں گا، جن سے آپ کو اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ ان حضرات بابرکات کا اللہ ورسول کی محبت اور ان کے دشمنوں مخالفوں سے دینی ایمانی عداوت میں کیا حال تھا؟ سنئے۔

بدر کا میدان ہے۔ ۱۷/ ماہ رمضان کی تاریخ ہے۔ عرب کا تپتا ہوا ریگستان، کسی کی جھولی میں کچھ سوکھے ہوئے خرمے پڑے ہیں اور کسی کی خرجی میں کچھ تھوڑے سے جو کے ستو۔ صرف ایک گھوڑا یا زیادہ سے زیادہ تین شتر (اونٹ) ۶ زرہیں اور ۸

تلواریں لے کر غازیان اسلام دو جہاں کے آقا و مولیٰ کے ہم رکاب، اعدائے دین کے مقابلہ کے لیے بڑھے ہیں اور اس شان سے کہ اکثر حضرات کے پاس تو لڑنے کے لیے لوہے کا کوئی ہتھیار سرے سے تھا ہی نہیں۔ کسی کے پاس درخت خرما کی شاخ تھی اور کسی کے پاس کسی دوسرے درخت کی لکڑی اور مقابلہ اپنوں سے چند در چند زائد سے تھا، جو دنیوی سروسامان کے لحاظ سے بہت زائد مضبوط اور طاقتور تھے اور دنیاوی لحاظ سے ہر طرح آسودہ۔ پھر آپ کو معلوم ہے کہ سرفروشان اسلام کی اس ظاہری بے سروسامانی اور قلت تعداد کے باوجود میدان کس کے ہاتھ رہا۔ انھیں محبین و مطیعین خدا اور رسول کے مقدس ہاتھوں میں جنھوں نے اپنی مقدس جانوں کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت و اطاعت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ ان کا وجود فنا ہو چکا تھا اور اس کی جگہ محبت و اطاعت قائم ہو چکی تھی خدا اور رسول کی جل و علا و علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ چونکہ وہ غرق بحر محبت و اطاعت خدا و رسول تھے۔ ان کی فتح و نصرت کے لیے اس معصوم و مقدس ذات نے اپنے رب کی بارگاہ میں یوں عرض کیا تھا کہ اے اللہ یہ ننگے ہیں، ان کو کپڑے دے۔ یہ بھوکے ہیں، ان کو سیر فرما دے۔ یہ پیادے ہیں، انھیں سواری دے۔ یہ فقیر ہیں، انھیں غنی کر دے اور اے خالق و مالک! تیرا رسول یہ چھوٹا سا بظاہر شکستہ حال، بے پر و بال گروہ لے کر تیرے اعداء کے مقابل تیری رضا کے حصول کے لیے آیا ہے۔ اگر آج اپنی شان بے نیازی سے تو نے ان کو ہلاک فرما دیا تو اے دو جہان کے مالک! زمین میں پھر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ اس دعا کا نتیجہ دنیا میں بھی یہ ہوا کہ جب فتح ہوئی اور مجاہدین واپس ہوئے تو ہر ایک شخص بجائے خود ہر اعتبار سے نہایت آسودہ حال تھا۔ یہی وہ مقدس گروہ تھا کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی محبت و اطاعت میں سرفروشی کے لیے میدان میں حاضر ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نورانی معصوم ملائکہ کو ان کی مدد کے لیے بھیجا تھا اور انھوں نے اس گروہ کے ساتھ مل کر کفار و مشرکین سے قتال و جدال کیا تھا۔ اس مقدس گروہ کے حق میں آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث بہت وارد ہیں۔ من جملہ ان کے ایک یہ ہے کہ "ان اللہ قداطلع علیٰ اھل بدر فقال اعملو ا ما شئتم فقد غفرت لکم و فی روایۃ فقد و جبت لکم الجنۃ۔" "یعنی بے شک اللہ عزوجل نے بدر والوں پر جلوہ فرمایا اور خوش خبری دی کہ جو چاہو سو کرو، بے شک میں نے

تم کو بخش دیا اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا جنت تمہارے لیے واجب ہوگئی۔'' اس مقدس گروہ کی یہ عظمت وتوقیر اور یہ اتنی بڑی کامیابی اس کی وجہ وہی آیت پڑھیے۔ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔ ان کے پاس اور کچھ تھا یا نہ تھا مگر ترقی و کامیابی کی یہ اصل عظیم اور گراں بہا دولت ان کے پاس ضرور تھی۔

آپ احد کا واقعہ بھی نہ بھولے ہوں گے جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم نامدار، سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار نابکار کے ہاتھوں شہید ہوئے اور ان کا قلب وجگر پیٹ چاک کر کے نکال کر چبا لیا گیا۔ ان کے اور دوسرے جانثاران اسلام کے اجسام کو مثلہ بنایا گیا، ان کے ناک کان کاٹ کر مشرکین کی عورتوں نے اپنے گلوں اور ہاتھوں میں پہنے۔ مختصر یہ کہ ان حضرات کی مقدس لاشوں تک کی بھی بے حرمتی کی گئی۔ مگر چوں کہ انھوں نے یہ سب کچھ گوارا کیا اور کامیابی وترقی کی اس اصل عظیم، اللہ ورسول کی محبت واطاعت کو آخر دم تک ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ لہٰذا وہ اپنے رب کے یہاں اس کے کرم سے فوز عظیم پائے ہوئے اور کامیابی سے ہم کنار ہیں۔

حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی غزوہ میں لواء مہاجرین دست اقدس میں تھامے ہوئے تشریف لے جا رہے ہیں۔ ابن قمیہ ملعون تلوار مارتا ہے۔ دست راست کٹ جاتا ہے، لواء الٹے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ وہ الٹے ہاتھ کو بھی تلوار کی ضرب سے جسم سے الگ کر دیتا ہے۔ اس وقت یہ آیت کریمہ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک پر رب تبارک وتعالیٰ جاری کراتا ہے جو اس وقت تک نازل نہ ہوئی تھی۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اور لواء کو دونوں کٹے ہوئے بازوؤں کے ذریعہ سینہ اقدس پر تھام لیتے ہیں۔ وہ خبیث تیر مارتا ہے جس سے حضرت والا شہید ہوتے ہیں۔ رب تبارک وتعالیٰ ایک فرشتہ کو حکم دیتا ہے کہ چونکہ ہمارا پیارا مصعب ہماری راہ میں ہمارے دشمنوں سے جہاد کرتا ہوا ہماری بارگاہ میں حاضر ہوگیا ہے، اس لیے جاؤ اور مسلمانوں کے لشکر کا علم ان کی جگہ تم اٹھاؤ۔ چنانچہ فرشتہ علم برداری لشکر مسلمانان کرتا ہے۔

آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کی مطیعہ اور سچی محبّ ایک کنیز ہیں جن کا نام نامی ہے حضرت سینہ بنت کعب زوجہ حضرت زید بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ فرماتی ہیں کہ احد کے دن میں زخمیوں کو پانی پلا رہی تھی۔ جب کفار کی یورش زیادہ ہوئی

میں نے پانی پلانا موقوف کر دیا اور کفار کے ساتھ جدال وقتال میں مشغول ہوگئی۔ یہاں تک کہ مجھ کو ۱۳ زخم آئے اور میں سپر لیے ہوئے اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مشرکین کے حملوں سے بچاؤ کر رہی تھی۔ یہاں تک کہ ایک کافر نے میرے تلوار ماری مگر وہ کارگر نہ ہوئی۔ میں نے اپنی تلوار اس کے گھوڑے کے ماری گھوڑا گر گیا اور وہ کافر اس سے جدا ہوگیا۔ پھر میں نے اور میرے بیٹے عمارہ دونوں نے مل کر اس کو واصل جہنم کیا یہی حضرت سینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ غزوہ عامہ میں بھی میں حاضر تھی اور مسیلمہ کذاب خبیث ملعون کو ڈھونڈھ رہی تھی۔ ناگاہ ایک شقی نے میرے تلوار ماری کہ میرا ہاتھ کٹ کر الگ ہوگیا پھر بھی خدا کی قسم میں قتال سے باز نہ آئی۔ یہاں تک کہ میں نے اس ملعون کذاب کو کشتہ پایا اور اپنے بیٹے عبداللہ کو اس کے اوپر بیٹھا ہوا کہ اپنی تلوار کو اس ناپاک کے خون سے پاک کر رہا ہے۔ انھیں حضرت سینہ اور ان کے گھر والوں کے لیے ان کی عرض پر جنت کے مالک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب سے یوں عرض کیا تھا کہ اللھم اجعلھم رفقائی فی الجنۃ یعنی اے اللہ ان سب کو میرا جنت میں رفیق بنا دے۔ یہی وہ واقعی کامیابی اور ترقی ہے جو اس ایک اصل عظیم اللہ اور اس کے رسول کی محبت واطاعت کے صلہ میں عطا فرمائی جاتی ہے۔

حضرت حبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیسی اطاعت کی اور کیسی بڑی کامیابی کو پہنچے۔ اعدائے لیام نے جب ان کو سولی پر لٹکایا تو ان سے کہا کہ اگر دین اسلام سے باز آجاؤ تو خلاصی پاؤ۔ فرمایا ایک جان نہیں ہزار جانیں دین اسلام پر فدا ہوں۔ پوری زمین اور اس کی تمام نعمتیں اور راحتیں بھی اگر تم مجھ کو دو تو ہرگز دین اسلام سے نہ پھروں گا۔ کفار نے پوچھا کہ کیا تم کو گوارا ہوتا کہ تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھو اور (معاذ اللہ) محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) تمہاری جگہ سولی پر ہوں، فرمایا کہ خدا کی قسم یہ تو بہت بڑی چیز ہے میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پائے اقدس میں اگر کانٹا بھی چبھے جب بھی حبیب اللہ کے حبیب کے ساتھ ہی رہے، آرام وچین سے نہ بیٹھے۔ الغرض کفار نے ان پر بہت شدائد ومصائب کئے کہ کہیں دین اسلام سے پھر جائیں اور آخر کار ان خبثاء نے اپنے مقصد کو ناکامیاب دیکھتے ہوئے ارادہ مصمم ان کے شہید کر ڈالنے کا کیا۔ اس وقت حضرت حبیب فرمانے لگے کہ اے خدا تو سمیع وبصیر ہے۔ اس وقت یہاں

سب کے سب دشمن ہی ہیں۔کوئی اپنا دوست نہیں نظر آتا جو تیرے حبیب کو ان کے اس غلام کا سلام پہنچا دے۔اے خدا تو ہی اپنے حبیب کو اس غلام حبیب کا سلام پہنچا دے۔ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک جماعت کے ساتھ حضور میں بیٹھے تھے کہ ناگہاں آثار وحی ظاہر ہوئے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حبیب کو کفار نے شہید کر ڈالا اور یہ جبریل حاضر آئے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کا سلام مجھے کہلوایا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانے کے بموجب حضرت زبیر بن العوام اور مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت حبیب کی مبارک نعش سولی پر سے اتارنے گئے ہیں تو اس کے باوجود ۴۰ دن گزر جانے کے خون ٹپک رہا تھا اور مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔

الغرض سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے کارنامے، ان کی اللہ و رسول کے احکام کی بے چون و چرا بیش از بیش اطاعت اور اس اصل عظیم پر عمل پیرا ہونے کے سبب ان کی کامیابیوں اور ترقیوں کے وقائع کثیر در کثیر ہیں۔میرا قلم ان کا احاطہ نہیں کر سکتا۔انھیں میں سے ہے حضور ثانی الثنین یار غار خلیفہ بلافصل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کا (ایسے نازک وقت میں کہ ان کا آقا ابھی ابھی اس دنیا سے ہماری ظاہری آنکھوں سے پردہ فرما گیا ہے۔) منکرین زکاۃ سے جہاد وقتال۔ اسی اصل عظیم پر عمل کرنے کا نمونہ ہے۔خلیفہ دوم غیظ قلوب منافقین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیوند لگی عبا پہن کر غلام کو اونٹ پر سوار کرائے ہوئے خود پیدل بیت المقدس تشریف لے جانا اور بیت المقدس بغیر تکسیر پھوٹے ہوئے فتح ہو جانا اسی اطاعت ومحبت کا نمونہ ہے۔حضور خلیفہ چہارم مولیٰ علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ کا خوارج خبثاء سے جن میں بظاہر بڑے بڑے عبادو زہاد تھے، یہ فرماتے ہوئے قتال کہ جیسا میں قرآن کی تنزیل پھر اس کے معاندین سے لڑتا تھا، اب قرآن کی تاویل پر بھی ان دشمنوں سے مقابلہ فرماؤں گا اور اسی اصل عظیم کی ایک بڑی بھاری مثال حضور سید الشہداء، لخت جگر رسول، نور دیدۂ بتول، امام عرش مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے تمام ساتھ والوں اعزہ اقرباء بھائی، بھتیجوں، بھانجوں، بیٹوں، سمیت تین دن بھوکا پیاسا رہ کر کربلا کی تپتی ہوئی ریت میں اعدائے لیام کے ہاتھوں شہید ہونا۔انھیں

میں سے ہے۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ اللہ تعالیٰ عنہ کا یوم احد حضور سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے سپر بن کر کھڑ ہوا جانا اور حضور کو اپنی آڑ میں لے کر اعدائے دین کفار و مشرکین پر حملے کرنا اور سرکار والا کا ترکش میں سے ان کو تیر دیتے وقت یہ فرماتے رہنا کہ ارم یا سعد فداك ابی و امی (اے سعد اللہ و رسول کے دشمنوں پر تیر مارو! تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں)۔

اطاعت کی ظاہری صورتیں خواہ علاحدہ علاحدہ معلوم ہوتی ہوں مگر ان سب حضرات نے فی الحقیقت اسی ایک اصل عظیم کے ماتحت حقیقی کامیابی اور کامرانی اور واقعی ترقی، سچی فلاح و صلاح چاہی اور وہ انھیں ان کے رب کے فضل و کرم سے ملی۔ ان حضرات نے اپنے قول و عمل سے، جان و مال سے اس اصل عظیم کی تعمیل کا مکمل نمونہ پیش کر کے اپنے بعد آنے والی نسلوں کے لیے اپنا مبارک اسوہ حسنہ چھوڑا اور جب تک مسلمان اس مبارک اسوے پر عمل کرتا رہا کامیابیاں اور ترقیاں اس کے قدم چومتی رہیں۔ بڑے بڑے باجبروت ان کے ایک چھوٹے سے فرد کا نام سن کر ہیبت سے کانپ اٹھا کرتے تھے۔ مسلمان جدھر نکل جاتا تھا، کائی سی پھٹ جایا کرتی تھی۔ قطب شمالی سے لے کر قطب جنوبی تک اور مشرق سے لے کر مغرب تک کے بسنے والے ان کا لوہا مانے ہوئے تھے۔ مگر بقول سعدی علیہ الرحمہ ؎

من از بے گانگاں ہر گز نہ نالم
کہ مابن آنچہ کرداں آشنا کرد

مسلمانوں ہی میں چند وہ ناپاک اور خبیث انسان صورت شیطان سیرت ہستیاں پیدا ہوئیں، جنھوں نے اگلے خبثاء کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے ترقی اور کامیابی، عروج و ارتقاء کے نئے نئے اصول اپنی اندھی اوندھی عقل کی تاریکی میں گڑھے اور مسلمانوں کے دلوں سے ان کے رب و رسول کی پیش فرمودہ ترقی و کامیابی کی اصل عظیم اطاعت و محبت خدا اور رسول کو مٹایا اور اپنے ان من گڑھت جھوٹے اصول کو ان کے دلوں میں جمایا۔ ان کے دلوں میں دین و شریعت سے آزادی اور بے قیدی کا بیج بویا۔ کبھی تو انھوں نے مسلمانوں کو یہ بتایا کہ ان کی ترقی اور کامیابی اس میں ہے کہ وہ نصاریٰ کے غلام بن جائیں، نصرانی تعلیم و تہذیب و تمدن، رہن سہن کو اپنائیں جب ہی وہ ترقی کر سکتے ہیں۔ نتیجتاً وہی مسلمان جس

کے نام سے کل کا بڑے سے بڑا نصرانی بادشاہ لرز جاتا تھا، آج آپ کو نصاریٰ صورت نصاریٰ سیرت میں نظر آنے لگا اور ایک وقت شامت اعمال سے اس کے لیے ایسا بھی آیا کہ نصرانیت میں غلو نے اس سے اس کی دولت ایمان بھی چھین لی اور وہ ہر اعتبار سے ایک پکا نصرانی ہو گیا۔ لیکن جس جھوٹی ترقی اور کھوٹی کامیابی کے لیے اس نے یہ سب کچھ خلاف دین و شریعت جتن کئے تھے، وہ اب بھی اسے حاصل نہ ہوئی اور آج اس مسٹر کی وقعت و عزت نصاریٰ کے دلوں میں ایک کتے سے بھی کم ہے۔ اسے کہتے ہیں بالفاظ قرآن عظیم "خَسِرَ الدُّنْيَاوَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَا لْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۔"

جب نیچریت اور آزادی کے ان پرچارکوں اور مبلغین نے یہ دیکھا کہ یہ وار اوچھا پڑا ہے تو چونکہ وہ شیطان اینڈ کمپنی کے ایجنٹ تھے، فرائض ادا کرتے ہوئے اب ایک نئی راہ ترقی جہاں کو بتائی اور کہا کہ اب تمہاری ترقی اور کامیابی اسی میں منحصر ہے کہ تم اور دوسرے کھلے ہوئے کفار و مشرکین مل کر سب ایک ہو جاؤ اور بھائی بھائی کی طرح زندگی بسر کرو۔ انھیں خبثاء میں سے چند نے جو اپنے اپنے ناموں کے آگے ایک بڑا پن چھلا ''مولوی'' یا ''مولانا'' کا بھی لگاتے تھے، صاف صاف اپنے ناموں کے ساتھ پنڈت اور لالہ کے الفاظ بڑھائے۔ انھیں میں کے ایک بڑے جبائی قبائی نے تو ایک مشرک اعظم کے متعلق یہاں تک کہہ دیا کہ ''میری حدیث اور قرآن عظیم میں گزاری ہوئی ساری عمر ان کے قدموں پر نثار ہے اور میں تو جو کچھ وہ فرماتے ہیں اس پر آنکھ بند کر کے عمل کرتا ہوں''۔ ایسے ہی ایک دوسرے جبائی نے یہ کہہ دیا کہ ''وہ تو مسلمانوں کی ہدایت کے لیے مذکر مبعوث من اللہ ہے'' (معاذ اللہ) الغرض ان نام نہاد مولویوں اور ملانوں کی کافر غلامی اور مشرک پرستی کے واقعات کہاں تک لکھے جائیں۔ انھوں نے کیا کیا جتن نہ کئے۔ ایک بڑے بھاری اکفر کو جامع مسجد کے منبر پر بٹھایا اور خود یہ بڑے بڑے سوپ جیسی داڑھیاں لگا کر مودب ہاتھ باندھ نیچے بیٹھے اور اس سے لیکچر دلوایا۔ ایک بڑے بھاری بندہ شیطان کا جیفہ انھوں نے اٹھایا۔ اپنی وضع و لباس وصورت میں اللہ و رسول کے کھلے دشمنوں کی خاص نشانیاں نمایاں کیں۔ غرض ان سے اپنے مشرک دوستوں، کافر بھائیوں کو راضی اور خوش کرنے کے لیے جو کچھ ہو سکتا تھا، اس کے کرنے سے یہ نہ چوکے۔ لیکن آپ کو معلوم ہے کہ اس مشرک پرستی، کافر غلامی، مشرکین و کفار

کے دامنوں میں لپٹ کر جھوٹی ترقی اور کامیابی ڈھونڈنے کا نتیجہ، اخبارات وواقعات اس پر شاہد ہیں، مجھے تفصیل کی ضرورت نہیں۔

مختصر یہ کہ جب ان دشمنان خدا اور رسول نے اپنا کام ان کرایہ کے ٹٹوؤں سے نکال لیا تو ان کو دودھ کی مکھی سے بھی زیادہ ذلیل کر کے دردر ادیا اور یہ تھے بھی اسی لائق۔قرآن تو بہت پہلے فرما چکا تھا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور یہ کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا اور یہ کہ اگر اللہ تمہیں چھوڑ دے گا تو وہ کون ہے جو تمہاری مدد کر سکے۔وہ یہ فیصلہ آج سے ساڑھے تیرہ سو برس سے بھی زائد پہلے صادر فرما چکا تھا کہ غیروں کو اپنا راز دار ہرگز نہ بنانا، ان سے اتحاد اور بھائی چارگی زنہار مت منانا۔ترقی اور کامیابی ان کے دامنوں میں مت ڈھونڈھنا۔وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں پر لوٹا دیں گے۔پھر تم ٹوٹا اٹھا کر واپس ہوگے، تمہاری دشمنی ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی اور جو ان کے سینوں میں دبی پڑی ہے وہ بہت بڑی ہے۔وہ فرما چکا تھا کہ ظالموں کی طرف ذرا سا جھکنا بھی مت کہ دوزخ کی آگ تم کو چھوئے۔وہ فرما چکا تھا کہ تمہارے دوست صرف اللہ اور اس کا رسول اور اس کے مخلص بندے مسلمان ہیں۔حدیث فرما چکی تھی کہ ایاکم و ایاھم لا یضلو نکم و لا یفتنونکم تم پر تمہارے ماں باپ سے زیادہ شفیق ومہربان اور رحیم مدنی آقا اب سے بہت پہلے تم کو یہ فرما کر اپنی طرف بلا رہا تھا کہ انتم تقحمون فی النار کالفراش وانا اخذ کم بحجزکم ھلموا الیّ ھلموا الیّ یعنی تم پروانوں کی طرح آگ میں گر رہے ہو اور میں تمہارا کمر بند پکڑ پکڑ کے اپنی طرف کھینچ رہا ہوں۔میرے دامن رحمت میں آؤ۔میرے دامن رحمت میں آؤ وہ فرما رہا تھا کہ من مشیٰ الیٰ صاحب بدعة لیوقره فقد اعان علیٰ ھدم الاسلام یعنی جو کسی مبتدع (بدمذہب) کی طرف اس ارادہ سے چلا کہ اس کی تعظیم کرے تو بے شک اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی۔وہ فرما رہا تھا کہ اذامدح الفاسق غضب الرب و اھتزلذ لك العرش یعنی جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو رب عزوجل غضب فرماتا اور اس کی وجہ سے عرش عظیم لرز جاتا ہے۔

اس پیارے آقا کے سچے غلام تمہارے حقانی علمائے کرام اہل سنت نائبان مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا تمہارے سچے رہبر ورہنما ہیں۔مگر تمہاری عقول پر ایسے پردے

پڑے تھے کہ تم ان نائبان مصطفےٰ کو گورنمنٹ کے تنخواہ دار، غدار اور نہ معلوم کیا کیا مغلظات سنا رہے تھے۔ غرض یہی ہوتا رہا کہ وہی شیطانی ایجنٹ اب پھر اچھلے اور اس مرتبہ گلے پھاڑ پھاڑ کر یہ اودھم مچایا کہ ''اسلام خطرے میں ہے'' ''دین خطرے میں ہے'' مسلمانوں آؤ اور جتنے بھی کلمہ گو (خواہ وہ اللہ کو جھوٹا بتانے والے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مر کر مٹی میں مل جانے والا کہنے والے، علم غیب سرکار کا انکار کرنے والے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو جانوروں سور اور کتّے وغیرہ اور پاگل اور مجنون کے علم سے مشابہت دینے والے، اولیاء کرام کے مزارات پر اخذ فیوض و برکات کے لیے جب بندگان خدا (سنی مسلمان) حاضر ہوں، انھیں ابوجہل کے برابر مشرک کہنے والے، نیاز فاتحہ، سوم، چہلم، پھول، سہرا، سب کو شرک و بدعت ٹھہرانے والے، حسین بخش، احمد بخش، پیر بخش نام رکھنے والے پر شرک و بدعت کا الزام لگانے والے وہابی دیوبندی ہوں۔ یا قرآن عظیم ناقص ماننے والے، حضرات ائمہ اہل بیت کو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت دینے والے حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں تبرا بکنے والے رافضی ہوں یا ختم نبوت کا انکار کر کے خود اپنے لیے نبوت کا دعویٰ کرنے والے، حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ و کلمۃ اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم بتول کی شان میں گستاخیاں کرنے والے قادیانی بابی بہائی ہوں یا جنت و دوزخ، وحی و رسالت، ملائکہ و جن سب کا انکار و تکذیب کرنے والے نیاچرہ ہوں یا حضور مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور دوسرے ائمہ اہل بیت اطہر کو گالیاں دینے والے خارجی ہوں۔

بہر حال! بس ان کے لیے اتنا دیکھ لو کہ وہ گورنمنٹ کے یہاں مردم شماری میں مسلمان لکھے جاتے ہیں اور اپنے منہ سے کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں، ان سب سے مل کر شیر و شکر ہو جاؤ اور روٹی، کرسی کے لیے دوسری اقوام کے مقابل اپنا محاذ الگ قائم کرو۔ ان شیطانی ایجنٹوں کے اس ملعون پروپیگنڈے کا یہ اثر ہوا کہ ''مسلم لیگ'' خوب اچھلی کودی۔ جی کھول کر کفریات و ضلالات و بطالات کے پھنکے اڑائے۔ ایک مرتد اعظم رافضی کو قائد اعظم، قائد ملت اسلامیہ، سیاست کا نبی، قانون کا پروردگار، خضر راہ، شمع راہ مستقیم، اور سیاست کا خدا گر اور نہ معلوم جانے کیا کیا کہہ ڈالا۔ اس وقت جب کہ لیگ کی آندھی بڑے زور و شور سے چل رہی تھی، کل کی نیچری خلافت کی آندھی سے بچے ہوئے جو کچھ مسلمان دین

حق پر رہ گئے تھے آج ان میں سے بھی بہت اس منحوس آندھی میں اڑ چکے تھے۔ بڑے بڑے مشہور گھرانے لیگ کا گانا گا رہے تھے کہ بفحوائے حدیث "لا تزال طائفة من امتی ظاهرين علىٰ الحق لا يضرهم من خالفهم" (یعنی میری امت کا ایک گروہ برابر حق پر قائم رہے گا۔ اور ان کو ان کے مخالفین ذرا سا بھی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔) غربائے مخلصین اہل سنت کی بظاہر چھوٹی سی بے سروساماں جماعت دین پرور، راہ حق پر مستقیم، اسی ایک اصل عظیم کو حرز جان بنائے ہوئے میدان میں ان خبثاء واشرار کے مقابل آئی اور صاف صاف واشگاف بتا دیا، لکھ کر چھاپ کر شائع کر دیا کہ اے بیوقوفو! پہلے بھی تم اسی جھوٹی کھوٹی ترقی کے لیے ان آزاد اور بے قید لیڈروں اور ان کے پٹھوؤں، شکم پور ملانوں اور نام نہاد پیروں کے پیچھے لگ کر اللہ و رسول سے مخالف ہو کر ان کے دشمنوں کی گودوں میں جا بیٹھے اور بہ جز خسران و وبال تم کو کچھ نہ ملا۔ ہم تم کو بتاتے ہیں کہ یہ آج کے ''اسلام خطرہ میں ہے'' کا نعرہ لگانے والے اپنے دوزخ شکم کو بھرنے کے لیے تمہارے سامنے یہ نعرہ لگا رہے ہیں۔ دیکھو، دیکھو، یہ تم کو جو بالکل نہتے، نہایت کمزور اور غیر منظم و غیر متحد ہو، تم سے بہت زیادہ منظم اور طاقتور جتھے اور زروالی اقوام سے بھڑا کر ہلاک و برباد کرا دینا چاہتے ہیں۔ اب بھی سنبھل جاؤ اور ان کے مکر و فریب میں نہ آؤ۔ ان کو اپنے سے دور کرو، ان سے خود دور ہو جاؤ، ان کے پیچھے لگ کر اپنا دین و دنیا نہ برباد کرو۔ یہ تم کو جڑ سے مٹانے کی فکر میں ہیں۔ مگر تم نے ایک نہ سنی اور تم نے، نہ صرف تم نے بلکہ انھوں نے بھی، جو اعلیٰ حضرت سے وابستہ تھے جو کل اپنے فتووں، تحریروں میں مرتد کا حکم اس سے قطعی نفرت قلبی اور دوری و علیحدگی ظاہری باطنی لکھ کر چھاپ کر شائع کر چکے تھے، انھوں نے بھی آج دنیوی جاہ و شہرت، نام و نمود کی خاطر لیگ کے پلیٹ فارم سے اور لیگ کی پٹھو نام نہاد سنی کے اسٹیج سے ان حقانی علماء کو کیا کیا نہ کہا؟ ان کی تضلیل و تحقیر کی۔ ان کو کانگریس کا تنخواہ دار قوم کا غدار کہا۔ ان سے کہا گیا کہ تم میں اور فلاں دیوبندی مرتد میں کیا فرق رہا!! اور کہا کہ نوجوان طبقہ اب مولوی یا ملا کا اقتدار نہیں برداشت کر سکتا۔ وغیرہ وغیرہ۔ پھر تمہیں معلوم ہے کہ اس لیگ نوازی کا نتیجہ کیا ہوا!! پاکستان بنا، ہندستان الگ ہوا، کل کے وہی تمہارے قائداعظم و قائداوسط و اصغر سب تم کو چھوڑ کر پاکستان بنتے ہی فضا میں اڑ کر اپنے اپنے بنگلوں میں آرام سے جا بیٹھے۔ تمہارے وہی لیڈر جو کل ''اسلام خطرہ

میں ہے''، ''قرآن کی عزت بچاؤ، ایمان کی ناموس کی حفاظت کرو'' کے نعرے لگا رہے تھے، کیا آج بھی ان میں سے کوئی تمہیں تمہارا ساتھ دیتا ہوا نظر آتا ہے؟ بتاؤ بتاؤ۔ دہلی، الور، بھرت پور وغیرہ میں لیگ اور اس کے پاکستان کے کارن جو تم پر تمہارے جان و مال و ناموس، تمہارے چھوٹے چھوٹے بچوں، تمہاری عفت ماب عورتوں پر مظالم ہوئے، تمہارے مقابر، مشاہد، مساجد توڑ ڈالے گئے۔ تمہارے قرآن کی بے حرمتی کی گئی تو اس وقت بھی تمہارا ساتھ دینے کے لیے کل کے تمہارے کوئی قائداعظم تو قائداعظم کوئی قائد اصغر بھی ادھر پدھارے؟ کل نام نہاد سنی کانفرنس جو تمہارے سامنے کہہ رہی تھی کہ میں نو کروڑ کی نمائندہ ہوں، آج ان مصائب میں نو کروڑ تو نو کروڑ اس نے تمہارے نونفوس کی بھی نمائندگی کی؟ تم میں سے نو کو بھی اس نے مصائب و آلام سے بچایا؟ امیر الملت وغیرہ بنے بیٹھے رہے اور تم جنھوں نے کل اپنا خون پانی ایک کر کے پاکستان بنوایا تھا، اس وقت اور تو اور خود پاکستان میں بھی ٹھوکریں کھاتے پھرتے، ننگے بھوکے سسک سسک کر دم توڑ رہے ہو۔ تمہاری عبادت، تمہاری رسوم، تمہاری رفتار و گفتار، تمہاری تحریر و تقریر؟ زبان و قلم غرض تمہاری ہر چیز پر جبر و ظلم کا کنٹرول ہے۔

تم نے کسی وقت یہ بھی سوچا کر آخر یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ اس کا جواب بہت آسان ہے۔ قرآن فرماتا ہے: ''وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ وَّاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔'' اور صحیح حدیث میں ہے۔ رب تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب، دانائے جمیع خفایا و غیوب صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے فرماتا ہے: "جعلتك ذكرامن ذكر فمن ذكرني ذكرك "یعنی اے حبیب! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو اپنے ذکروں میں سے ایک ذکر بنا دیا ہے تو جس نے آپ کو یاد کیا ہمیں یاد کیا۔ تم ذکر رسول سے پھر گئے اور ذکر رسول ذکر اللہ ہے تو اس سے پھر جانا ذکر اللہ سے پھر جانے کے مرادف اور جو ذکر اللہ سے پھر جائے اللہ عزوجل اس کے متعلق فرماتا ہے کہ جسے رتو ندآئے رحمٰن کے ذکر سے، ہم اس پر ایک شیطان تعینات کریں۔ وہ اس کا ساتھی رہے اور بے شک وہ شیاطین راہ سے روکتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔ غرض ان دعویداران اسلام اس دینی اصل عظیم کو چھوڑا اور سینکڑوں دشمنان دین کا دامن پکڑا، جس کا نتیجہ خسران

دنیاوآخرت ہوااور ذلك هو الخسران المبين۔

لہٰذا اے مسلمانو! اب بھی وقت ہے۔ سنبھل جاؤ! این و آں، چنین و چناں سب پہ لعنت بھیج کر اللہ و رسول کے ہو رہو۔ دیکھو اب وہی شیطان چیلے اور ابلیسی ایجنٹ تمہارے سامنے ایک اور چولا بدل کر آئے ہیں اور اب ان کا نعرہ یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کے لیے مدار کامیابی و مرکز ترقی کی صورت یہ ہے کہ وہ پھر ایک مرتبہ کفار و مشرکین سے اتحاد و وداد منائیں اور مسلم و کافر ملحد و موحد کا امتیاز اٹھا کر بھائی بھائی بن جائیں۔ خدارا اب تو عقل پکڑو۔ بہت کچل چکے ہو۔ پچھلے سیلابوں میں اپنا بہت کچھ کھو چکے ہو۔ اب جو کچھ تھوڑا بہت باقی رہ گیا ہے، اس کی طرف سے بھی غافل نہ رہو۔ یہ متاع دین و ایمان کے لٹیرے تم میں گھس کر، تمہارے بن کر تمہاری متاع پر ڈاکہ ڈالیں گے۔ ان کا چولا اور نعرہ اب ضرور بدل گیا ہے مگر حقیقت اور واقعیت وہی ہے جو اَب سے پہلے تھی۔ وہ اب بھی تمہارے سامنے یہی پیش کرتے ہیں کہ میاں!! یہ دین و شریعت کی پابندی اور یہ خدا و رسول کی اطاعت تو بہت پرانی چیزیں ہو چکیں، اقوام دنیا میں تم کندھے سے کندھا ملا کر جب ہی بیٹھ سکو گے جب ان چیزوں کو چھوڑ کر ہمارے بتائے ہوئے اصول ترقی و کامیابی پر عمل کرنے لگو گے۔

خبردار! ہوشیار! ان کی باتوں پر کان مت دھرو۔ تم ایسی ترقی اور کامیابی کو ٹھکرا دو جو اللہ و رسول سے تمہارے رشتے توڑ کر ان اعداء مخالفین سے تم کو جوڑے۔ تم اسی مبارک اسوۂ حسنہ پر چلو جس کی تعلیم حضرت مولانا روم فرما رہے ہیں کہ:

دشمن دین خدا را خوار دار
دزدارا منبر منہ بردار دار

تم اس پر عمل کرو جو حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کہا کہ:

مپندار سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز برپے مصطفٰے

تمہارے لیے تمہارے بغدادی آقا، جیلانی دولہا، غوث اعظم، قطب عالم پیران پیر، پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مبارک زندگی میں اچھی پیروی ہے۔ سرکار والا کا اتباع شریعت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں یہ عالم تھا کہ عالم طفلگی میں حضور والا ماہ

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

صیام میں دن کے اوقات میں دودھ نوش نہ فرماتے اور روزہ دار رہا کرتے تھے۔

مختصر یہ کہ خدا و رسول اور ان کے محبوبوں (جل و علا سید ہم وعلیہم الصلوٰۃ و التسلیم) کے ہوجاؤ۔ان کے دشمنوں، مخالفوں، ان کے غیروں سے ناتہ توڑلو۔ پھر تمہارے لیے ابدی راحتیں، ہمیشگی کا چین وآرام رب کریم کے فضل سے ملے گا۔تم اپنے دشمن پر غالب رہو گے۔تم اللہ سے ڈرو، سب تم سے ڈرنے لگیں گے۔ساری ترقی اور کامیابی اسی میں ہے کہ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۔شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

چو بندہ بفرمان داور بود
خدایش نگہبان ویاور بود
محال ست چوں دوست دارد ترا
کہ در دست دشمن گزارد ترا

تم نہ حکومت وقت سے ٹکراؤ، نہ غداری وشورہ پستی کے پاس جاؤ۔بس صبر و تقویٰ کو اپنا دستور العمل بناؤ۔ظاہر و باطن، قول وعمل میں شریعت مطہرہ اسلامیہ کی حتی الوسع کامل پابندی کرو۔اللہ ورسول کے ہوجاؤ۔اسی میں ہے حقیقی کامیابی اور یہی ہے سچی راہ نجات۔اب ہم سب مل کر دعا کریں کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کے صدقہ وطفیل میں ہماری تمام خامیوں کو دور فرما کر ہمیں سچا پکا سنی مسلمان بنادے اور اپنے نیز اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام نئے، پرانے مخالفین سے دور رکھے اور ان کے شرور سے محفوظ اور ایمان ثابت عطا فرمائے۔آمین۔

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ

محمد ﷺ آبروئے مومناں ہیں

محمد آبروئے مومناں ہیں — محمد بادشاہ مرسلاں ہیں
محمد شرح آیات الٰہی — کتاب رطب و یابس کا بیاں ہیں
خدا کی عظمت و قدرت کے جلوے — رخ پر نور سے ان کے عیاں ہیں
انہیں کے جلوے ظاہر ہر مکاں میں — یہی تو شاہ بزمِ لامکاں ہیں
خدا نے عرش پر جن کو بلایا — یہی تو وہ معزز میہماں ہیں
ہر اک دل میں بسی ہے ان کی خوشبو — گلستانوں کی یہ روحِ رواں ہیں
جو سنگریزے حضوری میں ہیں حاضر — وہ رشکِ لعل و یاقوتِ جناں ہیں

ہے پیدائش انہیں کی اصلِ عالم
یہی بے شک بنائے این و آں ہیں !

ہے شفقت اور رحمت ان کی بے حد — یہ ہم پر ایسے زائد مہرباں ہیں
انہیں کے دم سے ہے ساری خدائی — یہی تو رونقِ بزم جہاں ہیں
عطاؤں، قدرتوں پر ان کی شاہد — احادیث اور قرآں کے بیاں ہیں
نہیں ہے مرتبہ ایسا کسی کا — خدا والے ہی ان کے رتبہ داں ہیں
محبت ان کی ہے ایمانِ مومن — کہ بس ایمان کی بھی یہ ہی جاں ہیں
لگائیں گے ہمارا پار بیڑا — یہی تو چارۂ دردِ نہاں ہیں
مُحب ان کا چہیتا ہے خدا کا — یہ محبوبِ خدائے دو جہاں ہیں

حسنؔ سُن! ہاتف غیبی پکارا
بہ فضل رب وہ تجھ پر مہرباں ہیں

☆☆☆

حضرت احسن العلما قدس سرہٗ

مقدر سے اگر سرکار میں جانا میسر ہو

مقدر سے اگر سرکار میں جانا میسر ہو
تو جو کچھ میرے دل میں ہے وہ سب کچھ میرے لب پر ہو

تمہارے در پہ جھکتے ہی مرے سر کا یہ رتبہ ہو
کہ اس پر میرے رب کا فضل و رحمت سایہ گستر ہو

شرف حاصل ہے تم کو ساری مخلوق الٰہی پر
نبیوں اور رسولوں کے بھی آقا تم تو سرور ہو

تمہارا حکم ہے جاری و ساری سارے عالم میں
نہ کیوں کر ہو کہ تم تو نائب خلّاقِ اکبر ہو

از آدم تا بہ ایں دم سب تمہاری مِلک ہیں آقا
ہو تم پیارے ملیک الملک کے اور ہم سب کے افسر ہو

تمہاری ضو فشانی، عطر بیزی کا یہ عالم ہے
جہاں سے گزرو وہ کوچہ منور ہو، معطر ہو

منزہ ہو فضائل اور محاسن میں شریکوں سے
اور حسن صورت و سیرت میں بھی بے مثل جوہر ہو

مرے دل سے گناہوں کا یہ سارا میل دھل جائے
اگر بارش تمہارے نور کی مجھ پہ بھی دم بھر ہو

حقیقت کو تمہارے بس خدا جانے کہ تم کیا ہو
ہمارا علم اتنا ہے سوئ اللہ سب سے برتر ہو

قیامت میں مجھے اپنے گناہوں کا نہیں کھٹکا
خدا کے فضل سے جب تم شفیعِ روزِ محشر ہو

خدایا! گرمی محشر سے تو ہم کو بچا لینا
ہمارے سر پہ اس دن دامنِ محبوبِ داور ہو

زبانیں پیاس سے جب عرصہ محشر میں ہوں باہر
مجھے بھی اپنے صدقے میں عطا اک جامِ کوثر ہو

ترے ہاتھوں سے پی کر خوب جھومیں تیرے مستانے
بروز حشر جس دم دورۂ کیزانِ کوثر ہو

تمہارے ظل رحمت میں رہوں میں امن و راحت سے
میرے رب کی بھی رحمت میرے سر پر سایہ گستر ہو

مری دارین کی بگڑی بنادو اب مرے آقا
تمہیں سے آس ہے مجھ کو تمہیں تو میرے یاور ہو

تمہارے نام کی ہیبت سے کانپ اٹھتے ہیں سب بے دیں
کہ اُن کے حق میں تو تم نائب قہارِ اکبر ہو

خدا کی دین ہے اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے
کہ اُس کے فضل سے تم عالمِ ہر خشک و ہر تر ہو

نصیبہ جگمگا اٹھے مری قسمت چمک جائے
کرم گستر اگر مجھ پر بھی وہ ماہِ منور ہو

حسنؔ کی لاج رکھ لینا کرم سے اپنے اے آقا
بروزِ حشر جب وہ روبروئے ربِ اکبر ہو

☆☆☆

حضرت احسن العلما قدس سرہ

المدد یا غوث اعظم المدد

آپ سے کچھ عرض کے قابل کہاں
مجھ سے نالائق کی یہ کج مج زباں

پھر بھی اپنے لطف سے میرا بیاں
سن ہی لیجئے اے مِرے قطبِ زماں

ہو ادھر چشمِ کرم پیرانِ پیر
آستانے پر کھڑا ہے اک فقیر

واسطہ حسنین کا سن لیجئے
مشکلیں آسان میری کیجئے

آپ کو مولیٰ علی کی ہے قسم
دور کر دیجئے مرے رنج و الم

کس سے مانگوں ہاتھ پھیلاؤں کہاں
آپ کے در کے سوا جاؤں کہاں

د امنِ مقصد میرا بھر دیجئے
آج تو میری خوشی کردیجئے

کاش ہوجائے مِرا ایسا نصیب
آپ بلوائیں مجھے اپنے قریب

اور کرلیں پھر مجھے اپنا غلام
خدمتیں لیں مجھ سے اپنی صبح و شام

زندگی میری یوں ہی جائے گزر
آپ کی چوکھٹ پہ ہی رکھا ہو سر

خاتمہ ہو آپ کی ہی یاد میں
بعدِ مردن ہو لحد بغداد میں

کیا بتاؤں اپنے دل کا حال میں
پھنس گیا ہوں میں بڑے جنجال میں

شاہ جیلاں وقت ہے امدا د کا
در پہ آیا ہوں لگاکر آسرا

قطبِ دوراں اب مددکا وقت ہے
بخت برگشتہ ہے، منزل سخت ہے

المدد یا غوث اعظم المدد
المدد یا قطبِ اکرم المدد

ہر طرح گھیرے ہیں اشرار و شرور
دور فرمادیں انہیں اب تو حضور

نرغۂ اعدا میں ہیں اہل سنن
دور کیجئے ان سے سب اہل فتن

☆☆☆

حضرت احسن العلما قدس سرہٗ

گاگر

یہ گاگر ہے حاجّی میاں باخدا کی نبی کے دلارے شہ باصفا کی
یہاں آ کے دیکھو ذرا قاسمی رنگ یہ گاگر ہے قاسم میاں باضیا کی
ہمارے جو ہیں دین و دنیا کے رہبر یہ گاگر ہے ان رہبرِ حق نما کی
سکھاتے ہیں اعدائے دیں سے عداوت یہ گاگر ہے ان عاشقِ مصطفیٰ کی
بتاتے ہیں اسرارِ شرع و طریقت یہ گاگر ہے ان مرشدِ حق نما کی
جو علم و عمل میں ہیں فخر اماثل یہ گاگر ہے ان قدوۃ الاولیا کی
ہے مارہرہ فردوس جن کے قدم سے یہ گاگر ہے ان سید الاتقیا کی
وہ سنت کے حامی وہ بدعت کے ماحی یہ گاگر ہے ان مہدیٔ باخدا کی
ہیں مارہرہ میں آج بغدادی جلوے یہ گاگر ہے شیدائے غوث الورا کی
چلو میکشو! قادری جام پی لو لگی ہے سبیل آج قاسم پیا کی
وہ ہیں جن سے اعداء دیں غیظ کھاتے یہ گاگر ہے ان نائبِ مصطفیٰ کی
سیادت پہ جن کے گواہی علی کی یہ گاگر ہے ان ابن شیر خدا کی
وہ جن کے عدو پر ہے قہر الٰہی محبّوں پہ دائم ہے رحمت خدا کی
دعا ہے یہ گاگر کے صدقہ میں یارب کہ ہم سب پہ بارش ہو تیری عطا کی
ہیں حاضر یہاں جتنے بھی اہل سنت ہمیشہ ہو ان سب پہ رحمت خدا کی
نظر آتا ہے ڈوبتا اپنا بیڑا مدد پہنچے للہ اب ناخدا کی
ہے برکاتی ساگر تو بغدادی ساغر شراب اس میں حُبِّ حبیب خدا کی
تمنا ہے وقتِ اجل یہ خدایا کہ ہم کو زیارت ہو غوث الورا کی

حسن ایک ادنیٰ سگِ قاسمی ہے
رہے تا ابد اس پہ رحمت خدا کی

☆☆☆

حضرت احسن العلما قدس سرہٗ

گاگر

چلو باوضو سر پہ گاگر کو لائیں
درِ شاہِ قاسم پہ جاکر چڑھائیں

دعا ہے الٰہی یہ جن کی ہے گاگر
ہمیں حشر میں جامِ کوثر پلائیں

یہ قاسم میاں موصلِ فضل حق ہیں
چلو نعمتیں بھر کے جھولی میں لائیں

خدایا اسی پیاری گاگر کا صدقہ
ہمیں غوثِ پاک اپنا جلوہ دکھائیں

رسول خدا دیں یہ گاگر کا صدقہ
کہ سب امتی حشر میں بخشے جائیں

چلو قاسمی در پہ مٹ جانے والو
کہ ہم تم کو گاگر کے جلوے دکھائیں

چلو قادری شاہ کے نام لیوو!
تمہیں قادریت کے نغمے سنائیں

رضائے خدا و نبی یاں ملے گی
غلامانِ رضوی سے کہہ دو کہ آئیں

کھلا ہے درِ جو د قاسم میاں کا
چلو اپنی قسمت بھی ہم آزمائیں

بھرا اس میں آب حیات ابد ہے
ہم اپنے دل مردہ اس سے جلائیں

یہ گاگر مئے حُبِّ احمد سے پُر ہے
چلو مے کشو! پیاس اپنی بجھائیں

کہو عاصیوں سے یہ گاگر اٹھاکر
گناہوں کے خرمن سروں سے گرائیں

ہے امڈا ہوا آج برکاتی دریا
گنہ گار آجائیں دھوئیں، نہائیں

ہیں جلوہ فگن آج اچھے میاں بھی
چلو ان کے جلوؤں سے دل کو بسائیں

نہ مارہرہ کیوں بقعۂ نور ہو آج
کہ ستھرے میاں کی ہیں پھیلی ضیائیں

دعا ہے یہ گاگر کے صدقہ میں یارب
کہ ہوں دور سب خاکساری بلائیں

سبوئے وِلائے علی ہے یہ گاگر
خوارج کو کیوں ہم نہ اس سے جلائیں

مدد کیجئے اپنے بندوں کی مولا کہ ہیں لیگ کی چھائی کفری گھٹائیں
حفاظت غلاموں کی فرمائیں آقا کہ ہیں حملہ کن دشمنوں کی بلائیں
ہے چاروں طرف نرغہ اعدئے دیں کا ہمیں ان کے حملوں سے مولا بچائیں
بتاتا ہے کیوں کر اسے شرک نجدی بھری اس میں توحید کی ہیں ضیائیں
اشداء علیٰ الکفر ہے شان مومن تو کیوں کر نہ ہم نجدیوں کو جلائیں
وہابی سے کہہ دو کہ ہے عرس سنت علیٰ راس حول اسے ہم سنائیں
مئے حُبِّ اصحاب اس میں بھری ہے روافض کو پھر اس سے کیوں کر پلائیں
ابوبکر و فاروق و عثمان و حیدر ہم ان کی ثنا کے نہ کیوں گیت گائیں
دلارے حسین و حسن اپنا دیں ہیں نہ دور اس سے کیوں شمریوں کو بھگائیں
شعارِ خدا اولیائے خدا ہیں تو کیونکر نہ ہم ان کے ڈنکے بجائیں
صحابہ کا دشمن، نبی کا ہے دشمن اسے کس طرح اپنا قائد بنائیں
صحابہ کی تعظیم و عترت کی الفت رہیں اس پہ ہم اور دنیا سے جائیں
گل حُبِّ زہرا و درِ نجف سے چلو شاہ قاسم کی گاگر سجائیں
خدا کا ہے دشمن عدو پنجتن کا تو کیونکر ہم اس سے محبت جتائیں
یہ گاگر ہے خم بادۂ سُنیت کا چلو اس کے ساغر پئیں اور پلائیں
ہیں بے دین و بد دین دشمن خدا کے تو ہم اتحاد ان سے کیوں کر جتائیں

حسنؔ آج مرشد کے روضے پہ چل کر
ادب سے ہم اپنی یہ گاگر سنائیں

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

حضرت احسن العلما قدس سرہٗ

آئینہ حق نما

چہرۂ زیبا ترا احمد رضا
آئینہ ہے حق نما احمد رضا
غوثِ اعظم، مظہرِ شاہِ رسل
ان کا تو مظہر ہوا احمد رضا

علم تیرا بحرِ ناپیدا کنار ظلِ علم مرتضیٰ احمد رضا
تیرے مرشد حضرت آل رسول ان کو تجھ پہ ناز تھا احمد رضا
اپنے برکاتی گھرانے کا چراغ تجھ کو نوری نے کہا احمد رضا
سُنیوں پر یہ ترا احسان ہے اپنے دامن میں لیا احمد رضا
سُنیت کی آبرو دم سے ترے اب بھی قائم ہے شہا احمد رضا
جب بھی کوئی مرحلہ آکر پڑا تو نے عقدہ حل کیا احمد رضا
نام لیوا دید کے مشتاق ہیں کھول دے چہرہ ذرا احمد رضا
مفتیٔ اعظم ہوئے واصل بحق ان سے راضی ہو خدا احمد رضا
تیری الفت میرے مرشد نے مجھے دی ہے گھٹی میں پلا احمد رضا

یاد کرتا ہے تجھے تیرا حسنؔ
اس کے حق میں کر دعا احمد رضاؔ

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

ذکرِ سید الشھدا امام حسین
علیٰ جدہ الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہٖ الکریم واٰلہ و اصحابہٖ ذوی الفضل العظیم فاعوذ باللّٰہِ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۚ اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصۡلُہَا ثَابِتٌ وَّفَرۡعُہَا فِی السَّمَآءِ (ابراھیم: ۲٤)

صدق اللّٰہ مولینا العظیم و بلغنا رسولہ مولانا النبی الکریم و نحن علیٰ ذلك لمن الشاھدین والشاکرین و الآمنین والمطمئنین والموقنین وبہ نستعین وصلی اللّٰہ علیٰ خیر الاَنبیاء سید نا و مولانا محمد واٰلہ واَصحابہٖ اجمعین

ہم سب پڑھنے والے فارسی کی ابتدائی کتابوں میں پڑھتے ہیں ؎

زباں تا بود در دہاں جائے گیر ثنائے محمد بود دل پذیر
حبیب خدا، اشرف انبیا کہ عرش مجیدش بود متّکا
سوار جہانگیر یکراں براق کہ بگذشت از قصر نیلی رواق

☆☆☆

خلاف پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
مپندار سعدی کہ راہ صفا تواں رفت جز بر پیٔ مصطفٰے

☆☆☆

درود مَلک بر روانِ تو باد براصحاب و بر پیروانِ تو باد
نخستیں ابوبکر پیر مُرید عمر پنجہ بر پنج دیو مَرید
خرد مند عثمان ِشب زندہ دار چہارم علی شاہ دلدل سوار
خدایا بحق نبی فاطمہ کہ برقولِ ایماں کنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول من و دست و دامان آل رسول

اپنے کئے ہوئے وعدے کے مطابق ہم اپنے مقررہ اور معینہ وقت سے کچھ منٹ پہلے ہی حاضر ہوگئے۔ اور چند باتیں بتا کر ہم رخصت ہوجائیں گے۔ آج محرم الحرام کی ۱۰/تاریخ ہے، ۱۴۱۴ھ جس میں آپ اور ہم سب اس مسجد (مسجد برکاتی) میں حاضر ہیں، اور بھی حاضر ہونے والے ہیں۔ یہی محرم تھا اور یہی جمعہ کا دن تھا۔ سنہ کا صرف فرق ہے۔ ۶۱ھ تھا، یہ ہے ۱۴۱۴ھ۔ یعنی اس وقت تک سرکار کو مکّہ معظّمہ سے مدینہ منورہ گئے ہوئے اکسٹھواں سال ہے۔ اور اب کتنے ہوگئے؟ چودہ سو چودھواں سال چل رہا ہے۔ تو کتنے سال پہلے کی بات ہے یہ؟ چودہ سو چودہ میں سے ۶۳ گھٹاؤ پھر جو نکلے حاصلِ تفریق بس وہی پھر ۱۳۵۱ سال لیکن بات کچھ ایسی ہے، حالانکہ ہمارا تو عالم یہ ہے کہ اپنے بچوں کی شادیاں کریں، لڑکے کی، لڑکی کی اور اُس میں اپنی حیثیت کے مطابق خرچہ کریں، کپڑا بھی ہو، چڑھاوا بھی ہو، زیور بھی ہو، پھکنی چمٹا تک ہو، دان جہیز بھی ہو، دعوتیں بھی ہوں، سیکڑوں آدمیوں کے ہاتھ دھلا دیں اللہ کے حکم سے۔ چند دن بیتتے ہیں اور سب بھول جاتے ہیں۔ ہمارے آپ کے حافظے، اب بہت کم ایسے باقی رہ گئے ہیں انہیں بڑی عمروں میں بچپن کی باتیں جنہیں یاد ہوں۔ عام طور سے بھول جاتے ہیں۔ لیکن ۱۰/محرم ۶۱ھ میں جو کچھ ہوا ۱۴۱۴ھ کے ہلالِ شبِ اوّل نے جب اپنا روئے انور دکھایا، چاند نکلا تو یاد آ گیا ہمیں اور ہر مسلمان کو، دیہات کا ہو رہنے والا، یا شہر کا ہو رہنے والا کہ یہی محرم تھا مہینہ اور یہی سنہ تھا سنہ ہجری ۶۱ھ کا وہ محرم اور ۱۴۱۴ھ کا یہ محرم۔ لیکن محرم کا چاند نکلنے کے ساتھ ہی ہم میں کا کوئی ترکی میں رہنے والا ہو یا حبش میں رہنے والا یا ایران کا بسنے والا ہو، یا ہندستان کا رہنے والا ہو، پاکستان میں اپنی زندگی بسر کرنے والا ہو، سائبیریا کی ٹھنڈک میں ہو، کشمیر کی ٹھنڈک میں ہو یا راجستھان کی گرمی میں ہو، بہرحال ادھر محرم کا چاند نکلا اور اُدھر اُس کے دل میں کسی کی یاد نے گدگدی کی۔ بات سمجھ میں آ رہی ہے؟ (حافظ شریف احمد برکاتی کی آواز صاف آئی 'ہاں' اور بھی آوازیں آئی 'جی') ہوتی ہے نا یہ بات؟ (سامعین میں سے 'ہوتی ہے') دیہات کا رہنے والا ہو، میں سچ عرض کرتا ہوں آپ سے کہ اس مہینے میں جو عرس ہے اسے فاتحہ کہئے، نذر نیاز کہئے، شربت کھچڑا کہئے، نمازوں کا پڑھنا کہئے، اور صاحب، نوافل کا پڑھنا کہئے۔ اتنا بڑا عرس ہی کسی کا نہیں ہوتا دنیا میں میرے نزدیک۔ جو تجزیہ میں نے کیا ہے، جو کچھ پڑھا میں نے

ہے، جتنا بڑا عرس اس محرم کے مہینے میں، پہلی رات سے جو لگّا لگتا ہے، پہلی رات، چاند دیکھ کے آئے اور نماز عشاء کے بعد سلسلہ شروع ہوا۔ اور چل رہا ہے، مسلسل چلتا ہے، شہروں میں آپ دیکھیں جا کر بمبئی وغیرہ میں تو عشاء کے بعد سے لے کر ساڑھے گیارہ یا بارہ بجے تک جب تک پرمٹ ہوتا ہے اُس وقت تک مختلف جگہوں سے گئے ہوئے مقررین اور واعظین اپنے اپنے رنگ میں سناتے ہوتے ہیں۔ لیکن بات ایک ہی کی ہوتی ہے۔ (سامعین 'جی ہاں') ایک سال ایسا تھا میں وہیں (بمبئی) حاضر تھا، میرے بھائی صاحب علیہ الرحمۃ (حضور سید العلماء سید شاہ آل مصطفیٰ قدس سرہٗ) حیات تھے، حیاتِ ظاہری میں موجود تھے۔ ایک سو تین مجلسیں تھیں۔ ہم دونوں بھائی بیٹھے تھے۔ کہنے لگے (بھائی صاحب) للّا! ذرا یہ تو بتاؤ تمہارے نزدیک، تمہارے بھی سامنے اخبار ہے، میرے بھی سامنے اخبار ہے، کون کہاں کہاں بول رہا ہے، میاں سب جگہ حسین ہی کا تو ذکر ہو رہا ہے (سامعین: 'سچ ہے') سید الشہداء کا ذکر ہی کرنے تو آئے ہیں۔ اب کوئی بھکوا ہمارے سامنے آئے اور وہ یہ ثابت کرے کہ کسی ایک چھوٹی سی گلی کی موری پر بھی ذکر ہو رہا ہو یزید کا، وہ تو موری کے قابل ہے، ذکر ہو تو موری میں ہی ہو، گندے نالے میں۔ اور یہاں مسندِ پاک پر بیٹھے ہوئے یہ مولیٰنا بہرائچ سے آئے ہیں بمبئی میں، یہ لکھنؤ سے آئے ہیں، یہ صاحب شاہجہاں پور سے آئے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن سب کا محور اور مرکز اور موضوع صرف ایک حسین کی ذات ہے۔ (سامعین: 'بے شک') ہے کہ نہیں ہے؟ (سامعین: 'ہے') رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عاشورہ آیا، عاشورہ کی شب میں جس کو خدا نے جتنی توفیق دی، اُس نے شہادت کے واقعات بیان کیے۔ اب بھائی صحیح صحیح بیان کریں یا غلط سلط، اس کی ذمہ داری تو بیان کرنے والے کے اوپر ہے۔ لیکن میں نے بہرحال چند اپنے بڑے علماء سے جن میں میرے بھائی صاحب بھی آخر اپنے دور میں وہی اکیلے تھے جو بہت اچھی طرح شہادت بیان کرتے تھے، چار راتوں کی کروٹ، چار راتوں میں۔ اور ایسے بھی تھے کہ آئے، بیٹھے اور کہا دیکھو بھائیو اب ہر سال ہم وہی باتیں کریں جو اس سال کی ہیں تو پھر آپ کہیں گے کہ ہر سال آتے ہیں اور وہی پرانی باتیں۔ اور پھر تم سب پڑھے ہوئے ہو، سنتے ہی رہتے ہو، سال کے دوران اور بھی جگہ سنتے ہو، اور بھی مجلسوں میں سنتے ہو اُن کا ذکر۔ لہٰذا بھائی مختصر میں ہم تمہیں یہ بتاتے ہیں کہ سمجھ لو کہ امام تھے ہی نہیں۔

پہلی رات اتنا ہی مَبلغِ علم تھا، اتنا ہی معلوم تھا، اس سے آگے گاڑی چلتی ہی نہیں تھی تو کیا کہیں۔ صبح کمیٹی والوں نے کہا مولیٰنا یہ ہے آپ کا نذرانہ، لیجئے اور اب آپ تشریف لے جایئے۔ ہم اپنا کوئی اور انتظام کرلیں گے ان شاء اللہ جو ہمیں بارہویں رات تک سب سنائے گا۔ یعنی امام کے سویم تک۔ تو میرے بھائی صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان چھٹی شب سے۔ چھٹی شب، ساتویں شب، آٹھویں شب، نویں شب اور دسویں شب۔ دسویں شب میں ساری بمبئی عظمیٰ کی مجلسیں ختم ہوجاتیں تھیں تو تمام وہاں کے حاضرین بھی اُن کی مجلس میں آجاتے۔ شہادت بیان ہوتی تھی۔ وہ جس تسلسل سے شہادت سناتے تھے۔ شہادت عظمیٰ تو دسویں رات میں بیان ہوتی تھی نا! (سامعین: 'بے شک')، سرکار کی خود کی شہادت، شہادت عظمیٰ، رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنّا۔ میں زیادہ آپ کو پیچھے کی طرف نہیں لے جانا چاہتا مختصر باتیں کرنا ہیں۔ تو امام عرش مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنّا، اُن تک ہم کیسے پہنچیں، سوال تو یہ ہے؟ اس لئے کہ یہ تو ہمیں اچھی طرح سے معلوم ہے کہ ہم میں جنہوں نے کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے مثلاً میں نے اپنے مرشد، میرے نانا حضور (بقیۃ السلف حضرت سیدنا شاہ حاجی محمد اسمٰعیل حسن قدس سرہٗ) بھی تھے۔ اُن کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ کسی نے اُن کے والد ماجد (حضرت سید شاہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ) کے ہاتھ میں ہاتھ دیا، کسی نے اُن کے صاحبزادے میرے خالِ محترم (تاج العلماء حضرت سیّد شاہ اولاد رسول محمد میاں) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا، اُن سے مرید ہوا۔ کوئی میرے بھائی صاحب سے مرید ہوا۔ کوئی میرے بھتیجے برخوردار سید آل رسول سے یا میرے بچوں میں سے کسی سے مرید ہوتا ہے۔ اور کوئی بھائی ایسا بھی ہوتا ہے اپنی محبت سے آکے مجھ سے کہتا ہے، میں اُس کو توبہ کرادیتا ہوں۔ آیا آپ کی سمجھ میں؟ تو یہ جتنے بھی ہیں یہ سب ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں (سامعین 'اس میں کیا شک ہے') اور ان سب کا شجرہ ہے حسینی (سامعین: 'بے شک') بولو بھائی ہے کہ نہیں ہے؟ (سامعین: 'ہے')۔ اچھا صاحب، شجرۂ حسینی کی بھی سُن لیجئے چھوٹی سی بات کہ سرکار مخدوم شاہ برکت اللہ (قدس سرہٗ)، ہر چیز کے لئے ایک ذریعہ ہوتا ہے نا! (سامعین: 'ہوتا ہے') اگر بیچ میں سے ذرائع اور وسائل کو نکال دیں تو میاں روٹی بھی نہیں کھا پاؤ گے۔ (سامعین: 'بے شک') کن کن چیزوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اور خبیث

کہتے ہیں کہ ہیں، اما ڈائرکٹ (سیدھے) اللہ تک چلیں گے۔ ڈائرکٹ والے ہیں نا! یہ ڈائرکٹ والے جو ہیں..... میں پوچھتا ہوں چھوٹی سی بات آپ کو اپنے مکان کی چھت پر چڑھنا ہے۔ اور آپ ہیں زمین پر۔ ایک منزل، دو منزل جو بھی ہو۔ پہلی منزل مان لیجئے۔ پہلی منزل پر آپ کو چڑھنا ہے۔ گرمی ہے، وہاں کچھ ہوا آتی ہے تو رات کو وہیں سوئیں گے۔ (سامعین: 'تو ٹھیک ہے') ہے نا؟ چلئے صاحب، اب آپ نے دیکھا کہ یہ تو اوپر ہے، آپ نیچے ہیں، اب آپ کے دونوں پیر تو نیچے رکھے ہوئے تھے، آپ نے ایک پیر نیچے چھوڑا اور ایک پیر جو اٹھایا تو..... آپ نے چاہا کہ بس پاؤں اٹھے دوسرا اور پھر مع آپ کے اوپر پہنچ جائے۔ کیا ممکن ہے یہ؟ (سامعین: 'نہیں') نہیں نا؟ (سامعین: 'نہیں') اب زیادہ کوشش کی تو دونوں ٹانگیں چر جائیں گی، اوپر نہ پہنچ پاؤ گے۔ (سامعین: 'سچ ہے') ٹانگیں اور ہاتھ سے جائیں گی، چلنے کو ترس جاؤ گے۔ اگر اوپر پہنچنا چاہتے ہو، کوٹھے پر جانا چاہئے ہو تو سیڑھی سیڑھی طے کرنا پڑے گا۔ ہے نا؟ پہلا قدم پہلی سیڑھی پر اور دوسرا ساتویں پر؟؟ (سامعین: 'نہیں دوسری پر') ہاں! دوسرا، دوسری پر۔ تو یہ اپنے جو شجرے ہیں جو ہمیں ہمارے پیروں سے ملتے ہیں اس میں بھی کچھ ایسی سیڑھیاں ہیں۔ فرماتا ہے:

الم ترکیف ضرب اللہ مثلاً کلمةً طیبة کشجرة طیبة اصلها ثابت و فرعها فی السماء (ابراهیم:۲٤) اور اُس کے بعد فرماتا ھے: توتی اکلها کُلّ حینٍ باذن ربها (ابراهیم: ۲۵)

فرماتے ہیں کلمۂ طیبہ الم ترکیف ضرب اللہ مثلا کلمة طیبة کی مثال اللہ کے نزدیک ایسی ہے جیسے شجرۂ طیبہ۔ یہ شجرات طیبات ہیں نا ہمارے ہاتھ میں جیسے شجرۂ طیبہ اصلُها ثابت اُس کی جڑ اندر گڑی ہوئی ہے۔ وفرعها فی السماء اور اُس کی بالیں آسمان پر پھیلی ہوئی ہیں۔ توتی اکلها کل حینٍ باِذن ربّها اپنے پھل کھانے والوں کو وہ ہر وقت اپنے رب کے حکم سے پھل دے دیا کرتا ہے، یہ تو ہے شجرۂ طیبہ اور شجرۂ طیبہ کے مقابلے میں ایک شجرۂ خبیثہ بھی ہوتا ہے۔ (سامعین: 'ہوتا ہے') سمجھ گئے آپ؟ (سامعین: 'جی') فرماتے ہیں: و مثل کلمةٍ خبیثةٍ کشجَره خبیثة اجتثت مِن فَوقِ الأرض مالها مِن قرار (ابراهیم:۲٦) اب میں اپنے ان

بھائیوں سے جو اس مجلس میں بیٹھے ہیں اور جو تھوڑی بہت زمین رکھتے ہیں اور کاشت کا کام ہوتا ہے یا باغات کا کام ہوتا ہے باغ والے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ آپ جائیں اور جانے کے بعد موتی جیسے دانے آپ گندم اور مکا کی فصل میں زمین میں ایسے ہی بکھیر کر آجائیں۔ اب دیکھ رہے ہیں انتظار، تین چار دن کے بعد دیکھا کچھ ہے۔ کچھ ملے گا وہاں؟ (سامعین: 'نہیں') وہ دانے بھی چڑیاں چگ جائیں گی۔ (سامعین: 'چگ جائیں گی')۔ زمین کے اوپر پڑے ہیں نا؟ زمین کے اوپر پڑے ہیں، تو معلوم یہ ہوا کہ کسی چیز سے فائدہ جب ملے گا جب وہ زمین کے اندر چلی جائے۔ یہی بات ہے نا؟ (سامعین: 'بے شک') لہٰذا آپ نے ہل چلایا۔ ہل چلانے کے بعد اُس کے اندر پوڑ بنا، اُس میں آپ نے دانے بکھیرے اور اوپر سے اب زمین کو برابر کر دیا۔ یہاں تک تو آپ نے کر دیا۔ یہ تو تھی تدبیر۔ یہاں تک تو آپ کے ہاتھ میں تھا۔ اب اُس کے بعد؟ (سامعین: 'اللہ کے ہاتھ میں ہے') ہاں! فرماتا ہے: افرء یتم ماتحرثون (الواقعة: ٦٣) اب بتاؤ تو سہی یہ تم جو کھیتیاں بوتے ہو أأنتم تزرعونهٗ ام نحن الزّٰرعون (الواقعة: ٦٤) بوتے تو تم ہو لیکن اُس میں بھی ہماری طرف کی توفیق الٰہی رفیق ہوتی ہے جب بوتے ہو (سامعین: 'بے شک') ورنہ بوتے بوتے بھول جاؤ۔ (سامعین: 'سچ ہے') ہل چلاتے چلاتے، پشتہا پشت سے ہل چلا رہے ہو لیکن ہل چلانا بھول جاؤ۔ تو بوتے تم ہو اور اگاتے ہم ہیں۔ سوال کر رہا ہے انتم تزرعونهٗ کیا اسے تم اُگاتے ہو؟ أم نحن الزّٰرعون یا ہم اُگاتے ہیں اور پھر فرماتا ہے لَو نشاءُ بجعلنهٗ حُطاماً فظلتم تفکّھون (الواقعة: ٦٥) اگر ہم چاہیں تو اسے بالکل خس وخاشاک کی طرح کر دیں، کچھ بھی نہ دکھائی دے۔ تو بڑا قیمتی، بہت صاف ستھرا، نہایت عمدہ، نہایت ہی قیمتی بیج ڈال کے آؤ..... لیکن اگر ہم نہ چاہیں تو کچھ بھی نہ نکلے بلکہ دانہ بھی ختم ہو جائے اوپر ہی اوپر۔ اور پوچھتا ہے افرء یتم الماء الذی تشربون (الواقعة: ٦٨) بولو ایک طرف سے سوال ہو رہا ہے اور پھر خالی مومنین سے نہیں ہو رہا ہے، اپنی ساری مخلوق سے ہو رہا ہے، سارے آدمی سے ہو رہا ہے افرء یتم الماء الذی تشربون (الواقعة: ٦٨) یہ جو پانی تم پیتے ہو۔ بولو بھائی

آج کل کتنا پانی پیا جارہا ہے گرمی کی وجہ سے؟ (سامعین: 'کافی') ء اَنتم انزلتموہ من المزن ام نحن المنزلون (الواقعة: ٦٩) کیا اس پانی کو بادلوں سے تم نے اتارا ہے یا ہم نے اتارا ہے؟ (سامعین: 'اللہ نے') فرماتا ہے: لَو نشاءُ جعلنٰهُ اُجاجاً فلو لا تشکرون (الواقعة: ٧٠) اگر ہم چاہیں تو اس کو کھولا کر خشک کر دیں تو کیوں ہمارا شکریہ نہیں ادا کرتے۔ اللہ فرماتا ہے۔ اور پھر فرماتا ہے: افرء یتم النار التی تورون (الواقعة : ٧١) یہ جو آگ جسے تم روشن کرتے ہو ء اَنتم انشأتم شجرتها ام نحن المنشئون (الواقعة: ٧٢) کی اس کا درخت تم نے اُگایا ہے یا ہم نے اُگایا ہے؟ (سامعین: 'اللہ نے') بڑا بہترین اندازِ بیان ہے قرآن پاک کا، سبحان اللہ۔ ء انتم انشأتم شجرتها ام نحن المنشئون (الواقعة: ٧٢۔) اللہ اکبر۔ آخر میں فرماتا ہے: نَحن جعلنٰها تذکرةً و متاعاً للمقوین فسبح باسم ربك العظیمْ (الواقعة : ٧٣- ٧٤) بات دور پہنچ جائے گی۔ درود پاک پڑھ لیجئے۔ اللّٰهم صل علیٰ سید نا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارك و سلم۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ ہمارا شجرہ ہے حسینی۔ بہت بتانا تھا اس سلسلے کے بارے میں لیکن ذرا سا نظر انداز کر دیا ورنہ پھر پانچ بج جائیں گے اور وہ ختم نہیں ہوگا معاملہ، پورا نہیں ہونے پائے گا۔ لہٰذا اب ہم پھر آ گئے اپنے موضوع پر کہ ہمارا شجرہ ہے شجرۂ حسینیہ۔ کیسے ہے شجرہ حسینیہ، اللہ اکبر سلسلۂ عالیہ علیّہ قادریۂ برکاتیہ جو سرکار بلگرام شریف سے لے کر آئے۔ کون سرکار؟ مثل مکہ شدہ..... مجھے اپنے مرشد کے اشعار یاد آ گئے منقبت میں (ترنم سے) مثل مکّہ شدہ مارہرہ مقام برکات..... بڑی منقبت ہے پھر بھی اشعار مجھے یاد ہیں ؎

مثل مکّہ شدہ مارہرہ مقام برکات شہرتے یافت چوں طیبہ ز قیام برکات

اور عرض کرتے ہیں: در گہش گشت مطاف عرفاء و کملاء

اجی ہم کہاں دیکھ پاتے، ہم تو صرف ان ہی کو دیکھتے ہیں جو آتے ہیں درگاہ معلّٰی پر، ہمارے جیسے فاتحہ پڑھنے والے لیکن صاحب البرکات، مخدوم سلسلۂ برکاتیہ، امام

سلسلۂ برکاتیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنّا کے اس درگاہ معلّٰی کے گرداگرد کون کون گھومتا ہے، وہاں تک ہماری آنکھیں کہاں پہنچتی ہیں۔تو وہی فرمارہے ہیں ع

درگھش گشت مطاف عرفا وکملاء

مطاف کہتے ہیں طواف کرنے کی جگہ، گھومنے کی جگہ، اللہ اکبر۔ ہمارے حاجی جاتے ہیں وہاں گھومتے ہیں، اللہ اکبر، وہاں کا طواف کرتے ہیں، اللہ اکبر اور اُس کے بعد پھر اپنے اپنے گھروں کو جب واپس آتے ہیں تو پھر اُس کے حالات اور واقعات بیان کرتے ہیں، تو فرماتے ہیں ؎ درگھش گشت مطاف عرفا وکملاء۔اللہ اکبر۔ یہاں کا یہ جو مطاف ہے کعبۂ آب وگِل کا، یہ کعبۂ آب وگِل کا مطاف تو ہر جانے والا کرتا ہے۔لیکن یہ جو کعبہ ہائے جان و دل اپنی اپنی مزارات میں تشریف فرما ہیں ان کی مزاروں اور ان کی درگاہوں کا طواف کرنے کے لئے صرف عوام نہیں جاتے بلکہ عوام تو بہت کر بھی نہیں پاتے ہیں، اللہ اکبر، جو انہیں کرنا ہے، ہاں اللہ کے عرفا اور اللہ کی طرف سے جو کملاء ہیں وہ آتے ہیں جو ہماری نظر سے پوشیدہ ہوتے ہیں اور پھر وہ گھوما کرتے ہیں۔مطافِ عرفا وکملاء..... درگھش گشت مطاف عرفا وکملا۔ اور عرض کرتے ہیں ع قدسیاں خم پئے تعظیم وسلام برکات.....اصل میں ہوا یہ کہ حضور سیدنا شاہ آل احمد اچھّے میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے ایک مرید تھے، مرید سعید، ہاں صاحب، مولانا عبدالقادر تاج الفحول بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کسی نے ''مولانا، آپ کے مرید کتنے ہیں؟'' فرمایا: ''بھیاّ، دیکھو، مریدوں سے پوچھو''۔ بڑے سادے سادے آدمی تھے، سبحان اللہ اُن کا علم جو تھا، اللہ اکبر، سمجھ گئے آپ، اور اُن کی سنیت، اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں ؎

ندوی جھنجھلاتے ہیں کہ دو ہی تو ہیں
اسد ، احمد رضا ، محبّ رسول

شیر دو ہی ہیں فرماتے ہیں ندوی جھنجھلا کر یہ کہتے ہیں شیر دو ہی ہیں ایک احمد رضا ہے اور ایک محبّ رسول ہے۔ دونوں میں بڑا ارتباط تھا، قلبی اور ایمانی، بہت بڑا دوستانہ، ایک دوسرے کو دیکھے بغیر چین نہیں پڑتا تھا۔حضرت مولانا تاج الفحول عبدالقادر

بدایونی علیہ الرحمۃ کا یہ مقولہ مجھ سے میرے خالِ محترم علیہ الرحمۃ نے، میرے والد ماجد (سید شاہ آل عبا قادری) علیہ الرحمۃ نے، میرے بھائی صاحب علیہ الرحمۃ۔ یہ تینوں جو میرے بزرگ تھے جن سے میں نے سنا ہے، اور اتنا سنا، اتنا سنا ہے کہ اب وہ سننا بہ منزل دیکھنے کے ہو گیا ہے۔ (سامعین: 'بے شک') حالانکہ شنیدہ کہ بود مانند دیدہ۔ فارسی والا کہتا ہے کہ سنی ہوئی باتیں دیکھی ہوئی باتوں کے برابر نہیں ہوتی ہیں لیکن جب اتنا سنا جائے، اتنا سنا جائے، اتنا سنا جائے، اللہ اکبر، تو پھر وہ تقریباً دیکھے کے ہی کے برابر ہو جاتا ہے، اتنا سنا ہے۔ (سامعین: 'بے شک') تو ان تینوں نے فرمایا کہ مولانا نے فرمایا بھیّا پوچھ لو اُن مریدوں سے کہ کس کس کو عقیدت باقی ہے، جس کو عقیدت باقی ہے وہی مرید ہے، (سامعین: 'سبحان اللہ') جس کو عقیدت باقی ہے وہی مرید ہے۔ جس کی عقیدت پھٹ گئی، جی! یا ٹوٹ گئی، ختم ہو گیا۔ اور اُس کے بعد فرماتے ہیں، وہ تو بڑے زندہ دل آدمی تھے، میرے خالِ محترم فرماتے تھے، فرماتے میاں ایسا ہے کہ پُرانے زمانے میں چار پچھارو مشہور تھے، کام والے، خدمت گزار خدمت کرنے والے۔ دھوبی، بھشتی اور نائی، قصائی، چار، اب پانچواں پچھارو ہے پیر۔ کیا سمجھ رہے ہیں آپ؟ مولانا تاج الفحول عبد القادر بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، اُن کا فرمودہ میں اپنے خالِ محترم، والدِ محترم، اور برادرم محترم کے حوالے سے آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں، فرمایا کہ مرید تو پیر کو پانچواں پچھارو سمجھتے ہیں۔ پیر صاحب، ایسا ہے کہ لڑکا ہوتا ہی نہیں۔ اچھا بھائی، ٹھیک ہے اللہ چاہے گا تو ہو جائے گا ہم دعاء کرتے ہیں۔ لڑکا ہو گیا۔ کہا، پیر صاحب اس کی طبیعت خراب ہو گئی۔ اچھا بھائی لوکی لے آنا، لکھ دیں گے۔ لوکی بھی لکھ گئی۔ بڑا ہو گیا۔ پیر صاحب، اُس کی بسم اللہ پڑھانا ہے۔ بھائی، پڑھا دیں گے۔ اور صاحب ہوتے ہوتے ہوتے یہاں تک کہ وہ اتنا بڑا ہو کہ اب اُس کے یہاں بال بچوں کا زمانہ آیا پیدا ہونے کا شادی بیاہ ہو کر۔ اب وہ بھی اُسی رنگ ڈھنگ سے باپ سے سیکھ کر آ رہا ہے۔ تو فرمایا کہ پیر کو تو پچھاور سمجھتے ہیں اور پیر لوگ اپنے مریدوں کو ایک جائداد سمجھتے ہیں، پراپرٹی سمجھتے ہیں۔ کیا سمجھے آپ؟ جاڑے کا موسم آیا تو انہیں ایک حلوہ یاد آیا اور گرمی کا موسم آیا تو گرمی کے کھانے

کی چیزیں یاد آئیں تو وہ اُس کو پراپرٹی سمجھتے ہیں۔فرمایا تاج الفحول نے ،سنو، ۱۳۱۷ھ میں تو ان کا وصال ہوگیا۔ کے برس ہوگئے وصال کو، بولو؟ تین سال کم رہ گئے ہیں،۱۴۱۴ھ ہے۔ ۱۳۱۷ھ میں وصال ہوا تو تین سال ہی تو کم رہ گئے۔ایک صدی ہونے کو آتی ہے اور یہ کوئی اپنے وصال کے وقت کی باتیں تھوڑی ہیں۔ یہ تو معلوم نہیں کتنے سال پہلے فرمایا ہوگا۔اور ایک بات اور فرمائی کہ میاں آج ہر شخص مریدوں کو پوچھے ہے کہ مرید کتنے ہیں۔ بقول شخصے کے ہمارے مریدَین یعنی دو ہی مرید۔اور بہت سے پیر ایسے ہیں جنہیں یہی پتہ نہ ہے کہ مریدین اور مریدَین دونوں کی املا ایک ہی طرح سے لکھی جاتی ہے لیکن اُن کے معنیٰ میں بڑا فرق ہے۔مریدَین کے معنی دو مرید۔تثنیہ کا صیغہ ہے، جیسے رجلَین ، دو مرد، سمجھ گئے آپ۔ اسی طرح سے ایک مرید اور دو ہوئے ،ایک سے بڑھا تو مریدَین ہوئے۔اور مریدین وہ جمع ہے بہت سے مرید۔تو فرمایا کہ آج ہر شخص مرید کو پوچھتا ہوا آتا ہے کہ آپ کے کتنے مرید ہیں اور مراد کو کوئی نہیں پوچھتا۔کیا سمجھے آپ؟ سوچنے سمجھنے کی بات ہے۔تاج الفحول علیہ الرحمۃ عبد القادر صاحب، سبحان اللہ، محبّ رسول، پورا قصیدہ موجود ہے ''حدائق بخشش'' میں ''چمنستان قدس'' کے نام سے، اعلیٰحضرت فاضل بریلوی جنہیں آپ، آپ نہیں بلکہ آپ سے بہت پہلے سے عرب وعجم اپنا امام مان رہا ہے،سبحان اللہ، وہ امام وقت ہیں علیہ الرحمۃ والرضوان لیکن وہ فرماتے ہیں ؎

ندوی جھنجھلاتے ہیں کہ دو ہی تو ہیں
اسد، احمد رضا، محبّ رسول

اور عرض کررہے ہیں ع میں بھی دیکھوں جو تو نے دیکھا ہے

کون کہہ رہا ہے؟ (سامعین:'اعلیٰحضرت') میرا جیسا کوئی عامی آدمی نہیں کہہ رہا ہے۔وہ فرمارہے ہیں جو مجدد مائۃ ماضیہ تھے، جو اپنے وقت کے امام تھے، امام علم وفن تھے،اللہ اکبر، اب میں کیا کہوں کہ کیا کیا تھے۔فرماتے ہیں ؎

میں بھی دیکھوں جو تو نے دیکھا ہے
روزِ سعیٔ صفا محبّ رسول

جس دن آپ سعی کے میدان میں سعی فرما رہے تھے اُس وقت جو آپ نے دیکھا تھا اے محبّ رسول، میرے لئے بھی دعاء کردو کہ میں بھی وہی دیکھوں۔ اب کیا دیکھا تھا محبّ رسول نے؟ تاج الفحول نے کیا دیکھا تھا، وہ تو چند ہی کے سینوں میں ہے کہ وہ کیا دیکھا تھا۔ باقی سینے تو اُس سے خالی ہیں، اُس سے مجھے بحث نہیں کرنا۔

ہمارا شجرہ حسینی ہے۔ پھر میں آ گیا اپنی جگہ پر، ہمارا شجرہ حسینی ہے۔ یہ شجرہ حسینی ہوا کہاں سے؟ حضرت مخدوم شاہ برکت اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قادری چشتی بلگرامی واسطی مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب وہاں سے تشریف لائے تو سلسلۂ قادریہ لے کر آئے۔ لیکن وہ سلسلۂ قادریہ وہ تھا جو ہمارا سلسلۂ قادریہ آبائی قدیم کہلاتا ہے۔ سرکار مرتضی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم جو سارے سلاسل کا منتھیٰ ہیں، وہاں پر جا کر سلاسل ختم ہوتے ہیں۔ سلاسل کے منتھیٰ مرتضیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے بڑے محبوب خلیفہ اور مرید اور شاگرد امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ وارضاہ عنا اُن سے وہ سلسلہ جاری تھا جو سلسلۂ قادریہ قدیمہ کہلاتا ہے۔ لیکن مارہرہ میں آنے کے بعد، اللہ اکبر، معلوم نہیں کس قدر اللہ کے مقبول بندۂ بارگاہ صاحب البرکات کے اوپر قادریت کی اتنی چھاپ تھی کہ گھر سے کئی کئی طرح سے قادریت لے کر آئے تھے لیکن سیری نہیں ہوئی تھی، اللہ اکبر! اور اُسی تڑپ میں اور اُسی جاں فشانی میں اور اُسی سوچ میں سرکار نے کچھ اشعار فرمائے ہیں، اُس میں سے صرف ایک آپ کے سامنے پڑھے دیتا ہوں۔ فرماتے ہیں ع آخرالامر کزیں شورش و بے تابیٔ دل.....ظاہر ہے کہ سرکار کے زمانے میں زبان فارسی تھی ؎

آخرالامر کزیں شورش و بے تابیٔ دل
سرِ خودرا چوں نثار شہ جیلاں کردم
حالتِ رفت کہ پنہاں ہمہ پیدا گشتہ
شورِ منصور زہر پردہ ہویدہ گشتہ

اب ترجمہ کرنے کا میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔ پھر بھی کبھی ان شاء اللہ ترجمہ سناؤں گا۔ لیکن اتنی بات بتادوں کہ وہ جو قادریۂ قدیمہ تھا اُس میں بھی سرکارِ غوث اعظم

موجود تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جبھی تو قادریۂ قدیمہ کہلایا۔ سرکارِ غوث اعظم اُس میں بھی موجود ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔ لیکن اوپر جا کر شاخیں بدل جاتی ہیں۔ تب یہ شجرہ لے کر آئے۔ پانچ سلاسل کی اجازت لے کر آئے۔ صرف سلاسل خمسہ کی اجازت لے کر تشریف لے کر آئے۔ مارہرہ کی قطبیت انہیں سپرد فرمائی گئی۔ اور اُس کے بعد سرکار اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظریں۔ جب وہ داخل سلسلۂ عالیۂ قادریۂ برکاتیہ ہوئے تب اس شجرہ پر پڑیں تو سرکار نے اس کا نام رکھا سِلسلۃ الذھب سلسلہ کہتے ہیں عربی میں زنجیر کو اور ذھب کے معنی ہیں سونا، سونے کی زنجیر۔ اب جو ہم شجرہ پڑھتے ہیں۔ اب جو ہم شجرے دیتے ہیں، اب جو ہم شجرے لیتے ہیں وہ سب سلسلۂ قادریہ جدیدہ کے ہیں، جدیدۂ کالپویہ کے ہیں۔ صاحبزادگان کو البتہ سارے سلاسل میں اجازت ہوتی ہے، چشتیہ میں بھی ہوتی ہے، چشتیۂ جدیدہ میں اور نقشبندیہ میں بھی ہوتی ہے، نقشبندیۂ جدیدہ میں، اور نقشبندیۂ قدیمہ میں بھی ہوتی ہے، اور سہروردیہ جدیدہ میں بھی ہوتی ہے اور سہروردیۂ قدیمہ میں بھی ہوتی ہے، اور منوریہ معمریہ میں بھی ہوتی ہے، قادریۂ رزاقیہ میں بھی ہوتی ہے۔ غرض جتنے بھی سلاسل داخل خانوادۂ برکاتیہ ہیں اُن سب میں صاحبزادگان کو اجاز وخلافت ہوتی ہے۔ لیکن شجرہ جو اہم ہوتا ہے جو پیر شجرہ دیتا ہے، ہر شجرہ کے ساتھ خلافت نامہ تھوڑے ہی بنٹا کرتا ہے۔ خلافت تو بہت مشکل چیز ہے۔ اللہ اکبر۔ اب اس پر مجھے کوئی گفتگو نہیں کرنا ہے اس وقت تو یہ شجرۂ حسینی شجرہ ہے، اللہ اکبر۔ یہ امام حسن بصری کے ذریعہ سے نہیں ملتا ہے مرتضیٰ علی سے۔ یہ امام حسین کے ذریعہ سے ملتا ہے مرتضیٰ علی سے۔

اس وقت میرے ہاتھ میں یہ کتاب ہے ''نذر حسین'' اس میں سے تھوڑا پڑھ کر سناؤں گا آپ کو سرکار کی سیرت کریمہ اور واقعۂ شہادت۔ یہ بڑی ہی، نہایت معتبر ترین کتا ہے میرے خالِ محترم کی تصنیف فرمائی ہوئی۔ اور اسے میرے بھائی صاحب علیہ الرحمۃ نے بحیثیت صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء اپنی زندگی ہی میں شائع کرایا۔ اس میں جتنے سچے سچے، بالکل نکھرے ہوئے واقعات شہادت ہیں اور سرکار کی سیرت ہے

اتنے آپ کو کہیں اور نہیں ملیں گے۔ اس لئے شہادت حسین کا موضوع وہ موضوع ہے جس پر دونوں فریق یعنی شیعوں نے بھی لکھا ہے، سنیوں نے بھی لکھا ہے۔ لیکن رطب و یابس سے نہ شیعوں کا خالی ہے، وہ تو بس رطب ہی رطب ہے، رطب بھی ہے تو رطب ہے؟ یا بس ہے تو یا بس ہے۔ سنیوں کے یہاں بھی کچھ رطب و یابس آ گیا ہے۔ سنیوں کے یہاں بھی کچھ ملونی آ گئی ہے ادھر اُدھر کی جس کا کوئی وجود نہیں تھا، اُس کی مجھے تفصیلات نہیں بیان کرنا۔ لیکن یہ جو کتاب ہے ''نذر حسین'' جس میں سے میں آپ کو ابھی سناؤں گا۔ میں نے سال گذشتہ بھی درگاہ معلّٰی میں سنائی تھی اور آج پھر آپ کو اس میں سے دوبارہ سناؤں گا۔ یہ نہایت ہی معتبر ترین کتاب ہے، سرکار کی سیرت پر اور واقعاتِ شہادت پر۔ آپ درود شریف پڑھ لیں اللھم صلیٰ علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد بارك وسلم۔

ہمارا یہ شجرۂ قادریہ قدیمہ، میں نے آپ سے کہا نہیں کہ ہمارے شجروں پر مہر حسینی ہے، اللہ اکبر، ہمارے خلافت ناموں پر مہر حسینی ہے، اللہ اکبر، اس لئے کہ ہمارے خلافت ناموں میں بھی وہ تشریف فرما ہیں۔ حضور صاحب البرکات رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاہ عنہا۔ ذرا پڑھیے تو وہ شعر ؎

دین و دنیا کے ہمیں برکات دے برکات سے
عشق حق دے عشقی عشق انتما کے واسطے

ایک جگہ بَرَکات ہے، ایک جگہ برکات ہے اس کو یاد رکھئے گا۔ صحیح پڑھیے گا ؎

دین و دنیا کے ہمیں بَرَکات دے
برکت کی جمع ہے حضور کا نام تھا برکات، برکت اللہ ؎
دین و دنیا کے ہمیں برکات دے برکات سے
عشق حق دے عشقی عشق انتما کے واسطے

جانے کتنی مرتبہ آپ نے اپنا شجرہ پڑھا ہوگا اور جانے کتنی مرتبہ میں اپنا روزانہ شجرہ پڑھتا ہوں۔ جو شجرہ آپ کے پاس ہے وہی، شجرہ میرے پاس ہے۔ چند واسطوں

میں کچھ ہیر پھیر ہے، بس، باقی مخدوم شاہ برکت اللہ دونوں ہی میں موجود ہیں۔ تو روز ہم پڑھتے ہیں ع

عشق حق دے عشقیؔ عشق انتما کے واسطے

'عشق انتما' کے کیا معنی ہیں یعنی سرکار کا تخلص تھا عشقیؔ۔ انتما کے لفظی معنی ہیں 'انتساب' یعنی اُس کا عشق دے کہ جس کا عشق کی طرف انتساب ہے یعنی جس کا تخلص عشقیؔ ہے۔ صاحبِ البرکات رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ وعنا ع

عشق حق دے عشقیؔ عشق انتما کے واسطے

جن کا تخلص عشقیؔ ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔ اُن کے وسیلے سے ہمیں کیا دے۔ اللہ سے محبت کا جذبہ ہمیں عطا فرما دے ع

عشق حق دے عشقیؔ عشق انتما کے واسطے

تو ہمارے شجرہ پر مہر حسینی لگی ہوتی ہے، اللہ اکبر۔ امام عرش مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضا عناہ، سبحان اللہ، کیوں فرمایا فاضل بریلوی نے ہمارے شجرے کو سلسلۃ الذھب؟ یہ بات تو ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ معاذ اللہ اٹائیں شٹائیں جیسے ہم بکا کرتے ہیں اٹائیں شٹائیں بکتے تھے۔ نہیں، ہر بات ثبوت وسند کے ساتھ، اللہ اکبر، انہوں نے سلسلۃ الذھب یوں ہی نہیں کہہ دیا۔ اب آیئے ہم آپ پڑھیں ؎

یا الٰہی رحم فرما مصطفٰے کے واسطے
یا رسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے
مشکلیں حل کر شہِ مشکل کشا کے واسطے
کربلائیں رَد شہید کربلا کے واسطے

کون ہے شہید کربلا، بولو، امام حسین (سامعین بھی کہتے ہیں 'امام حسین')، امام عرش مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو برکاتی شجرہ جب ہمارے ہاتھوں میں آیا تو شاہ برکت اللہ اور اُن کی اولادِ امجاد، کون؟ شاہ آلِ محمد، شاہ حمزہ، شاہ حقانی، اللہ اکبر، اُن کی اولاد امجاد کون؟ شاہ آل احمد اچھے میاں، شاہ آل برکات ستھرے میاں، شاہ آل حسین سچے

میاں، اور اُن کی اولاد امجاد کون؟ حضور خاتم الاکابر شاہ آل رسول، حضور خاتم الاخلاف حضرت شاہ اولاد رسول، حضور فخر الاخلاف شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہ اللہ تعالیٰ سرہ العزیز اور اُن کی پھر اولاد کون؟ حضرت شاہ سیدنا ابوالحسین احمد نوری، حضرت سیدنا شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن الملقب بہ شاہ جی اور اُن کی پھر اولاد کون؟ اور اُن کی اولاد امجاد کون؟ حضرت شاہ ارتضیٰ حسین پیر میاں قادری برکاتی مرحوم مغفور، میرے خالِ محترم تاج العلماء شاہ اولاد رسول محمد میاں اور اُن کے جانشین وسجادہ نشین ہم اولادِ حیدر آلِ مصطفےٰ سید میاں اور یہ آپ کا خادم مصطفےٰ حیدر حسن، بہر حال جس سے بھی شجرۂ برکاتی ملا، آپ کو جس برکاتی پیر سے شجرۂ برکاتی ملا تو اُس میں سب میں ہے ۔ کربلائیں ردشہیدِ کربلا کے واسطے، ایک.....سیدِ سجاد کے صدقے میں ساجد رکھ ہمیں۔ کون ہیں سید سجاد؟ (حافظ شریف احمد برکاتی کی آواز: حضرت امام زین العابدین) ہاں، امام زین العابدین دو۔ سید سجاد کے صدقے میں ساجد رکھ ہمیں۔ علم حق دے باقر علم ھُدیٰ کے واسطے..... باقر کے معنیٰ جانتے ہو؟ روز پڑھتے ہو شجرے میں، باقر کے معنیٰ جانتے ہو؟ نہیں۔ بہت کم جانتے ہیں لوگ۔ باقِر کے معنیٰ ہیں زمین کی نچلی جڑ میں سے کھود کر جو وہاں سے پاتال کے نیچے سے کوئی چیز لے آوے اُسے کہتے ہیں باقِر۔ سمجھ گئے آپ! تو فرمایا کہ یہ علوم انبیاء ومرسلین کے لئے باقِر ہیں۔ کون؟ امام محمد باقِر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بڑے صاحبزادے، جو جانشین ہیں امام زین العابدین کے رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا دو بھائی تھے۔ حضرت سیدنا محمد باقر حضرت امام زین العابدین کے بڑے صاحبزادے تھے۔ دوسرے بھائی تھے حضرت سیدنا زید شہید۔ ہم تمام سادات واسطی بلگرام کے جدّ اعلیٰ حضرت سیدنا زید شہید رضی اللہ تعالیٰ وراضاہ عنّا۔ ایک مرتبہ خادم کو بھیجا جاؤ، بحیثیت سجادہ نشین کے والد کا کتب خانہ بڑے بھائی کے پاس تھا، کہا فلانی کتاب میں ہمیں ایک مسئلہ دیکھنا ہے۔ وہ کتاب اُن سے مانگ لاؤ، ہم مسئلہ دیکھ کے کتاب واپس کردیں گے۔ وہ گیا حضرت کسی مصروفیت میں تھے تو وہ کام پورا نہیں ہو پایا واپس آیا۔ حضرت کے ذہن سے اتر گیا۔ کئی روز کے بعد یاد آیا کہ زید نے کتاب باپ کی منگوائی تھی، ہم

دینا بھول گئے۔ خادم کو کتاب دی اور کہا جاؤ زید کے پاس یہ کتاب دو، انہوں نے یہ کتاب منگوائی تھی، انہیں مسئلہ دیکھنا ہے باپ کی کتاب میں۔ کہا، واپس لے جاؤ، بھائی صاحب کو میرا سلام کہنا اور اُن سے یہ کہہ دینا میری طرف سے کہ اب اس کتاب کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ خود تشریف لے آئے۔ امام محمد باقر نے امام زین العابدین کے بڑے صاحبزادے، جانشین، مسند نشین، اُن کی گدّی پر براجمان، خود تشریف لے آئے چھوٹے بھائی کے یہاں۔ کہا زید! باپ کی کتاب کی تمہیں اب ضرورت نہیں ہے، کہا، جی ہاں، اب باپ کی کتاب کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ مسئلہ جو مجھے باپ کی کتاب میں دیکھنا تھا وہ میں نے اللہ کی کتاب میں دیکھ لیا ہے۔ لہٰذا مجھے کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں ہے (سامعین: ''سبحان اللہ، سبحان اللہ'')

سمجھ گئے آپ! اگر کوئی ہمارا ایسا جیسا ہوتا تو ہم اُس کو اینٹھو خاں کے نام سے پکارتے۔ مگر امام زید شہید کے بارے میں تھوڑے ہی ایسے استغفر اللہ سوچتے کہ یہ سچ ہے۔ لیکن غیرت ہوتی ہے ایک چیز اپنی جگہ پر۔ نہیں آئی، آپ نے نہیں بھیجی، ٹھیک ہے، اب آپ رکھے رہئے اُس کو، میں نے اللہ کی کتاب میں وہ مسئلہ دیکھ لیا۔ جو باپ کی کتاب میں دیکھا نہ تھا۔ کیوں؟ اسلئے کہ باپ نے بھی اپنی کتاب میں وہ مسئلہ اللہ ہی کی کتاب سے لکھا تھا (سامعین! 'بے شک، بے شک، یہ سچ ہے'') باپ نے بھی اپنی طرف سے نہیں لکھا ہے۔ اپنے باپ کی کتاب کا مسئلہ نہیں لکھا ہے۔ اور اگر اپنے والد ماجد کی بھی کتاب کا مسئلہ انہوں نے لکھا ہے تو انہوں نے بھی وہ مسئلہ اللہ ہی کی کتاب سے لکھا ہے بولو بھائی، یہی بات ہے نا؟ (سامعین: ''بے شک، سچ ہے'')۔ یہ سلسلہ تو اللہ کے رسول تک پہنچتا ہے۔ سبحان اللہ۔ ایک بار درود شریف: اللھم صلّ علیٰ سیدنا محمدٍ وعلیٰ آلِ سیدنا محمد و بارك و سلم۔

ہمارا یہ شَجرہ شجرۂ برکاتیہ حضرت سیدنا شاہ برکت اللہ امام سلسلہ برکاتیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا سے ہمیں حاصل ہوا۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارا یہ شجرہ ہمارے ہاتھوں میں مضبوط تھما دے۔ اللہ اکبر (سامعین: ''آمین'')۔ یہ یہاں بھی ہمارے کام آئے گا اور

وہاں بھی ہمارے کام آئے گا۔میاں،شجرہ دیکھ لیں گے تو منکر ونکیر شجرہ ہی دیکھ کر کہیں گے، چلو بھیاّ، اب کچھ نہیں پوچھنا پاچھنا۔ یہ جوٹنگا ہوا ہے یہ اس کا شناختی کارڈ، سمجھ گئے آپ! اب کسی اور پہچان پتر کی ضرورت ہی نہیں ہے۔سب سے بڑا پہچان پتر ہے۔ پینتالیس سلام لکھے ہوئے ہیں۔ پینتالیس کو یہ پہچانتا ہے اور پینتالیس اس کو پہچانتے ہیں، اللہ اکبر۔کیونکہ اُن کا شجرہ اس کے پاس ہے۔اب جو بھیّا بے شجرے کے ہوں، یا بے پیرے ہوں اُن کا تو خیر کوئی سوال ہی نہیں ہے، چھوڑ دیجئے اُن کو۔آپ ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیجئے۔ اللھم صل علی سیدنا و مولینا محمدٍ و آله وصحبه و بارك و سلم۔

اب میں مختصر طور پر دوسری چیزیں چھوڑ کر آپ کے سامنے یہ عرض کروں۔ پہلا اس میں عنوان ہے ولادت مبارک امام حسین، امام عرش مقام جن کا ہم عاشورہ مناتے ہیں۔جن کے نام کا حلوہ پکاتے ہیں، اور جن کے نام کا کھچڑا پکاتے ہیں۔ بولو بھائی، سب اُن ہی کے نام کا پکتا ہے نا! (سامعین: ''جی ہاں'') اُن ہی کی نیاز ہوتی ہے نا! (سامعین: ''جی ہاں'') تب تو وہ تبرک بنتا ہے۔اللہ اکبر، سال کے اور دنوں میں پکاؤ، کھا جاؤ۔کیا تبرکاً تقسیم کرتے ہو اُس کو، نہیں۔ (سامعین ''نہیں'') یہاں تک کہ ذرا سا چمچے پر بھی لگا لو تو وہ بھی تبرک کیونکہ امام کا نام لگا ہے، حسین کا نام لگا ہے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔فرماتے ہیں اپنے برادر بزرگ حضرت سیدنا امام حسین مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت شریف کی پچاس راتوں کے بعد حمل میں آئے۔سن رہے ہیں آپ پچاس راتیں بیتی تھیں اُس کے بعد آپ اپنی والدۂ محترمہ کے..... ہاں! ....

کیا بات رضا اُس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

عاشق خانوادۂ رسول امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان، ارے میاں جبھی تو ہم کہا کرتے ہیں ''اعلیٰحضرت کا دامن'' (سامعین: ''نہیں چھوڑ دیں گے'')۔ یوں ہی تھوڑے ہی کہہ دیا کرتے ہیں کسی اُتو بُتو کے متعلق نہیں کہتے ہیں، کسی خیرو چُو کے متعلق نہیں کہتے ہیں، کسی بازارگشت کے متعلق نہیں کہتے ہیں، کسی فٹ پاتھی کے متعلق نہیں

کہتے ہیں۔ بلکہ اعلیٰ حضرت کے متعلق کہتے ہیں۔ صبح تم سن چکے میرے بھتیجے نے کہا ہے ''خان زادہ سیدّ وں کا اعلیٰ حضرت بن گیا''۔ سیّدوں کا، ارے ہم تو سیّد ہیں، الحمدللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے اجدادِ کرام کا سایہ ہمارے اوپر ڈال دے تو ہم پاک ہوجائیں (سامعین! آمین) اللہ اکبر کہتا ہے لڑکا: ''خان زادہ سیّدوں کا اعلیٰ حضرت بن گیا۔'' ہمارے بچوں کی زبانیں کھلتی ہیں تو اللہ اور اللہ کے رسول کے نام کے ساتھ ساتھ، سبحان اللہ، اعلیٰ حضرت کا نام زبان پر بچپن ہی سے آجاتا ہے، رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

کیا بات رضا..... کیا بات رضا..... یوں تو بہت چمنستان ہیں، موگر ابھی کھل رہا ہے، موتیا بھی کھل رہا ہے اور سوسن وسمن اور بنفشہ اور گل ونسترن سب ہی موجود ہیں، اللہ اکبر۔ لیکن کہیں ایسا بھی چھوٹا سا گلستاں مل جاتا ہے، بظاہر چھوٹا سا ہے لیکن اُس میں اور کوئی پھول ہے یا نہیں ہے لیکن گُلِ ہزارہ لگا ہوا ہے۔ میاں جب گلاب کھلتا ہے تو سب کی خوشبوئیں ماند ہوجاتی ہیں اور گلاب ہی میں خاصیت ہے کہ زندہ رہتا ہے تو خوشبو دیتا ہے اور مرُجھا جاتا ہے تو بھی خوشبو دیا کرتا ہے۔ بولو بھائی، سچ ہے! (سامعین: ''سچ ہے'')۔ آئی بات سمجھ میں میری! ارے زندہ رہتا ہے، اُس کی پتیاں ہری رہتی ہیں، تازہ رہتی ہیں، تب بھی خوشبو دیتا ہے، اللہ اکبر اور جب بالکل مرجھا جاتا ہے، چُڑ مُڑ ہوجاتا ہے، عطاروں کے یہاں سے جو گلاب آتا ہے، یونانی دواؤں میں شامل ہوتا ہے وہ خشک ہونے کے بعد بھی خوشبو دیتا ہے۔ سبحان اللہ۔ یہ گُل ہزارہ ہی میں خصوصیت ہے۔ موگرا بھی مرجھانے کے بعد بے کار ہوجاتا ہے، کوئی خوشبو اُس میں نہیں ہوتی۔ اور بہت سے تو ایسے بھی ہیں پھول جن میں کوئی خوشبو ہوتی ہی نہیں ہے، اللہ اکبر، ایسی بات ہے نا! (سامعین: 'جی ہاں') ایک انار ہوتا ہے، ایک گُلِ انار ہوتا ہے۔ بولو، گُلِ انار میں خوشبو ہوتی ہے! اُس میں کوئی خوشبو نہیں ہوتی انار کا جو پھول ہوتا ہے اُس میں خوشبو ہوا کرتی ہے۔ لیکن گُلِ ہزارہ، گُلِ گلاب وہ پورے چمن کی زینت ہوا کرتا ہے۔ تو فرماتے ہیں یہ جو چمنستاں ہے، یہ چمنستان رسول ؐ

کیا بات رضا اُس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

تو فرماتے ہیں کہ پچاس راتوں کے بعد حمل میں آئے اور شعبان ۴ھ کی پانچویں تاریخ منگل کے دن مدینہ منورہ میں ولادت باسعادت ہوئی۔ تاریخ بھی بتادی، سنہ بھی بتا دیا، دن بھی بتادیا اور مقام بھی بتادیا۔ اور آپ کو کیا چاہئے۔ حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے اُن کے کان میں اذان دی اور اُن کے منھ میں لعاب دہن اقدس ڈالا اور ساتویں دن ایک مینڈھا ذبح کر کے عقیقہ کیا اور حسین نام رکھا۔ سیدنا بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا ان کے سر کے بال منڈوا کر ان کے برابر چاندی صدقہ کر دو۔ اب حوالے بھی ہیں کتابوں کے (نور الابصار وغیرہ) حضرت سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم فرماتے ہیں جب حضرت امام حسن پیدا ہوئے تو حضور سید عالم ﷺ تشریف لائے، فرمایا مجھے میرے بیٹے کو دکھاؤ، تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ باپ سے پوچھ رہے ہیں، فرمارہے ہیں تم مجھے میرا بیٹا دکھاؤ۔ یہ ان ہی تینوں کی خصوصیت ہے مجھے میرے بیٹے کو دکھاؤ۔ مرتضیٰ علی کے بیٹے ہیں کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم، اللہ اکبر۔ لیکن رسول کی نسل کس سے چلی ہے؟ ان ہی بیٹی کے بیٹوں سے چلی ہے نا، اللہ اکبر، صلی اللہ علیہ وسلم۔ رسول کی نسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم، شروع سے اس وقت تک کوئی مؤرخ مسلمان ہو، کرسچین ہو، نان مسلم ہو، ہندو ہو، ایران کا رہنے والا ہو، تو ران کا رہنے والا ہو ثابت نہیں کرسکتا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے جو صاحبزادگان تھے اُن کی شادی بیاہ ہوئی، اُن سے اولادیں پیدا ہوئیں۔ ہے کوئی؟ سنا ہے آپ نے؟ (سامعین! 'نہیں') کبھی آیا ہے نظر میں؟ صرف ایک صاحبزادی ہیں، اللہ اکبر جنہیں اتنا چاہتے تھے میرے سرکار کہ جب تشریف لے جاتے اُن کے گھر تو کھڑی ہو جاتیں۔ سرکار کو والد ماجد کو دیکھ کر کھڑی ہو جاتیں اور سرکار کے ہاتھ چومتیں۔ یہیں سے ماں باپ کے ہاتھ چومنا سنت، علماء نے مسئلہ فرمایا ہے۔ سنت رسول ہے، سنت فاطمہ ہے، رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اور جب وہ حضور کے یہاں آتیں یعنی اپنے والد کے یہاں آتیں، اپنے شوہر کے گھر سے اپنے مائیکے آتیں، حاضر آتیں، سرکار تشریف فرما ہوتے، سرکار کھڑے ہو جاتے بیٹی کے لئے، اللہ اکبر (سامعین: ''سبحان اللہ، سبحان اللہ'') کیا سمجھ رہے ہو؟ اب اگر ہم

کھڑے ہوں سرکار کا ذکر کرتے وقت تو پھر ہم پر شرک کا فتویٰ لگ جائے۔ میں اُن شرک کے فتوے لگانے والوں سے پوچھنا چاہتا ہوں اگر میری آواز اُن تک پہنچے کہ اب سرکار سے متعلق اُن کا کیا فتویٰ ہے، معاذ اللہ۔ اب سرکار پر کوئی فتویٰ لگائے گا؟ (سامعین ''نہیں'') ہے ہمّت! اور اگر معاذ اللہ ہمت کہیں پیدا کر لی تو ایمان کا طوطا تو پہلے ہی ہاتھوں سے اُڑ جائے گا۔ ایمان پہلے اُس پر فتویٰ لگا دے گا تو کافر ہے، ایمان سے نکل جا، دور ہو جا یہاں سے۔ لعنة الله على الكفرين درود شریف: الهم صلى على سيدنا محمد وعلى آل سيدنا محمد و بارك وسلم۔

فرماتے ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت مولیٰ علی سے پوچھا کہ تم نے اس کا کیا نام رکھا۔ عرض کیا میں نے اس کا نام رکھا ''حرب'' فرمایا ''نہیں، یہ حسن ہے''۔ یہ حسن سرکار کا نام رکھا ہوا ہے بڑے صاحبزادے کا، سید الاصفیاء امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا جن کی شہادت صفر کے آخری ہفتے میں ہے۔ جب صفر کا مہینہ آئے گا، زندہ رہوں گا ان شاء اللہ تو آپ کے سامنے اُن کی بھی تھوڑی بہت سیرت بیان کروں گا، پھر یہ (امام حسین) پیدا ہوئے۔ جب یہ پیدا ہوئے پھر سرکار ﷺ تشریف لائے، پھر وہی سوال کیا کہ کیا نام رکھا ہے علی۔ کہا ''حرب'' فرمایا: "لا، وهو الحسين"۔ حرب نہیں، حرب کے معنیٰ تو لڑائی کے ہیں، حرب کے معنیٰ تو جنگ کے ہیں نہیں بلکہ وہ حسین۔ پھر تیسرے صاحبزادے پیدا ہوئے پھر سرکار تشریف لائے اور وہی فرمایا کہ اس کا نام تم نے کیا رکھا۔ کہا ''حرب''۔ فرمایا: "لا وهو المحسن"۔ حسن و حسین و محسن، تین صاحبزادے فاطمۂ زہرا کے بطن سے مرتضیٰ علی کے یہاں پیدا ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وارضاہما عنا۔ اور تیسرے اور آخری بہت پہلے ہی اپنے رب کے حضور میں حاضر ہوئے تھے۔ تب یہ دو باقی رہے تھے پھر امام حسن مجتبیٰ کا وہ شہادت کا واقعہ ہوا، شہادت خفی تھی اُن کی، اُن کو زہر دیا گیا اور زہر دینے کے بعد..... لیکن اس سلسلے میں جو دونوں طرف والوں نے لکھا ہے اُس کے اوپر ہمارا بھروسہ نہیں ہے، وہ پھر بعد کی بات ہے، پھر کبھی بتاؤں گا۔ درود پاک پڑھتے جایئے: الهم صلى على سيدنا محمدو على آل سيدنا محمد و بارك وسلم۔

میں بہت چھوڑ چھوڑ کر بیان کر رہا ہوں۔ فضائل مبارکہ حضرت امام کی ذات اقدس مجمع البرکات اور مخزن شرائف کمالات تھی، محاسن صوری معنوی ظاہری باطنی کی جامع مرتضی علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا) فرماتے ہیں حسن، حضور اقدس ﷺ سے سینہ تک مشابہ تھے اور حسین سینہ سے پاؤں تک سب سے زیادہ اشبہ تھے۔ اپنے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم سے ایک جو بڑے تھے وہ سر سے لے کر سینہ تک اور دوسرے سینہ سے لے کر پاؤں تک مشابہ تھے، اللہ اکبر، وہی میرے اعلیٰحضرت فرماتے ہیں ؎

ایک سینہ تک مشابہ اِک وہاں سے پاؤں تک
حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے نیما نور کا

نیما کہتے ہیں صدری کو، ایک پلّا ادھر ہوتا ہے، ایک پلّا اُدھر ہوتا ہے ع

حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے نیما نور کا.....

سیدھے طرف کے پلّے میں بُوتام ہوتے ہیں اُلٹی طرف کے پلّے میں کیا ہوتا ہے، کاج ہوتے ہیں۔ اور جب کاج پر بوتام لگ گیا تو ایک ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی ہے۔ اور کھولئے تو دو الگ الگ ہو گئے۔ تو فرماتے ہیں ع

حسنِ سبطین اُن کے جاموں میں ہے نیما نور کا.....

اُن کے دونوں کے کپڑوں میں آدھا آدھا بٹا ہوا ہے۔ اللہ اکبر، اللہ کے رسول کا حسن۔ تو پھر فرماتے ہیں؟ تقطیع فرماتے ہیں، اس شعر کو بیان کر کے، اس کے مضمون کی تشریح فرماتے ہیں ؎

صاف شکلِ پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خط تَوَام میں لکھا ہے یہ دو رقہ نور کا

ایک خط ہوتا ہے، لکھنے کا ایک اسلوب نگارش ہے جسے خط تَوَام کہتے ہیں، جڑواں خط کہلاتا ہے۔ جڑواں بھائی پیدا ہوتے ہیں، جڑواں نہیں پیدا ہوتے ہیں؟ بولو ہوتے ہیں کہ نہیں ہوتے ہیں۔ (سامعین: ہوتے ہیں) جڑواں بھائی پیدا ہوتے ہیں،

ہم یہی سنتے چلے آئے بڑے بوڑھوں سے جو جڑواں بھائی پیدا ہوتے ہیں، ایک کو جب زکام ہوا تو دوسرے کو بھی زکام ہوگا، ایک کو بخار آیا تو دوسرے کو بھی بخار آئے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں آپ کو سب کو امراض جسمانی وروحانی سے ہمارے بچوں کو بھی اور ہمیں بھی محفوظ رکھے۔ (سامعین! آمین) ایک اگر موٹا تازہ ہے تو دوسرا بھی فربہ ہے، ایک اگر بیمار ہوتا ہے تو دوسرا بھی بیمار ہو جاتا ہے۔ دونوں میں بہت زیادہ مشابہت ہوتی ہے۔ تو فرماتے ہیں ع خط تو ام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا.....

اگر اُن دونوں خطوں کو حکمت سے کسی ہتھیار سے الگ الگ کر دیا جائے تو نہ یہ سمجھ میں آئے گا نہ پھر وہ سمجھ میں آئے گا۔ سمجھ میں جب آئے گا جب دونوں کو جوڑ دیا جائے گا ع

خط تو ام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا.....

دو ورق حسن وحسین، تو جب تک حسن وحسین دونوں کو ملا نہیں لیں گے، اللہ کے رسول کی جلوہ آرائیاں آپ کے سامنے نہیں آئیں گی۔ کیونکہ ع خط تو ام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا درود شریف! اللھم صلی علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد و بارك و سلم۔

اب سوچتا ہوں کیا پڑھوں اور کیا چھوڑ دوں۔ حدیث کی روایت حضرت امام خوردسال تقریباً ۷ برس کے تھے کہ حضور سیدنا سید الانام علیہ والہ واصحابہ الصلوٰۃ والسلام نے وصال فرمایا۔ پھر بھی آپ کو چند ارشاداتِ کریمہ بلا واسطہ حضور کے فرمائے ہوئے یاد تھے اور آپ نے اُس کو روایت بھی فرمایا ہے۔ اصحاب سنن وحدیث نے اُن کے نام کتابوں میں لکھے ہیں اور ارشادات کا ذکر کیا ہے۔ اب سن لیجئے خاص چیزیں بس وہ میں سناؤں اور اُس کے بعد ہم سلام پڑھیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ امام ابن حجر مکّی .....ائمہ اسلام میں سے دو امام ہیں وہ ابنِ حجر کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں لیکن ان میں ایک کا تعلق مکّہ سے ہے مکّہ کے رہنے والے ہیں اور دوسرے کا تعلق ایک دیہات سے، گاؤں چھوٹا، عسقلان، یہ عجم ہے، عرب میں نہیں ہے، وہ وہاں کے رہنے والے تھے۔

امام ابنِ حجر عسقلانی اور امام ابن حجر مکّی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان میں مرتبۂ علم وفضل کے اعتبار سے دوسرے جو ہیں عسقلان کے رہنے والے اُن کا مرتبہ زیادہ ہے بہرحال، مجھے اُن کی رفعت بیان نہیں کرنا ہے، فرماتے ہیں کہ امام ابن الہیثمی مکّی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اُن سے ''صواعق محرقہ'' میں آپ کے پوتے امام علی موسیٰ رضا کے واسطے سے ایک حدیث روایت فرماتے ہیں۔ کون روایت فرماتے ہیں؟ ''صواعق محرقہ'' کس کی ہے؟ رواہ الشیخان، امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی معروف کتاب ہے۔ ''صواعق محرقہ'' میں سرکار کے پوتے حضرت امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث روایت فرماتے ہیں۔ ایک حدیث کی سند کے متعلق، چوتھے مصلے کے امام احمد ابن حنبل نے فرمایا کہ اگر میں اُس کو پڑھ کر کسی مجنوں اور پاگل پر دم کردوں تو اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ شفا عطا فرمائے، صرف خالی سند، حدیث نہیں پوری بلکہ سند، کیسے، کیسے، کیسے، کیسے یہ ہمارے پاس حدیث آئی۔ وہ سند خالی.....اب سنئے وہ سند کیا ہے۔ فرماتے ہیں: قال الامام علی رضا حدثنی حدیث فرماتے ہیں امام علی رضا نے فرمایا کہ مجھ سے یہ حدیث بیان کی میرے والد ماجد موسیٰ کاظم نے عَن ابیہ اور انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے حدیث بیان کی میرے والد ماجد جعفر صادق نے اور انہوں نے فرمایا: '' عَن ابیہ '' مجھ سے حدیث بیان کی امام محمد باقر میرے والد ماجد نے انہوں نے فرمایا مجھ سے یہ حدیث بیان کی میرے والد ماجد زین العابدین نے اور انہوں فرمایا مجھ سے یہ حدیث بیان کی میرے والد ماجد حسین ابن علی نے اور انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے یہ حدیث بیان کی میرے والد ماجد علی ابن ابی طالب نے اور انہوں نے فرمایا مجھ سے یہ حدیث بیان کی، مجھ سے یہ فرمایا، حدیث بیان کی، میرے محبوب اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ ﷺ نے۔ آپ سوچتے ہوں گے معاملہ ختم ہوگیا یہاں پر۔ نہیں، ابھی کیسے، ابھی تو باقی ہے، سرکار فرماتے ہیں قال حدثنی جبریل سرکار کے سامنے ذکر کیا اس حدیث کا کس نے، حضرت جبریل علیہ الصلوۃ والسلام نے۔ آپ پھر سوچیں گے کہ اب ختم ہوگیا جبریل پر۔ نہیں، وہ کہتے ہیں: سمعتُ ربُّ العزۃ تبارك و تعالیٰ جبریل کہتے ہیں میں نے سنا رب العزت کو وہ یہ

فرمارہا تھا، اب آرہا ہے اصل مضمون حدیث کا، کیا؟ فرماتے ہیں رب العزت نے فرمایا وہ حدیث یہ ہے: "لا الـه الا الله حصنی" لااله الا الله میرا قلعہ ہے۔ یعنی اللہ نے کہا تو جبریل نے سنا جبریل نے کہا تو اللہ کے رسول ﷺ نے سنا اور اُسے مولیٰ علی نے سنا، اور اُسے حسین ابن علی نے سنا، اُسے زین العابدین نے سنا، زین العابدین سے محمد باقر نے سنا۔ اور محمد باقر سے جعفر صادق نے سُنا اور جعفر صاق سے موسیٰ کاظم نے سنا، اور موسیٰ کاظم سے علی ابن موسیٰ رضا نے سنا اور علی ابن موسی رضا سے حضرت امام احمد ابن حنبل نے سنا اور اُس پوری روایت کو نقل کیا ''صواعق محرقہ'' میں امام ابن حجر الہیثمی المکیؒ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہ کیا ہے حدیث پوری؟ "لا الـه الا الـلـه حـصنی" فرماتا ہے رب تبارک وتعالیٰ اتنے واسطوں سے ہم تک پہنچی یہ بات کہ ''لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے'' اور جہاں جہاں بھی لا اله الا الله کا صرف ذکر آتا ہے لیکن اُس سے مراد پورا کلمۂ طیبہ ہوتا ہے تب تو ایمان پورا ہوگا۔ (سامعین: بے شک) ایمان کا تو وہ اتنا بڑا اہم رکن ہے کہ جب تک کہ وہ نہ پڑھ لیا جائے لاالـه الا الله کا تو وہ بھی قائل تھا، کون؟ وہ پرانہ عدو، وہ مکار، وہ دزدِ رجیم، اُس نے کب خدا کے خدا ہونے سے انکار کیا تھا۔ بس اُس نے تو یہی چاہا تھا کہ اے اللہ میں نے یہ دیکھا تھا کہ ایک نہیں کرے گا سجدہ تو اگر میں بھی سجدہ کر لیتا تو تیرا جھوٹ ہو جاتا۔ اپنے نزدیک اُس نے اپنے رب کو جھوٹ سے بچانے کے لئے سب کچھ کہا تھا۔ فرمایا مردود، ارے یہ بھی تو لکھا ہوگا وہاں پر کہ جو نہیں کرے گا سجدہ وہ ملعون ابدی ہوگا۔ وہ ایک جو نہیں کرے گا سجدہ، جو اُن میں ملا جلا بیٹھا تھا۔ اس لئے کہ جو لوگ عام طور سے سمجھتے ہیں کہ وہ بھی فرشتہ تھا۔ نہیں، قرآن فرماتا ہے: كان من الـجنّ ففسق عن امر ربه (الكهف : ٥٠) عبارت نصّ سے فرمارہا ہے قرآن کہ وہ جنوں میں سے تھا اور اُس نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ یاد رکھو کبھی بھولے سے بھی یہ زبان سے نہ نکلے کہ وہ فرشتہ تھا۔ فرشتوں کے متعلق آیت سنو فرماتا ہے: لا يعصـون الـلـه مـاامـرهـم و يفعلون ما يؤمرون (التحريم : ٦) وہ تو اللہ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہی نہیں ہیں، وہ تو وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم ہوتا ہے۔ ابلیس فرشتوں میں

نہیں تھا بلکہ قرآن کی تشریح کے مطابق کان من الجن ،صاف صاف فرمایا ففسق عن امر ربہ جن تھا اسلئے اس نے اپنے رب کے حکم کا انکار کیا۔اور اُس نے حضرت آدم کو سجدہ نہیں کیا علیہ الصلاۃ والسلام۔تو فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے متعلق امام احمد ابن حنبل نے فرمایا، چوتھے مصلے کے امام نے ، اللہ اکبر ہمارے سرکارِ غوث اعظم ، بولو حنفی تھے؟ (سامعین: نہیں) شافعی تھے؟ (سامعین: نہیں) مالکی تھے؟ (سامعین نہیں) نماز روزے کے معاملات میں کس امام کے مقلد تھے؟ میاں، وہ حنبلی تھے حضور والا۔امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید فرمائی تھی انہوں نے اور اُس کا واقعہ بہت طویل ہے، وہ سنانا مقصود نہیں ہے۔بہرحال امام احمد ابن حنبل نے فرمایا کہ یہ جو سند میں نے ابھی آپ کے سامنے پڑھی جس میں نام بہت سے لئے کہ انہوں نے ان سے کہا، انہوں نے ان سے سنا، انہوں نے ان سے کہا، انہوں نے ان سنا یہاں تک کہ اُس کا انت اللہ تبارك و تعالیٰ جل جلاله و عم نواله یعنی اس سند کا انت اللہ کا تو کوئی اَنت ہی نہیں ہے اُس کا تو کوئی انت ہے ہی نہیں وہ تو لانهاية له و لا بداية له اُس کی نہ کوئی بدایت ہے نہ اُس کی کوئی نہایت ہے اس لئے کہ بدایت بھی ایک تعین ہے اور نہایت بھی ایک تعین ہے.....اب میں تعین پر گفتگو کروں تو پھر موضوع سے باہر جاؤں گا۔اور میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔آپ ایک بار درود شریف پڑھ لیجئے اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد و بارك و سلم اب اور مضامین بھی ہیں اولاد امجاد کا بھی ذکر ہے۔میں صرف شہادت کا ذکر پڑھ دوں، اللہ اکبر، وہ بھی میں ذرا سا اور بھی Short کرکے پڑھتا ہوں، اللہ اکبر، آپ ایک بار درود شریف پڑھ دیجئے۔ اللھم صل علیٰ سیدنا محمد و علیٰ آل سیدنا محمد و بارك و سلم ۔

یزید پلید کے صوبہ دار ابن زیاد بدنہاد کے سپہ سالار ابن سعد کے ٹڈی دل لشکر ابتر نے کربلا کے میدان میں نہایت ظلم و شقاوت سنگ دلی و بے حیائی کے ساتھ تین دن کے بھوکے پیاسے فاطمہ کے لعل، علی کی آنکھوں کے تارے، محمد ﷺ کے چہیتے پیارے پر چاروں طرف سے نرغہ کرکے ان روباہ منش بلکہ اس سے بدتر بزدلوں،

نامردوں، ظالموں، شقیوں نے شیر خدا کے اکیلے شیر دلیر پر تیروں کی بارش اور نیزہ وتلوار کی بارش اور نیزہ وتلوار کی اندھا دھند یورش کر کے اس امام عالی مقام کو شہید کر ڈالا، اللہ اکبر! ظالموں کے چاروں طرف کے حملے دفع کرتے کرتے تھک گئے ہیں، زخموں سے چور، ۳۳ زخم نیزے کے، ۳۴ گھاؤ تلواروں کے لگے ہیں، تیر کا شمار نہیں، اٹھنا چاہتے ہیں، اور گر پڑتے ہیں، اسی حالت میں سنان بن انس نخعی شقی ناری جہنمی نے نیزہ مارا کہ وہ عرش کا تارا زمین پر ٹوٹ کر گرا۔ سنان مردود نے خولی بن یزید سے کہا سر کاٹ لائے، اُس کا ہاتھ کانپا، سنان ولد الشیطان بولا، تیرا ہاتھ ٹوٹے اور خود گھوڑے سے اُتر کر محمد رسول اللہ ﷺ کے جگر پارے تین دن کے پیاسے کا سر تن سے جدا کر دیا۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت عاشورا، محرم الحرام جمعہ ۶۱ھ بعد نصف النہار ہوئی۔ عمر شریف وقت وفات وشہادت چھپن برس ۵ مہینہ ۵ دن کی تھی۔ شہادت بعد نصف النہار ہوئی یعنی نماز کا وقت آ ہی جاتا ہے۔ جب نصف النہار ہو جاتا ہے، ضحوۂ کبریٰ ختم ہو جاتا ہے اور نصف النہار ہو جاتا ہے، ظہر کا وقت ہو جاتا ہے۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخری سجدۂ شہادت دوگانہ ادا کیا۔ ظاہر ہے کہ پانی تو تھا نہیں کہ وضو فرماتے لہٰذا سرکار نے زمین پر تیمّم فرمایا اور اُسی حالت میں جب گرے ہیں، نیچے آئے ہیں گھوڑے سے تو اسی شکل میں جب ہم آپ سجدے میں جاتے ہیں تو ہماری پیٹھ کس طرف ہوتی ہے، آسمان کی طرف۔ اس طرح امام عالی مقام نے سجدۂ شہادت دوگانہ ادا کیا۔

حضرت ام المومنین اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، یہ ہماری وہ مقدس ماں ہیں جو سرورِ عالم ﷺ کے بعد وصال بہت لمبے دنوں تک حیات رہیں سب سے زیادہ عمر انہوں ہی نے پائی، اور وہ اس واقعے کے وقت بھی موجود تھیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ حضور سرور عالم ﷺ آپ کے یہاں تشریف فرما تھے، ایک فرشتہ کہ پہلے کبھی حاضر نہ ہوا تھا اللہ تعالیٰ سے حاضری کی اجازت لیکر آستاں بوس ہوا حضور اقدس ﷺ نے ام المومنین سے ارشاد فرمایا دروازے کی نگہبانی رکھو کوئی آنے نہ پائے اتنے میں سیدنا امام حسین دروازہ کھول کر حاضر خدمت ہوئے اور اپنے جد کریم ﷺ کی گود میں جا بیٹھے حضور پیار فرمانے لگے،

فرشتے نے عرض کیا حضور انہیں چاہتے ہیں حالانکہ وہ وقت قریب آتا ہے کہ حضور کی امت انہیں شہید کر دیگی اور حضور چاہیں تو میں وہ جگہ دکھاؤں جہاں یہ شہید کئے جائیں گے، پھر سرخ مٹّی اور ایک روایت میں ہے ریت، ایک میں ہے کنکریاں حاضر کیں حضور نے سونگھ کر فرمایا ریح کرب و بلا بے چینی اور بلا کی بو آتی ہے پھر ام المومنین کو وہ مٹّی عطا ہوئی اور ارشاد فرمایا جب یہ خون ہو جائے تو جاننا کہ حسین شہید ہو گئے، انہوں نے اسے ایک شیشی میں محفوظ کر لیا اُم المومنین فرمایا کرتیں، جس دن یہ مٹّی خون ہو جائے گی کیسی سختی کا دن ہوگا چنانچہ ایک روایت میں ان سے مروی ہے کہ حضرت امام کی شہادت کے دن وہ مٹّی خون ہوگئی، دوسری میں ہے کہ ان کنکریوں سے خون جاری ہو گیا، امیر المومنین سیدنا علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم صفین کو جاتے ہوئے کربلا پر گذرے نام پوچھا، لوگوں نے کہا کہ کربلا، اتنا روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہوگئی، پھر فرمایا میں خدمتِ اقدس میں حاضر تھا، حضور کو روتے ہوئے پایا میں نے سبب پوچھا، فرمایا ابھی جبریل کہہ گئے ہیں کہ میرا بیٹا حسین فرات کے کنارے کربلا میں قتل کیا جائیگا، پھر جبریل نے مجھے وہاں کی مٹی سونگھائی، مجھ سے ضبط نہ ہوسکا آنکھیں بہ نکلیں، ایک روایت میں ہے کہ مولیٰ علی اس مقام سے گذرے جہاں امام مظلوم کی قبر مبارک ہے فرمایا یہاں ان کی سواریاں بیٹھائی جائیں گی یہاں ان کے کجاوے رکھے جائیں گے اور یہاں ان کے خون گریں گے آلِ محمد رسول اللہ تعالیٰ ﷺ کے کچھ نوجوان اس میدان میں قتل ہوں گے جن پر زمین و آسمان روئیں گے۔ آخر وہ عظیم سختی اور مصیبت والا دن، زمین و آسماں کو خوں رولا دینے والا دن یزید پلید کے عہدِ سلطنت سراپا ظلم و بدعت، خباثت و شرارت میں آپہنچا اور یزید پلید کے صوبہ دار ابن زیاد بدنہاد کے سپہ سالار ابنِ سعد کے ٹڈی دل لشکر ابتر نے کربلا کے میدان میں نہایت ظلم وشقاوت سنگدلی و بے حیائی کے ساتھ تین دن کے بھوکے پیاسے فاطمہ کے لعل، علی کی آنکھوں کے تارے، محمد (ﷺ) کے چہیتے پیارے پر چاروں طرف سے نرغہ کر کے ان ہزاروں روباہ منش بلکہ اس سے بدتر بزدلوں نامرد ظالموں، شقیوں نے شیر خدا کے اکیلے شیر دلیر پر تیروں کی بارش اور نیزہ وتلوار کی اندھا دھند یورش کر کے اس امام عالی مقام کو شہید کر ڈالا، اللہ اکبر!

حضرت ام المومنین ام سلمہ فرماتی ہیں میں نے حضور اقدس ﷺ کو خواب میں دیکھا روتے ہیں اور گیسوئے مبارک و ریش اقدس خاک آلودہ ہے۔ فرمایا ابھی حسین قتل کئے گئے۔ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، میں نے ایک دن دوپہر کے وقت حضور اقدس کو خواب میں دیکھا۔ موئے مبارک بکھرے ہوئے گرد آلودہ، دست مبارک میں ایک شیشہ جس میں خون بھرا ہوا ہے میں نے عرض کیا یہ کیا ہے فرمایا حسین اور ان کے اصحاب کا خون ہے جسے آج میں صبح سے اُٹھا رہا ہوں، لوگوں نے اس دن کا خیال رکھا پھر معلوم ہوا کہ حضرت امام اسی روز شہید ہوئے تھے۔ (صواعق واصابہ) ترمذی و بخاری وغیرہما حضرت ابن عمر سے راوی ان سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ مچھر کا خون پاک ہے یا نہیں۔ دوسری روایت میں ہے سائل نے کہا جس نے حج کا احرام باندھا وہ اگر مکھی مار ڈالے تو اس پر کیا بدلہ آئے گا۔ حضرت ابن عمر نے دریافت فرمایا، تو کہاں کا رہنے والا ہے۔ بولا عراق کا، فرمانے لگے، دیکھو تو یہ مجھ سے مچھر اور مکھی جیسی حقیر چیز کے خون کے بارے میں سوال کرتے ہیں حالانکہ یہ لوگ حد سے گزر گئے اور اپنے نبی ﷺ کے بیٹے کو ان کی اس جلالت شان کے باوجود شہید کر ڈالا (یعنی اتنے بڑے جرم کے ارتکاب کے وقت فتویٰ نہیں لیا) حالانکہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا کہ حسنین میرے دو پھول ہیں دنیا میں۔ (اسعاف) حضرت امام اور ان کے ساتھیوں نے ایک فاسق و فاجر یزید پلید کی بیعت و اطاعت نہ فرما کر انتہائی سختیاں اور تکالیف اور نظر ظاہر میں مال و اولاد، جان و ناموس، سب کی وہ ہولناک ترین تباہیاں و بربادیاں برداشت کر کے ہمارے سامنے جس صبر و استقلال جواں مردی اور حق کے مطابق مادی دنیاوی طاقتوں سے بے خوفی اور تعمیل حکم الٰہی پر جس ثبات و استقلال و استقامت کا عملی جامہ بے نظیر نمونہ پیش فرمایا آج ہم اس کو دلیل راہ بنائیں اور حضرت امام کی بنائی ہوئی اسی شاہ راہ پر چلیں تو دارین کی فلاح و صلاح تک ہماری رسائی بعونہ تعالیٰ یقینی ہے۔

واخردعونا ان الحمدلله رب العلمين

☆☆☆

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com

پیش کش: البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ
www.mushahidrazvi.wordpress.com